مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا دو ماہی دینی و علمی مجلہ

جلد ۷

شمارہ ۱

۱۴۲۵ھ

محرم، صفر

مُدیر مسئول و مُدیر التحریر

مُحمّد ابُوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ——— [illegible] روپے

پاکستان کے لئے

پاکستانی سو روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ

غیر ممالک دس ڈالر امریکی

مکتبہ اثریہ

قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور — یوپی

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱ - فون نمبر ۲۲۲۵۳۳/۲۲۱۷۵۷، ۰۵۴۸

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

فہرستِ مضامین

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے جب عراق پر وحشیانہ بمباری کرکے اور ہزاروں بے قصور انسانوں کی جان تلف کرکے عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور صدام حکومت کا خاتمہ ہوگیا تو ہندوستان کے بعض دینی حلقوں میں خوشیاں منائی گئیں، اور آج جب کہ خبر مل رہی ہے کہ صدام کو امریکی فوجیوں نے گرفتار کرلیا[1] تو ان خوشی منانے والوں کی خوشیاں دوبالا ہوگئی ہونگی۔

صدام حسین سے ہمیں نہ کوئی عقیدت ہے اور نہ محبت نہ دل میں اس کا کوئی احترام ہے صدام کی جابرانہ وظالمانہ کاروائیاں ہمارے علم میں ہیں، دینی فکر ومزاج رکھنے والوں پر اس نے کس طرح عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا اس سے بھی ہم واقف ہیں، جس زمانہ میں صدام نے کویت پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا الکفاح عربی پرچہ کی فائلیں گواہ ہیں کہ میں نے اس کے خلاف اتنے مضامین لکھے ہیں کہ دوسرے کسی شخص نے اتنا نہ لکھا ہوگا۔

ان تمام حقیقتوں کے باوجود صدام کی امریکہ کے ہاتھوں گرفتاری سے ہمارے دل کو سخت صدمہ پہونچا ہے، اگر صدام اپنی موت آپ مرگیا ہوتا تو ہمیں افسوس نہ ہوتا، اگر صدام امریکہ کی بمباری میں ختم ہوگیا ہوتا تو ہمیں کوئی صدمہ لاحق نہ ہوتا، اگر صدام نے خودکشی کرلی ہوتی تو ہم اس کے اس اقدام پر کسی رنج وملال کا اظہار نہ کرتے، لیکن صدام کی امریکہ کے ہاتھوں گرفتاری سے عالم اسلام کی ذلت و رسوائی میں اور بھی اضافہ ہوا ہے، مسلمانوں کی عزتِ نفس کو مزید ٹھیس پہونچی ہے، عالم اسلام کی بیچارگی اور نمایاں ہوگئی ہے، امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا حوصلہ بہت بلند ہوگیا ہے، صیہونیت کو مزید تقویت پہونچی ہے، اسرائیل میں خوشیوں کے شادیانے

---

(۱) یہ اداریہ اس وقت لکھا گیا تھا جب ابھی صدام کی گرفتاری کے بارے میں شک وشبہ تھا، اب اس کی گرفتاری کی ایک تلخ حقیقت ہے۔

بچ گئے ہیں، اور مسلمان قوم پر ادبار کے بادل اور گہرے ہو گئے ہیں، ہمیں رنج ہے تو اس کا اور صدمہ ہے تو اس کا۔

امریکہ اب اس کے بعد شام کو نشانہ بنائے گا، پھر ایران کی باری ہوگی اور پھر سعودیہ پر اپنا خنجر تانے گا اور یہ سارے ممالک امریکہ کے زیرنگیں ہو جائیں گے اور ان کی دولت پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا قبضہ ہوگا، اسرائیل کے خواب کو پورا کرنے کی امریکہ پوری کوشش کرے گا اسرائیل کا خواب ہے سرزمین حجاز پر قبضہ کرنا، اگرچہ اللہ کی ذات پر ہمیں بھروسہ ہے اور رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر ہمیں پورا اعتماد ہے کہ کفر و شرک سے سرزمین حجاز خصوصاً حرمین محترمین کی سرزمین آلودہ نہ ہوگی، مگر اپنا خواب پورا کرنے کیلئے اسرائیل امریکہ کو بھرپور استعمال کرے گا اور پھر کیا ہوگا اس کا علم اللہ کو ہے۔

مسلمان حکمرانوں کا بھی عجیب حال ہے وہ اپنی آمریت کا سکہ اپنی عوام پر جماتے ہیں، اور ان کو ظلم کی چکی میں پیس کر رکھ دیتے ہیں مگر دشمنوں سے مقابلہ کی ان میں نہ صلاحیت ہوتی ہے اور نہ اس کی ہمت اور نہ اس کیلئے کوئی تیاری بڑی آسانی سے دشمن جب چاہتا ہے انکو ذلیل ورسوا کر کے رکھ دیتا ہے، اور یہ بھیگی بلی بنے دشمن کے سامنے اپنی دم ہلاتے رہتے ہیں۔

ایران ہو، شام ہو، لیبیا ہو، انڈونیشیا ہو، الجزائر ہو، کویت ہو، قطر ہو، سعودیہ ہو سب کا حال یکساں ہے، سب کی زندگی بھیگی بلیوں کی ہے، کسی میں دم نہیں کہ مغربی طاقتوں اور یورپ اور امریکہ کے حکمرانوں سے آنکھ ملا کر بات کر سکیں، ان کی ساری اکڑ دھکڑ اپنی عوام کیلئے ہے، کتنی ہے بدنصیب وہ قوم جس کے حکمراں ایسے بزدل اور ناکارہ ہوں۔

صدام عراق کا ایک جابر حکمراں تھا، اس نے ہمیشہ طاقت کے زور پر اپنی عوام کا گلا دبایا، اور جس نے اس کے خلاف آواز بلند کی اس کو اس نے موت کی نیند سلا دیا، جس نے اس کی بے راہ روی اور الحاد پرستی پر انگلی اٹھائی اس کو جیل کی ہوا کھانی پڑی اور پھر ان میں سے بہتوں کا انجام کیا ہوا کسی کو نہیں معلوم، ایسے حکمرانوں کی کوئی مقبولیت عوام کے دل میں نہیں ہوتی ہے اور جس حکمراں کے ساتھ اس کے عوام نہ ہوں اس کا حشر وہی ہوتا ہے

جو صدام کا ہوا۔

اب بھی بہت سے ایسے ہی جابر حکمران مسلمانوں میں موجود ہیں ان کو صدام کی زندگی سے سبق لینے کی ضرورت ہے، اور آمریت اور شہنشاہیت کے بجائے جمہوریت کی راہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے، عوام کا گلا گھونٹنے اور ان کے ضمیر پر قفل رکھنے کا زمانہ لد گیا ہے، اگر ان حکمرانوں نے اپنا رویہ نہیں بدلا اور اپنی حکومتی پالیسی میں بنیادی تبدیلی نہیں کی اور عوام کو ساتھ لے کر چلنے کی راہ نہ اپنائی تو ان کا حشر بھی صدام ہی جیسا ہوگا، بلکہ شاید اس سے بھی برا ہو، صدام کی گرفتاری ان حکمرانوں کیلئے ایک وارننگ ہے، زبردست وارننگ اب آئندہ کے دن بتلائیں گے کہ اس وارننگ پر کس نے کتنا کان دھرا۔

دو خبریں

ایک خبر جو ہم نے ۲۹ / دسمبر ۲۰۰۳ء کے ساڑھے آٹھ بجے شب بی، بی، سی سے اُردو نشریہ میں سنی تھی اور پھر وہ دوسرے روز اخبارات کی زینت بنی۔ خبر یہ ہے:

"کویت ۲۹ / دسمبر کویت سرکاری اسکولوں کی نصابی کتابوں میں سے ان چیزوں کو نکال رہا ہے جن سے مذہبی انتہاپسندی کی حوصلہ افزائی ہو سکتی ہے ..... وزیر تعلیم ارشد الحامدی نے کل رائٹر کو بتایا کہ کتابوں میں تبدیلی کا مقصود رواداری کو فروغ دینا اور دیگر مذاہب اور نظریات کے احترام کو یقینی بنانا ہے۔

مقامی اخبارات نے حامد کے حوالہ سے کہا ہے کہ نئی کتابوں میں اس بات کا خیال رکھا جائیگا کہ ہم قرآن کی کون سی آیات پڑھائیں اور نوجوان نسل ایسی انتہاپسند ذہنیت کو نہ اپنائے جس سے وہ جارحانہ عمل کرنے لگیں۔

سعودی عرب نے بھی اپنی نصابی کتب کو نئی شکل دینے کا کام شروع کر دیا ہے، مغربی ممالک الزام لگاتے ہیں کہ ان کتابوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف نفرت کو فروغ

دیا جاتا ہے، حامد نے وزارت کے اس فیصلہ کو ٹھیک بتایا اور کہا کہ یہ کویت پر غیر ملکی دباؤ کا نتیجہ نہیں ہے۔ (راشٹریہ سہارا ۲۰ر دسمبر ۲۰۰۳ء)

یہ پہلی خبر ہے۔ دوسری خبر یہ ہے (خدا کرے وہ صحیح نہ ہو) کہ سعودیہ میں مجمع الملک فہد سے جو بڑے پیمانہ پر قرآن کی اشاعت ہوتی ہے، امریکہ نے اسے بند کر دینے کا سگنل دیدیا ہے، یہ خبر ان بعض دوستوں کے حوالے سے ہے جو اس سال عمرہ کر کے واپس آئے ہیں۔

عالم اسلام کی حالت کتنی زبوں تر ہو چکی ہے اور وہ مغربی ممالک اور امریکہ کے کس حد تک غلام بن چکے ہیں، اس کا اندازہ ان دو خبروں سے لگایا جا سکتا ہے۔ آہ آج ہم غلامی و ذلت کے اس دور میں داخل ہو چکے ہیں کہ خدا کی کتاب پڑھنے اور پڑھانے سے بھی ہمیں روکا جا رہا ہے اور خدا کی کتاب پر جو انسانیت کیلئے نور اور ہدایت ہے ہمارے دشمن یہ الزام لگا رہے ہیں کہ اس میں انتہا پسندی کی تعلیم ہے، اس لئے قرآن کے ان حصوں کو اپنے بچوں کو نہ پڑھاؤ جس میں یہودیت اور عیسائیت کے بارے میں خدائی فرمان موجود ہے، اور ہمارے یہ بے غیرت اور بے ضمیر اور مغربی ممالک کے سامنے سرنگوں کئے نام کے مسلمان حکمراں ان دشمنان اسلام کے حکم کی تعمیل نہایت فرماں برداری سے کرنے پر آمادہ ہیں، اور قرآن پر دشمنوں کے الزام کو اس طرح وہ سچ کر دکھانا چاہتے ہیں کہ قرآن انتہا پسندی کی تعلیم دیتا ہے۔

جب حکمرانوں کے ضمیر مردہ ہو جائیں اور جن کی نگاہ میں صرف اپنی حکمرانی کے کچھ دنوں کو طول دینا ہی سب سے بڑی خواہش بن جائے جن کی نگاہ خدا سے ہٹ کر امریکہ اور مغربی طاقتوں پر جم جائے جن کو صرف اپنی خواہشات کی تکمیل ہی کی فکر ستائے رہتی ہو تو وہ حکمراں اسلام دشمنوں کے سامنے اس سے بھی زیادہ ذلت وخواری کا مظاہرہ کریں گے، اور امت مسلمہ کو ان کے ان فیصلوں سے کتنا صدمہ پہنچ رہا ہے وہ دنیا کی نظر میں خدا کے دین کی کیا تصویر بن رہی ہے اور مسلمانوں کے بارے میں دنیا کے لوگ کیا سوچنے لگے ہیں ان بے غیرت اور ضمیر فروش حکمرانوں کو اس کی فکر نہ ہوگی۔

یہ حکمراں تنکے کے سہارے اپنی خواہشات کا فلک بوس محل باقی رکھنا چاہتے ہیں، انھیں یہ پتہ نہیں کہ تقدیر کا قلم ان کے بارے میں کیا فیصلہ کر چکا ہے۔

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی بلاضرورت کتا پالتا ہے تو اس کے عمل میں سے ہر روز ایک قیراط گھٹتا رہتا ہے، البتہ کھیت اور جانور کی حفاظت کیلئے جو کتا ہو تا ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ (بخاری)

آج مغربی اور یورپی قوموں کی تقلید میں مسلمانوں کا ذہن بھی بگڑتا جارہا ہے اور ان گمراہ اور ملعون قوموں کی عادت واطوار اور زندگی گذارنے کا طریقہ مسلمان بھی دھڑلے سے اپنا رہے ہیں، مغربی اور یورپی قوموں میں کتوں سے بہت انسیت پائی جاتی ہے اور وہ ان کے پالنے اور ان کی دیکھ ریکھ پر بے تحاشا پیسے خرچ کرتے ہیں اپنی سگی اولاد سے زیادہ ان کا خیال رکھتے ہیں، کتا ان اقوام کی زندگی کا لازمی جزبن گیا ہے، وہی ان کی تسلی کا ذریعہ اور تنہائی کا ساتھی ہے، سفر کا رفیق ہے۔

آج مسلمانوں کے اونچے اور فیشن زدہ گھرانوں میں بھی یہ لعنت گھس گئی ہے، اور کتا پالنے کو ماڈرن زندگی کا ایک حصہ سمجھا جانے لگا ہے۔

مگر اسلام کی تعلیم اس بارے میں وہ ہے جو حدیث پاک میں مذکور ہے کہ بلاضرورت وحاجت کتا پالنا ایسا منحوس کام ہے جس کی وجہ سے انسان کی ہر روز نیکیاں برباد ہوتی رہتی ہیں، گھر اور جانور کی حفاظت کا اگر کوئی دوسرا ذریعہ نہ ہو تو ان کی حفاظت کے لئے کتا پالنے کی اجازت ہے۔ ورنہ کتا پالنا شریعت میں حرام اور ممنوع ہے۔

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امانت دار خازن جو پورے پورے طور پر دوسروں تک اس کا حصہ بخوشی پہونچاتا ہے صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔ (بخاری)

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صدقہ اور زکوٰۃ کا مال لوگ کسی دوسرے کے سپرد کردیتے ہیں کہ وہ جہاں ضرورت سمجھے اسے خرچ کرے، یہ شخص دوسروں کے مال کا خازن ہوتا ہے، اس کے بارے میں اللہ کے رسولؐ کا ارشاد ہے کہ اگر یہ شخص امانتدار ہے، اور دوسروں پر خوشی خوشی خرچ کرتا ہے اور ان کا پورا حق دیتا ہے تو اس کا خود بھی صدقہ کرنے والوں میں سے شمار ہوگا اور جو ثواب صدقہ کرنے والوں کو ملتا ہے وہ اسے بھی ملے گا۔

اس حدیث پاک سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو زکوٰۃ اور صدقہ کے مال پر قابض ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ مال ان کا ہے اور اس میں اپنی خواہش کے مطابق تصرف کرتے ہیں، ضرورت مندوں کا خیال کم ہوتا ہے اور اپنی خواہش کی اتباع زیادہ ہوتی ہے، یہ بات امانت داری اور دیانت داری کے سراسر خلاف ہے، ایسے لوگ خائن شمار ہوتے ہیں۔

مدارس کے ذمہ داروں کے لئے اس حدیث پاک میں غور کرنے اور پھر اپنی حالت سدھارنے کی ضرورت ہے۔ آج مدرسہ والے زکوٰۃ اور صدقات کے مال کو اپنا مال سمجھنے لگے ہیں، اس میں سے طلبہ پر خرچ کرتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان پر احسان کر رہے ہیں، مدرسین پر خرچ کرتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے جیب سے دے رہے ہیں اور مدرس ان کا غلام ہے حالانکہ زکوٰۃ اور صدقہ دینے والوں نے ان ذمہ داران مدارس کو صرف خازن سمجھا ہے اپنے مال کا ان کو مالک نہیں بنایا ہے، اگر کوئی مہتمم یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس مال کا مالک ہے تو وہ خائن اور بے ایمان ہے، زکوٰۃ اور صدقات کا مال مدارس میں صرف ان کیلئے ہے جو اس کا مستحق ہے، مہتمم کو خوشی خوشی اور نہایت دیانتداری سے زکوٰۃ اور صدقات

کے پیسوں کو ان مستحقین پر خرچ کرنا چاہئے، اور اس بارے میں ذرا بھی بخل سے کام لینا امانتداری اور دیانتداری کے خلاف کام ہوگا۔

ہمیں یہاں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ بہت سے مدارس کے ذمہ دار اپنی اس ذمہ داری کو صحیح ڈھنگ سے پورا نہیں کر رہے ہیں، اور مستحقین کے مال کو اپنے اوپر خرچ کرنے میں ان کو ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی ہے، طلبہ اور مدرسین پر وہ جو خرچ کرتے ہیں ان کا رویہ بتلاتا ہے کہ وہ ان پر احسان کر رہے ہیں، یہ سراسر ایمانداری اور دیانتداری کے خلاف حرکت ہے، اور خدا کے یہاں اس کا حساب وکتاب بڑا سخت ہوگا۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز تین آدمیوں کی طرف اللہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا، نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کیلئے بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

اول وہ آدمی جس کے راستہ میں ضرورت سے زیادہ پانی ہے، مگر وہ مسافروں اور راستہ چلنے والوں کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

دوسرا وہ شخص ہے جو کسی امام سے بیعت کرتا ہے مگر اس کی غرض دنیا ہوتی ہے اگر امام اسے کچھ دیتا ہے تو خوش رہتا ہے اور اگر نہیں دیتا ہے تو وہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

تیسرا وہ آدمی جو عصر کی نماز کے بعد اپنا بیچنے کا مال لگاتا ہے اور وہ خدا کی قسم کھا کر خریداروں سے یہ کہتا ہے کہ اس نے یہ مال اتنے کا خریدا ہے اور اس کی بات کو کوئی آدمی سچ سمجھ لیتا ہے (جب کہ فی الواقع اس نے جھوٹ قسم کھا کر یہ بات کہی ہے)

اس حدیث پاک میں تین باتیں ارشاد فرمائی گئیں اور تین لوگوں کا ذکر کیا گیا، وہ تینوں باتیں عاقبت وانجام کے اعتبار سے بڑی اہم ہیں اور وہ تین شخص اللہ کے یہاں ایسے مبغوض ہیں کہ اللہ ان کی طرف قیامت کے روز نگاہ اٹھا کر دیکھے گا بھی نہیں یعنی ان کے ساتھ کسی قسم کا رحم وکرم والا معاملہ نہیں ہوگا بلکہ ان کو عذاب الیم میں رہنا ہوگا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ پانی جو عام استعمال اور عام ضرورت کی چیز ہے اس کو بلا وجہ

اور بلا ضرورت دوسروں پر خرچ کرنے سے بخل کرنا ۔ آپ کی زمین پر تالاب ہے، کنواں ہے، نہر ہے اور آپ راہ گیروں اور مسافروں کو اس سے پانی نہ پینے دیں، نہانے نہ دیں کپڑا صاف نہ کرنے دیں، وضو نہ کرنے دیں، مسافروں اور راہ گیروں کی عام طور پر یہی ضرورت ہوتی ہے ۔ ان کو اپنے پانی سے جب کہ آپ کے پاس پانی آپ کی ضرورت سے زائد ہے ان کی ضرورت نہ پوری کرنے دینا یہاں انتہائی درجہ گری ہوئی اور انسانیت اور مروت سے دور بات ہے، جو انسان بہت دنی اور قبیح الفطرت ہوتا ہے وہی یہ کام کرے گا دوسرا نہیں، یہ اتنی بری عادت اور اتنا برا کام ہے کہ اس کا اتنا بڑا عذاب ہے جو حدیث پاک میں مذکور ہے ۔

دوسری بات جو حدیث پاک کی ہے وہ یہ ہے کہ کسی امام یا خلیفہ سے بیعت میں اللہ کی رضا اور مسلمانوں کی مدد اور دین کی سربلندی کی نیت اور جذبہ کے بجائے محض اپنی دنیاوی غرض کا خیال رکھے اور اپنی دنیاوی غرض پوری ہونے کیلئے اس سے بیعت کرے ۔ اگر وہ غرض پوری ہو رہی ہے تب تو وہ امام سے راضی اور خوش ہے ، ورنہ ناراض، جو لوگ کسی حاکم کی تابعداری میں محض دنیا کی غرض سے شامل ہوتے ہیں ۔ وہ حاکم کے کبھی وفادار نہیں ہوسکتے اور نہ وہ قابل بھروسہ افراد شمار ہوتے ہیں، وہ حکومت اور حاکم کے لیے ہر وقت خطرہ بنے رہتے ہیں، اور کبھی ان میں بغاوت کا جرثومہ پیدا ہوجاتا ہے جس سے نقصان عام اور ضرر عظیم پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے ۔ اس وجہ سے ایسے لوگوں کا انجام بھی آخرت میں بہت برا ہے ۔

تیسری بات اس حدیث پاک کی یہ ہے کہ کوئی شخص جھوٹی قسم کھاکر اپنا سامان فروخت کرے اور دوسروں کو اپنی جھوٹی قسم سے دھوکہ میں ڈالے ، اور دوسرا اس کی بات میں آکر اور اس کو سچا سمجھکر گراں قیمت پر مال خریدے ، یہ بھی بڑے گناہ کی بات اور گندی حرکت ہے ۔

ایسا شخص کئی گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے، یہ شخص اللہ کا نام لے کر جھوٹی قسم

کھا رہا ہے، اس میں جھوٹ بھی ہے اور اللہ کے نام کی توہین بھی ہے، اللہ کے نام کو دوسروں کے پھنسانے اور دھوکہ دینے کا ذریعہ بنا رہا ہے، دوسروں کو دھوکہ دے رہا ہے، محض دنیا کمانے اور اپنا مال زائد نفع میں بیچنے کی خاطر ان تمام گناہوں کا وہ مرتکب ہے۔ اس میں سے ہر گناہ ہی بہت بڑا گناہ ہے، پھر جس کام میں اس طرح کے بہت سارے گناہ جمع ہو جائیں وہ کام کتنا منحوس اور بے برکت اور خدا کے یہاں عذاب والا ہوگا، سچائی اور راست بازی امانت داری کے ساتھ جو تجارت کی جاتی ہے اس میں خیر و برکت ہوتی ہے، دھوکہ اور فریب والی تجارت میں خیر و برکت نہیں ہوتی ہے۔

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

محمد ابوبکر غازی پوری

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ

اندور سے زمزم کے ایک قاری نے مجھ سے فون پر نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں سوال کیا کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے، انھوں نے بتلایا کہ غیر مقلدین جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو مسنون بتلاتے ہیں میں نے فون پر مختصر جواب جو ہو سکتا تھا دے دیا تھا، پھر جب میں نے غیر مقلدین علماء کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو پتہ چلا کہ غیر مقلدین کے مذہب میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا مسنون ہی نہیں بلکہ واجب اور ضروری ہے بلا اس کے نماز جنازہ ہوتی ہی نہیں۔ پھر غیر مقلدین علماء میں سے بعض کے نزدیک نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ زور سے پڑھی جائے گی اور بعض کے نزدیک آہستہ۔

آج کی اس فرصت میں اس مسئلہ پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالنی مقصود ہے۔

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے سلسلہ میں سب سے مضبوط دلیل بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس کا اپنا عمل ہے، بخاری شریف میں ہے۔

(۱) عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس رضي الله عنهما على جنازة فقرأ بفاتحة الكتاب، قال لتعلموا انها سنة۔

حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جنازہ کی نماز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے پڑھی تو آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی پھر فرمایا کہ

میں نے سورہ فاتحہ اس لئے پڑھی ہے کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔

لطف یہ ہے کہ یہی روایت سنن نسائی میں بھی ہے، مگر وہاں اس کے الفاظ یہ ہیں۔

(۲) عن طلحۃ بن عبد اللہ بن عوف قال: صلیت خلف ابن عباس علی جنازۃ فقرأ بفاتحۃ الکتاب و سورۃ وجھر حتی اسمعنا فلما فرغ اخذت بیدہ فسألتہ فقال سنۃ وحق۔

حضرت طلحہ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک جنازہ کی نماز پڑھی تو آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی اور ایک سورہ بھی اور بلند آواز سے پڑھی یہاں تک کہ ہم کو سنایا۔ پھر جب آپ نماز پڑھا چکے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور پھر اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ سنت اور حق ہے۔

(۳) نسائی شریف میں یہی روایت ان الفاظ میں بھی ہے۔

عن طلحۃ بن عبد اللہ قال: صلیت خلف ابن عباس علی جنازۃ سمعتہ یقرأ بفاتحۃ الکتاب فلما انصرف اخذت بیدہ فسألتہ فقلت تقرأ؟ قال نعم انہ حق وسنۃ۔

حضرت طلحہ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو میں نے سنا کہ وہ سورہ فاتحہ پڑھ رہے ہیں، جب آپ نے سلام پھیرا تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ آپ جنازہ میں قرأت کرتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ حق اور سنت ہے۔

نسائی شریف میں حضرت ابو امامہ کی بھی اسی سلسلہ کی ایک روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

(۴) عن ابی امامۃ قال: السنۃ فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ ان یقرأ فی التکبیرۃ الاولی بام القرآن مخافتۃ ثم یکبر ثلاثا والتسلیم عند الآخرۃ۔

حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ جنازہ کی نماز میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں سورہ فاتحہ

آہستہ سے پڑھی جائے پھر تین تکبیر کہی جائے اور آخر میں سلام پھیرا جائے

(۵) ترمذی شریف میں اسی سلسلہ کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ایک روایت یہ ہے۔

عن ابن عباس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھی۔

مگر یہ روایت ناقابل اعتبار ہے، خود امام ترمذی نے اس کا فیصلہ فرما دیا فرماتے ہیں:

حدیث ابن عباس حدیث لیس اسنادہ بذالک القوی

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث قوی نہیں ہے۔

اور کیوں قوی نہیں ہے؟ تو ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان ہے اور وہ منکر الحدیث ہے، حافظ ابن حجر اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ متروك الحدایث کہ اس کی حدیث کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے، (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۴۲)

(۶) ابن ماجہ میں حضرت ام شریک سے ایک حدیث ان الفاظ سے مروی ہے۔

ام شریك الانصاریۃ قالت: امرنا رسول اللہ ان نقرأ علے الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب۔

حضرت ام شریک انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھیں۔

لیکن یہ روایت بھی قوی نہیں ہے، مولانا مبارکپوری تحفۃ الاحوذی میں حافظ ابن حجر سے نقل کر کے فرماتے ہیں فی اسنادہ ضعف یسیر یعنی اس کی سند میں کچھ ضعف ہے۔

یہ ہیں وہ روایتیں جن کی بنیاد پر غیر مقلدوں نے نماز جنازہ میں بطور تلاوت سورہ فاتحہ پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے اور جمہور اہل اسلام کی مخالفت کی ہے۔ قبل اس کے کہ ہم

نسائی اور بخاری کی روایت اور دیگر روایتوں پر تحقیقی نظر ڈالیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہ بتلادیں کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب اس بارے میں جو روایتیں ہیں سب کی سب ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں۔ سنیئے اس بارے میں غیر مقلدوں کے بڑوں میں سے حافظ ابن قیم حافظ ابن تیمیہ کے شاگرد کا فیصلہ، ابن قیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں :

ویذکر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ امر ان یقرأ علی الجنازة بفاتحۃ الکتاب، ولا یصح اسنادہ۔

یعنی آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا جاتا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا تھا (جن روایتوں میں یہ ہے) اس کی سند صحیح نہیں ہے ابن قیم کا یہ بیان سو فی صد صحیح ہے کوئی شخص صحیح سند سے یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ آنحضور نے صحابہ کرام کو نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا تھا، اس سلسلہ میں جو کچھ صحیح طور پر ثابت ہے وہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوامامہ کا اپنا عمل اور قول ہے، صحابہ کرام میں سے ان دو کے علاوہ کسی اور سے صحیح سند سے یہ ثابت نہیں ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو اس نے آنحضورؐ کی سنت بتلایا ہو، آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں خلفائے راشدین کا جو مقام ہے اس سے کون ناواقف ہے، مگر کسی ایک بھی خلیفہ راشد سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اس نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھا ہو یا اس کو آنحضورؐ کی سنت بتلایا ہو، بلکہ جیسا کہ آئندہ چل کر معلوم ہوگا کہ بعض خلفائے راشدین سے بطور صراحت ثابت ہے کہ وہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔

پورے ذخیرۂ احادیث میں صرف حضرت ابن عباس اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما ہی سے صحیح سند سے یہ مروی ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے، اسلئے ہم اپنی گفتگو کا مرکز انھیں دونوں صحابہ کی دونوں حدیثوں کو بناتے ہیں اور ان حضرات کی حدیث سے فی الاصل کیا ثابت ہوتا ہے وہاں تک پہنچنے کی ہم کوشش کریں گے۔

بخاری شریف میں امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عوف سے جو کچھ نقل کیا ہے اسے آپ ایک بار اور پڑھ لیں۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ صلیت خلف ابن عباس رضی اللہ عنھما علی جنازۃ فقرأ بفاتحۃ الکتاب، قال: لتعلموا انھا سنۃ۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ تاکہ تم لوگ جان لو کہ یہ سنت ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایسے جلیل القدر محدث ہیں کہ ان کے بارے میں زیادہ لب کشائی کرنے کی میں اپنے اندر جرأت نہیں پاتا، تاہم اس حقیقت کا اظہار صورت واقعہ کو بیان کرنے اور اظہار حق اور مسئلہ کی شرعی حیثیت کو واضح کرنے کیلئے ضروری ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کبھی حدیث کا ایسا اختصار کرتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ اور مسئلہ کی اصل حقیقت واضح نہیں ہو پاتی، حدیث کا مفہوم کچھ ہوتا ہے اور امام بخاری کے اختصار سے اس کا مفہوم بالکل دوسرا ہو جاتا ہے (۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث ذکر کی ہے

---

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حدیث میں حذف واختصار کی ایک بہت ہی عجیب وغریب مثال مزید ملاحظہ فرمائیے: مسلم شریف میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حضرت عطار کی روایت سے قرأت خلف الامام کے سلسلہ کی یہ حدیث ہے۔ سألت زید بن ثابت عن القرأۃ مع الامام؟ فقال: لا قرأۃ مع الامام فی شیٔ وزعم انہ قرأ علی رسول اللہ والنجم اذا ھوی فلم یسجد، یعنی حضرت عطار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ مقتدی کو قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا تو حضرت زید نے فرمایا کہ امام کے ساتھ کچھ پڑھنا نہیں ہے، اور حضرت زید نے یہ بھی کہا کہ انھوں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر سورہ والنجم کی تلاوت کی تو اس میں انھوں نے سجدہ نہیں کیا۔

حضرت زید کی یہ روایت اس بات میں صریح تھی کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنا درست نہیں ہے، چونکہ یہ بات امام بخاری کے مذہب کے خلاف تھی اس وجہ سے جب انھوں نے اس حدیث کو مسلم ہی والی سند سے اپنی کتاب بخاری شریف میں ذکر کیا تو انھوں نے قرأت خلف الامام والی بات کو حدیث

وہی حدیث نسائی میں پوری مذکور ہے، مضمون کے شروع میں تیسری حدیث دیکھئے طلحہ بن عبداللہ بن عوف فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس کے پیچھے ایک جنازہ کی نماز پڑھی تو میں نے سنا کہ وہ سورہ فاتحہ پڑھ رہے ہیں تو جب انھوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور پوچھا کہ آپ جنازہ میں قرأت کرتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ ہاں یہ حق ہے اور

سے بالکل اڑا دیا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو سجدہ تلاوت کے بیان میں ذکر کیا ہے اور ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے عن عطاء بن یسار انہ اخبرہ انہ سأل زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فزعم انہ قرأ على النبي والنجم فلم يسجد فيها۔ دیکھئے امام بخاری نے حضرت عطاء حضرت زید بن ثابت سے جس مسئلہ قرأت خلف الامام کے بارے میں سوال کیا تھا اس کو بالکل حذف کردیا، اور جواب حضرت عطاء نے پوچھی نہیں تھی اس کو ذکر کیا، امام بخاری کی حدیث میں قطع برید سے حدیث کی عبارت بھی غلط سلط ہوگئی۔ مسلم میں جو پوری روایت ہے اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں اور امام بخاری نے حدیث کی جو عبارت ذکر کی ہے اس کا ترجمہ ملاحظہ فرما کر آپ خود اندازہ لگالیں کہ حدیث کا کیا یہی مفہوم تھا۔ ترجمہ یہ ہے۔

ابن قسیط عطاء بن یسار سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عطاء نے ان کو بتلایا کہ انھوں نے

زید بن ثابت سے پوچھا تھا پس زید بن ثابت نے کہا کہ انھوں نے آنحضور سورہ والنجم کی تلاوت کی تھی تو آپ نے سجدہ نہیں کیا۔

حضرت عطاء نے جس بات کو پوچھا تھا اس کو امام بخاری نے حذف کرکے حدیث کا مفہوم ہی کچھ سے کچھ کردیا۔

حافظ ابن حجر جو امام بخاری کے بڑے مداح ہیں وہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے حضرت زید بن ثابت کے اثر کو جن سے ان کو غرض نہیں تھی حذف کردیا اور اس وجہ سے بھی حذف کردیا کہ امام بخاری حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ (فتح الباری ص۵۵۵ ج۲)

سنت ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ اس پوری اور مکمل حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس کا جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا ایک اجنبی اور غیر معروف عمل تھا، جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا صحابہ کرام کا معمول نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ طلحہ بن عبداللہ کو حضرت ابن عباس کا یہ عمل باعثِ تعجب معلوم ہوا اور ان کو اس بارے میں سوال کرنا پڑا، اگر صحابہ کرام میں یہ سنت رائج ہوئی تو حضرت طلحہ کو اس پر تعجب کیوں ہوتا اور حضرت عبداللہ بن عباس سے سوال کرنے کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی، نیز یہ معلوم ہوا کہ خود حضرت طلحہ بن عبداللہ نے وہاں کے عام رواج کے مطابق جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تھی۔ اگر انھوں نے سورہ فاتحہ کو پڑھا ہوتا تو وہ اس بارے میں حضرت ابن عباس سے سوال کیوں کرتے اور انھیں حضرت ابن عباس کے سورہ فاتحہ پڑھنے پر تعجب کیوں ہوتا؟

غرض حضرت طلحہ والی یہ حدیث خود بانگ دہل بتلا رہی ہے کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی جاتی تھی، اگر آنحضور کا یہ کوئی دائمی عمل ہوتا اور سورہ فاتحہ پڑھنا بطور قرأت مشروع ہوتا تو ناممکن تھا کہ صحابہ کرام سے یہ سنت پوشیدہ رہتی اور حضرت ابن عباس کو یہ بتلانے کی ضرورت پڑتی کہ یہ سنت ہے جب کہ جنازہ کا معاملہ کبھی کبھار کا معاملہ نہیں ہے وہ تو عموماً پیش آنے والا معاملہ ہے اور جنازہ کا سنت طریقہ کیا ہے اور کیا نہیں ہے ہر عام و خاص کو معلوم ہوتا ہے خصوصاً صحابہ کرام کا زمانہ ایسا نہیں تھا کہ عموماً پیش آنیوالا جنازہ کا صحیح اور مسنون طریقہ بھی انھیں معلوم نہ ہو۔ بہر حال حضرت ابن عباس جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا خود اجنبی فعل تھا اور صحابہ میں یہ فعل غیر معمول بہ اور غیر معروف تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام مالک کو یہ کہنا پڑا کہ لیس ذالك بمعمول به انما هو الدعاء ادركت اهل بلادنا على هذا (المدونة ص۱۷۴ ج ۱) یعنی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے پر عمل نہیں ہے، جنازہ میں تو صرف میت کیلئے دعا ہے، میں نے اہل مدینہ کو اسی پر پایا ہے۔

غرض اگر امام بخاری کی مختصر حدیث کو نہیں بلکہ نسائی میں جس طرح یہ پوری حدیث ہے

اس کو سامنے رکھا جائے تو خود اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عہد صحابہ میں سورۂ فاتحہ کا بطور قرأت کے پڑھنا نماز جنازہ میں متعارف عمل نہیں تھا، اور نہ اس سنت پر عام صحابہ کرام کا عمل تھا۔ اور صحابہ کرام کے درمیان جو چیز غیر متعارف ہو اس کو آنحضورؐ کی سنت نہیں قرار دیا جا سکتا ورنہ صحابہ کرام پر الزام عائد ہوگا کہ انھوں نے آنحضور کی سنت سے لاپرواہی برتی۔ میں زمزم میں بار بار یہ بتلا چکا ہوں کہ آنحضور کی متعارف سنت وہی عمل ہوگا جسے عام صحابہ کرام نے اپنی زندگی کا دائمی یا اکثری معمول بنایا ہو، اور وہ عمل آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا دائمی یا اکثری معمول بہ رہا ہو، گاہے گاہے عمل کو سنت مستمرہ کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

اب سوال یہ ہے کہ جب اس مسئلہ کی صورت حال یہی ہے کہ آنحضور سے یا خلفائے راشدین یا عام صحابہ کرام سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا بطور قرأت کے ثبوت نہیں ہے تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یا حضرت ابو امامہ نے یہ کیوں فرمایا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے؟ تو گذارش ہے کہ حضرت ابن عباس یا حضرت ابو امامہ نے سورہ فاتحہ پڑھنے کو بطور قرأت سنت نہیں فرمایا ہے بلکہ ان حضرات کا مقصود یہ تھا کہ جس طرح نماز جنازہ میں تکبیر اولیٰ کے بعد ثنا اپنے مخصوص متعارف الفاظ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اسی طرح یہ بھی سنت ہے کہ سورہ فاتحہ کو بھی نماز جنازہ میں بطور ثنا پڑھا جائے، آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سورہ فاتحہ کا بطور ثنا پڑھنا ثابت ہے۔ مگر چونکہ یہ طریقہ صحابہ کرام کا عام طور پر معمول بہ نہیں تھا، اس لئے حضرت ابن عباس نے ایک دفعہ نماز جنازہ میں زور سے ثنا کی جگہ سورہ فاتحہ پڑھ کر بتلا دیا کہ نماز جنازہ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اللہ کی حمد و ثنا سورہ فاتحہ سے کی جائے۔ حضرت ابو امامہ کی حدیث کا بھی یہی مطلب ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس یا حضرت ابو امامہ کی حدیث میں ثنا کا الگ سے کہیں ذکر نہیں ہے اگر سورہ فاتحہ کا نماز جنازہ میں پڑھنا بطور تلاوت ہوتا جیسا کہ عام نمازوں میں ہوتا ہے تو پھر الگ سے ثنا پڑھنے کا ذکر بھی تکبیر اولیٰ کے بعد ہونا چاہئے تھا، مگر کسی حدیث میں اس کا

ذکر نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ کو حضرت ابن عباس نے ثنا کی جگہ پڑھا تھا اور چونکہ یہ مسلمانوں کے عام معمول کے خلاف تھا اس وجہ سے حضرت طلحہ کو اس پر تعجب ہوا اور انھوں نے اس پر اعتراض کیا، تب حضرت ابن عباس نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ بھی آنحضور کا ایک طریقہ تھا۔

سورہ فاتحہ کا نماز جنازہ میں پڑھنا بطور تلاوت نہیں تھا بلکہ ثنا کی جگہ تھا اس کی وضاحت حضرت ابوامامہ والی روایت میں ہے جسکے الفاظ یہ ہیں۔

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں سورہ فاتحہ آہستہ سے پڑھی جائے پھر تین تکبیر کہی جائے اور آخر میں سلام پھیرا جائے۔

اس حدیث میں غور فرمائیں کہ پہلی تکبیر کے بعد صرف سورہ فاتحہ کا ذکر ہے جو ثنا کی جگہ ہے، پھر جو تین تکبیریں ہیں ان میں دوسری میں درود شریف پڑھی جاتی ہے، تیسری تکبیر میں میت کیلئے دعا پڑھی جاتی ہے، اور چوتھی تکبیر کہنے کے بعد سلام پھیر کر نماز ختم کردی جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابوامامہ کی حدیث کا یہی مطلب ہے، اس مطلب کو اختیار کرنے پر کسی قسم کا کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا نہ جمہور مسلمین کی مخالفت کا الزام عائد ہوتا ہے۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک سورہ فاتحہ کو اگر ثنا کی جگہ پڑھا جائے تو جائز ہے، اور یقیناً یہ طریقہ بھی آنحضورؐ سے ثابت ہے ورنہ حضرت ابن عباس یا حضرت ابوامامہ جیسے اجلاء صحابہ اس کو آنحضور کی سنت نہ بتلاتے۔ اور جو میں نے یہ کہا کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا بطور تلاوت نہیں بلکہ بطور ثنا پڑھنا بعض صحابہ کرام کا معمول تھا، اس کی تائید مزید حضرت حافظ ابن عبد البر کے اس بیان سے ہوتی ہے جس کو انھوں نے اپنی مشہور کتاب الکافی میں ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ ولیس فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ قراءۃ عند مالک واصحابہ وجماعۃ من اھل المدینۃ وقال جماعۃ من کبراء اھل المدینۃ یقرأ بعد التکبیرۃ الاولی بام القرآن وبعد الثانیۃ

يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ثم يدعو للميت بعد الثالثة

یعنی نماز جنازہ میں قرآن کا پڑھنا امام مالک اور ان کے اصحاب اور اہل مدینہ کی ایک جماعت کے نزدیک نہیں ہے، اور اہل مدینہ کے بڑوں کی ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ تکبیر اولیٰ کے بعد سورہ فاتحہ پڑھا جائے گا، اور دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری کے بعد میت کیلئے دعا کی جائے گی ۔

دیکھئے حافظ ابن عبد البر کے اس بیان سے بھی معلوم ہوا کہ اہل مدینہ سے جن لوگوں کے نزدیک سورہ فاتحہ کا پڑھنا مشروع ہے اس کی جگہ ثنا کی جگہ ہے نہ کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا بطور تلاوت مسنون ہے ۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورہ فاتحہ کو بطور دعا پڑھا جائے گا ۔ وہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں ۔

ومن السنة قراءة فاتحة الكتاب لانها خير الادعية واجمعها (۳۶/۲)

یعنی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا مسنون ہے اس وجہ سے کہ وہ بہترین اور جامع ترین دعا ہے ۔

یعنی شاہ صاحب بھی بطور تلاوت نہیں بلکہ سورہ فاتحہ کو نماز جنازہ میں بطور دعا پڑھنے کو مسنون قرار دیتے ہیں، غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز جنازہ میں کوئی متعین دعا نہیں ہے کہ اسی کو پڑھا جائے گا دوسری دعا کو نہیں پڑھا جا سکتا ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

لم يوقت لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قولا ولا قراءة واختر من الدعاء ما اطيبه ۔

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے نماز جنازہ میں کوئی متعین دعا اور متعین قرآن کا پڑھنا مخصوص نہیں کیا ہے، اچھی سے اچھی جو دعا ہے اس کو پڑھو ۔

اس سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ کو بطور دعا بھی پڑھا جا سکتا ہے اسلئے کہ بقول حضرت

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بہترین اور جامع ترین دعا ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں کو سکھلایا ہے ۔

اب تک کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کرنا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا بطور تلاوت مسنون ہے حقائق کی روشنی میں صحیح نہیں ہے، اور بخاری شریف اور نسائی شریف کی اس بارے میں جن روایتوں کو انھوں نے اپنا مستدل قرار دیا ہے ان کا قطعاً وہ مطلب نہیں ہے جو انھوں نے سمجھا ہے اور حق اور صحیح بات یہی ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کو بطور تلاوت کرنا آنحضور سے یا خلفاء راشدین سے یا کبار صحابہ اور جمہور مسلمین سے ثابت نہیں ہے، ہاں سورہ فاتحہ کو ثنا کی جگہ پر بطور حمد و ثنا یا بطور دعا پڑھا جا سکتا ہے اس کا کوئی منکر نہیں ہے اور یہی احناف کا بھی مسلک ہے ۔ (۱)

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ حضرت امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا جو یہ مسلک ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ بطور تلاوت پڑھنا مسنون نہیں ہے تو اس کے دلائل کیا ہیں، تو پہلے یہ معلوم کر لیجئے

---

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت پر عمل میں ایک اشکال یہ بھی ہے کہ ان کی روایات میں الگ الگ بات ہے۔ بخاری کی روایت میں صرف سورہ فاتحہ کا ذکر ہے کسی اور سورہ کا ذکر نہیں ہے، نیز اس میں جہر کا لفظ بھی نہیں ہے، نسائی شریف کی انھیں کی روایت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ ایک مزید سورہ کا بھی ذکر ہے ، اور اس میں جہر و اسمعنا کا لفظ بھی ہے کہ زور سے پڑھا اور ہم کو سنایا ، نسائی شریف کی دوسری روایت میں صرف سورہ فاتحہ کا ذکر ہے اس میں جہر و اسمعنا کا لفظ بھی نہیں ہے ، یہ سب روایتیں حضرت عبداللہ بن عوف ہی کے طریق سے ہیں، اب واللہ اعلم اس میں سے کون سی روایت صحیح ہے اس کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ محدثین کی اصطلاح میں اس طرح کی روایت مضطرب کہلاتی ہے جو قابل حجت و استدلال نہیں ہوتی ہے ۔ نورالدین نوراللہ الاعظمی

کہ نماز جنازہ عام نمازوں کی طرح سے کوئی نماز نہیں ہے کہ اس میں سورہ فاتحہ پڑھنا مسنون یا واجب ہو، حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ کا مقصود میت کیلئے دعا کرنا ہے، فرماتے ہیں و مقصود الصلوٰۃ علی الجنازۃ ھو الدعاء للمیت۔ یعنی نماز جنازہ کا مقصود میت کیلئے دعا کرنا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ و انما شرعت الصلوٰۃ علی المیت لان اجتماع امۃ من المومنین شافعین للمیت لہ تاثیر بلیغ فی نزول الرحمۃ علیہ (حجۃ اللہ البالغہ ص۳۶) یعنی میت پر نماز اسلئے مشروع ہوئی ہے کہ اہل ایمان کی ایک جماعت کا میت کی شفاعت کیلئے جمع ہونا اللہ کی اس پر رحمت کے نازل ہونے کیلئے بڑا موثر ذریعہ ہے۔

غرض نماز جنازہ میت کی شفاعت کی دعا اور اس کی بخشش کی دعا کیلئے ہے، جب کہ نماز پنجگانہ کا مقصود اللہ سے مناجات اور اس کے دربار میں پانچ وقت کی حاضری اپنی عبدیت کا اظہار ہے، اور یہی وجہ ہے کہ نماز پنجگانہ تو ہر عاقل بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے اور مردوں کیلئے نماز باجماعت مسجد میں پڑھنے کی تاکید ہے جبکہ نماز جنازہ سب پر پڑھنا فرض نہیں ہے۔ یہ نماز فرض کفایہ ہے کچھ لوگوں نے پڑھ لیا تو سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہوجاتا ہے، اور چونکہ دونوں نمازیں الگ الگ اور ان کا مقصود بھی الگ الگ ہے اس وجہ سے ان کے احکام بھی الگ الگ ہیں اور ان کا طریقہ بھی الگ الگ ہے، نماز جنازہ کس طرح سے پڑھی جائیگی تو اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ملاحظہ ہو جس کو امام مالک نے اپنی کتاب مؤطا میں ذکر کیا ہے۔

حضرت سعید اپنے والد حضرت ابو سعید سے ذکر کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں؟ تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ بخدا میں تم کو اس کا طریقہ بتلاؤں گا۔ میں گھر والوں کے ساتھ جنازہ میں شریک ہوتا ہوں، جب جنازہ نماز کیلئے رکھا جاتا ہے تو میں تکبیر کہتا ہوں اور اللہ کی حمد

وثنا کرتا ہوں، پھر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں، پھر میں یہ دعاء پڑھتا ہوں اللّٰھم انہ عبدك وابن عبدك الخ

اس روایت میں جو بالکل صحیح روایت ہے اور نماز جنازہ کا حضرت ابوہریرہ نے طریقہ بتلایا ہے ناظرین دیکھ لیں اس میں کہیں سورہ فاتحہ پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔

مؤطا ہی میں حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں ان کے شاگرد حضرت نافع فرماتے ہیں۔ ان عبد اللہ کان لایقرأ فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ یعنی نماز جنازہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت نہیں کرتے تھے۔

بدائع صنائع میں ہے۔ روی عن عبد الرحمٰن وابن عمر انھما قال لیس فیھا قرأۃ شئ من القرآن (ص ۳۱۳/۱) یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ نماز جنازہ میں قرآن سے کچھ پڑھنا نہیں ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علی سے یہ روایت ہے۔

عن علی انہ کان اذا صلّٰی علٰی میت یبدأ بحمد اللہ ویصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم یقول اللّٰھم اغفر لاحیائنا واموانتا والف بین قلوبنا واصلح ذات بیننا واجعل قلوبنا علی قلوب خیارنا۔ (ص ۲۹۵) یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ پڑھتے تو پہلے اللہ کی حمد وثنا کرتے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے پھر یہ دعا پڑھتے اللھم اغفر لاحیائنا واموانتا الخ

مدونہ میں ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ و حضرت عبید بن فضالہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت واثلہ بن اسقعؓ، حضرت قاسمؒ، حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت ابن مسیب، حضرت ربیعہ حضرت عطاء، حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ یہ تمام اجلاء وکبار صحابہ وتابعین لم یکونوا یقرأون فی الصلوٰۃ علی المیت نماز جنازہ میں قرآن نہیں پڑھا

کرتے تھے۔ (ص ۴۷،۱۲۱)

حضرت امام شعبی جن کی ملاقات پانچ صحابی سے ثابت ہے ان کے بارے میں مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ وہ نماز جنازہ کے بارے میں فرماتے تھے۔

پہلی تکبیر میں اللہ کی حمد اور ثنا کی جائیگی، دوسری میں درود شریف اور تیسری تکبیر میں میت کیلئے دعا کیجائیگی اور چوتھی تکبیر سلام کیلئے ہوگی۔

حضرت ابراہیم نخعی حضرت حماد حضرت عطا، حضرت طاؤس حضرت بکر بن عبداللہ، حضرت ابوالعالیہ وغیرہ جلیل القدر تابعین میں سے کوئی ایک بھی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا قائل نہیں تھا جس کی پوری تفصیل مصنف ابن ابی شیبہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اس تفصیل سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ یا قرآن کا کچھ حصہ پڑھنے کا عمومی رواج نہیں تھا اور نہ قرآن کا پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعارف سنت تھی ورنہ غیر ممکن تھا کہ یہ سنت حضرت عمر حضرت علی جیسے اجلاء صحابہ اور خلفاء راشدین میں سے مخفی رہتی اور حضرت ابن عمر جیسا سنت کا شیدائی یہ کہتا کہ نماز جنازہ میں قرآن کی قرأت و تلاوت نہیں ہے۔

انھیں دلائل کی روشنی اور انھیں اکابر صحابہ وکبار تابعین کی تقلید واتباع میں حضرات مالکیہ اور حضرات احناف کا عمل یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ یا قرآن کا کوئی حصہ بطور تلاوت مشروع ومسنون طریقہ نہیں ہے، ہاں سورہ فاتحہ یا قرآن کا کوئی اور حصہ بطور ثنا یا دعا کے پڑھا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوامامہ کی روایت کا تقاضا ہے۔

البتہ زور سے نماز میں نہ دعا پڑھنی ثابت ہے اور نہ سورہ فاتحہ یہ غیر مقلدین کا بالکل شاذ عمل ہے اور شیعوں کی اقتدا اور ان کی تقلید ہے، تمام اہلسنت نماز جنازہ میں جو کچھ پڑھتے ہیں آہستہ پڑھتے ہیں اور اسی کا ثبوت صحیح حدیث سے ہے، نماز جنازہ زور سے پڑھنا یہ شیعوں کا مذہب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ

جو ایک دفعہ زور سے پڑھا تھا اس کی وجہ انھوں نے خود حدیث میں بتلا دی تھی کہ لتعلموا انہا سنۃ تاکہ تم لوگ جان لو کہ سورہ فاتحہ کا بطور حمد و ثنا پڑھنا بھی نماز جنازہ کا ایک طریقہ ہے نہ یہ کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ یا دعا یا کوئی اور چیز کا زور سے پڑھنا مسنون ہے، بطور تعلیم خود آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بعض ان چیزوں کا جن کا سراً پڑھنا مسنون ہے کبھی ان کا جہراً پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اب اگر ان احادیث کے پیش نظر کوئی ان کو سراً کی جگہ جہراً ہی پڑھنا شروع کر دے تو حدود شرع سے تجاوز کرنیوالا ہوگا۔

صہ۳۹ کا بقیہ :

لکھتے لکھتے جب قلم کا مسافر تھک جاتا تو قلم رکھ کر یہ شعر پڑھتے ؎

لئن کان ھذا الدمع یجری صبابۃ

علی غیر سعدی فھو دمع مضیع

۶۷۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ بعد میں اندازہ لگایا گیا تو چار کاپیاں روزانہ کے حساب سے تالیفی رفتار رہی ہے

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

پیش کردہ

نورالدین نوراللہ الاعظمی

ارشادات

حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رح

اعتراض کرنا آسان ہوتا ہے، کام مشکل ہوتا ہے

(۱) ایک دوست مجھ سے کہنے لگے امام ابوحنیفہ چالیس سال تک عبادت کرتے رہے تو وہ بیوی کے حقوق کیسے ادا کئے ہوں گے ؟

میں نے کہا کہ آپ امام ابوحنیفہ کی بیوی ہیں یا انکی بیوی کے وکیل ہیں، آپ کو اس کی فکر کیوں ستا رہی ہے، امام ابوحنیفہ پر اعتراض تو وہ کرے جس کا حق ضائع ہوا ہو، کیا امام صاحب کی بیوی نے کبھی یہ فرمایا تھا کہ میرا حق پورا نہیں ہو رہا ہے، تو بیوی کو تو اعتراض نہیں ہوا، اور آپ کو بیوی کا حق ضائع ہونے کا خیال ستا رہا ہے۔

اچھا بتلائیے کہ امام صاحب کی اولاد ہوئی تھی یا نہیں ؟ اگر امام صاحب کی اولاد ہوئی تھی تو یہ بیوی کا حق ادا کئے بغیر کیسے ہوئی ؟

اعتراض کرنا بہت آسان ہے، مگر کام کرنا مشکل ہے، امام ابوحنیفہ جیسی عبادت کی جسے توفیق میسر نہیں ہوتی ہے، تو اسے اعتراض سوجھتا ہے اور امام ابوحنیفہ کی بیوی کی فکر اسے ستاتی ہے۔

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا لقب صادق اور امین تھا، آپ صلے اللہ علیہ وسلم ایسے امین تھے کہ کافر بھی اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھا کرتے تھے، امام صاحب کا جس دن انتقال ہوا اس دن پانچ لاکھ کی امانتیں لوگوں کی آپ کے پاس گھر میں پڑی ہوئی تھیں۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ امام صاحب کی امانت پر وہ اعتراض کرتا ہے جو اس

لائق نہیں ہے کہ لوگ اس کے پاس پانچ روپے بھی امانت رکھیں۔

امام کی تقلید دراصل خدا اور رسول کی اطاعت ہے

۲۔ امام کا لفظ جو آپ روزانہ استعمال کرتے ہیں کبھی آپ نے اس پر غور کیا ہے؟ ابھی آپ نے عشار کی نماز با جماعت ادا کی ہے، تو مصلی پر امام ایک تھا یا چار، ایک ہی تو تھا، کبھی آپ کے دل میں یہ شک گزرا کہ ہم نے اس کی تقلید میں جو نماز پڑھی ہے وہ اللہ کیلئے نہیں اس امام کیلئے پڑھی ہے، آپ نے رکوع امام کیلئے کیا ہے، آپ نے سجدہ امام کیلئے کیا ہے؟ امام نے رکوع کیا تو آپ نے رکوع کیا، امام کے سجدہ کرنے پر آپ نے سجدہ کیا مگر کبھی آپ کے دل میں یہ وسوسہ نہیں گزرتا کہ آپ رکوع امام کیلئے کر رہے ہیں، سجدہ امام کیلئے کر رہے ہیں، بلکہ آپ سمجھتے ہیں کہ امام کی تابعداری اور تقلید میں جو رکوع کیا ہے وہ اللہ کیلئے امام کی تقلید میں جو سجدہ کیا ہے وہ اللہ کیلئے ہے، امام کی اقتدار میں جو نماز پڑھی ہے وہ اللہ کیلئے ہے۔

اب اگر کوئی جاہل کہے کہ امام کی تقلید میں جو رکوع کیا گیا ہے جو سجدہ کیا گیا ہے جو نماز پڑھی گئی ہے، وہ اللہ کیلئے نہیں ہے وہ امام کیلئے ہے وہ شرک ہے تو آپ اسے کیا کہیں گے، اس کی جہالت کا رونا روئیں گے یا نہیں؟ آپ کہیں گے کہ یہ آدمی نہیں شیطان ہے، جو لوگوں کے ذہنوں میں غلط وسوسہ ڈال رہا ہے۔

اسی طرح جب کوئی آدمی کسی فقہ کے امام کی تقلید کرتا ہے تو وہ دین پر عمل اللہ کے لئے کرتا ہے، اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے، امام کو اس نے صرف واسطہ اور ذریعہ بنایا ہے اسلئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ دین کا علم ان کو ہم سے زیادہ ہے، ہم خود سے قرآن و حدیث سمجھیں گے تو گمراہی کے راستہ پر جا پڑیں گے۔

(۳) آپ امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو اس کا ثواب تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ہوتا ہے، تنہا نماز پڑھیں گے تو ثواب کم ملے گا، حالانکہ دونوں نمازیں آپ نے اللہ کیلئے پڑھی ہیں، مگر گھر میں سجدہ کریں تو ثواب کم، امام کے ساتھ سجدہ کریں تو ثواب

زیادہ، توامام کے پیچھے چلنے کا ثواب کون بڑھا رہا ہے، اللہ نے بڑھایا یا کسی اور نے ؟ تو امام کے پیچھے ہونے کی قیمت اللہ بڑھا رہا ہے، امام کے پیچھے ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ کے ساتھ مل کر ہم خدا کی اطاعت کرتے ہیں۔

عجیب بات

(۴) عجیب بات یہ ہے کہ امام صاحب نے دونوں دور پائے ہیں، اموی دور بھی اور عباسی دور بھی، اموی حکومت نے آپ کو کوڑے لگوائے، عباسیوں نے آپ کو زہر دیکر شہید کیا، وجہ کیا تھی ؟ حکومتیں نہیں چاہتی تھیں کہ امام صاحب کی فقہ اتنی پھیل جائے اور ان کا اثر رسوخ ہوجائے لیکن فقہ حنفی زمانے کی ضرورت تھی، جس طرح مدرس کو نصاب کی ضرورت ہے، قاضی کو فیصلوں کی ضرورت تھی، حکومت کی مخالفت کے باوجود ہر مسجد میں فقہ حنفی پہونچ رہی تھی، ہر عدالت میں فقہ حنفی پہونچ رہی تھی ہر جگہ فقہ حنفی پہونچ رہی تھی، حکومتیں مخالفت کر رہی تھیں، مگر فقہ حنفی پھیل پھیل کر ساری دنیا میں پہونچ رہی تھی۔

امام صاحب کا استغناء

(۵) ایک دفعہ خلیفہ نے کہا کہ امام صاحب کو پیسے بھیجے جائیں، امام صاحب کو پتہ چلا، آپ نے خادم سے کہا کہ جب لوگ پیسہ لے کر آئیں تو کہہ دینا امام صاحب آج بات نہیں کریں گے، خلیفہ کا آدمی ہزار روپیہ لے کر آیا، امام صاحب خاموش رہے وہ رکھ کر چلا گیا، اس کے جانے کے بعد امام صاحب نے ایک پرچی لکھ کر اس میں رکھ دی کہ یہ خلیفہ کی امانت ہے، اور بیٹے کو وصیت فرمائی کہ جب میرا انتقال ہوجائے، جیسے باقی امانتیں واپس کروگے ویسے ہی یہ خلیفہ کی امانت بھی واپس کر دینا۔

امام صاحب نے دو وصیتیں فرمائی تھیں ایک یہ کہ مجھے اس قبرستان میں مت دفن کرنا، دوسرے یہ کہ ہزار روپیہ واپس کر دینا، تو جب وہ ہزار روپیہ لے کر پہونچا اور پیش کیا تو ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ امام صاحب نے یہ وصیت کی ہے کہ اس قبرستان میں دفن نہ کرنا یہ غصب کیا ہوا ہے تو خلیفہ منصور کہتا ہے امام صاحب تم جب زندہ تھے تب بھی ہم تم سے بچ نہیں سکتے تھے اب

مرجانے کے بعد بھی تم نے ہمیں معاف نہیں کیا۔ اب تمہاری یہ وصیت قیامت تک زندہ رہے گی
اور ہماری بددیانتی ہمیشہ کیلئے باقی رہے گی۔

فقہ حنفی اپنی قوت اور صلاحیت سے پھیلی ہے

(۹) آپ نے ہمیشہ یہ دیکھا ہے جس کا رعب دبدبہ ہو جائے حکومت اس کو دبانے کی کوشش کرتی ہے کہ کہیں یہ حکومت کیلئے مسئلہ نہ بن جائے۔ حکومت اس کے خلاف ہوتی ہے۔ اموی حکومت اور عباسی حکومت دونوں امام صاحب کے خلاف تھیں، امام صاحب حکومت سے ہمیشہ کنارہ کش تھے۔

مگر غیر مقلدین پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ فقہ حنفی حکومت کے ذریعہ پھیلی ہے یہ پروپیگنڈہ اسی طرح کا ہے جیسے کافر انگریز کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔

اسلام اپنی قوت اور صلاحیت سے پھیلا ہے، فقہ حنفی اپنی قوت اور صلاحیت سے پھیلی ہے۔

کب کسی حنفی نے کہا ہے کہ وہ بلا سورہ فاتحہ نماز پڑھتا ہے

بخاری شریف میں ہے کہ بلا سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی ہے، تو ہم نے کسی دن کہا ہے کہ ہم بغیر سورہ فاتحہ کے نماز پڑھتے ہیں۔ جو ہم کہتے ہیں وہ دیکھو، جیسے روایات میں ہے لا جمعۃ الا بالخطبۃ کہ جمعہ کے بغیر خطبہ نہیں ہوتا، کیا آپ سب لوگ خطبہ پڑھتے ہیں؟ ہم جب نہیں پڑھتے صرف امام خطبہ پڑھتا ہے تو کیا آپ باہر جا کر کہتے ہیں کہ ہم بغیر خطبہ کے نماز پڑھ کر آئے ہیں؟ نہیں بلکہ آپ کہتے ہیں کہ ہم نے خطبہ والا جمعہ پڑھا ہے، اذان سے صرف مؤذن دیتا ہے، مگر سارے مصلی یہی کہتے ہیں کہ ہم نے اذان والی نماز پڑھی ہے، اقامت صرف ایک آدمی کہتا ہے، مگر آپ سب کہتے ہیں کہ ہم نے اقامت والی نماز پڑھی ہے، تو جس طرح خطبہ سارے مصلیوں کی طرف سے ہوتا ہے، ایک کی اذان سارے مصلیوں کی طرف سے ہوتی ہے ایک کی اقامت سب کی طرف سے ہوتی ہے، امام کا سترہ سارے مصلیوں کا سترہ کہلاتا ہے اسی طرح امام کی قرأت سارے مصلیوں کی طرف سے ہوتی ہے، یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے ہیں بلکہ اللہ کے

پاک پیغمبر نے فرمایا ہے من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ جو امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو امام کی طرف سے پڑھی ہوئی فاتحہ اور سورت اس کی طرف سے بھی ہو جاتی ہے۔

ہاں غیر مقلدین کے ذمہ یہ ہے کہ وہ بتلائیں کہ امام کی قرأت مصلی کی طرف سے ایک سو تیرہ میں ہو جاتی ہے تو ایک سو چودہ میں کیوں نہیں ہوگی غیر مقلدین بھی امام کے ساتھ ایک سو تیرہ سورتیں نہیں پڑھتے ہیں۔

ایک واقعہ

(۸) ایک لڑکا میرے پاس آیا کہ یہ غیر مقلد لوگ مجھ کو بہت تنگ کرتے ہیں کہ تمہاری نماز فقہ والی ہے حدیث والی نہیں ہے، تمہاری نماز نہیں ہوتی، ذرا آپ ان سے بات کرلیں۔

میں نے کہا کہ ان کا مقصد یہی تو ہے کہ تم اہلحدیث بن جاؤ، تم جا کر ان سے کہو کہ میں اہلحدیث ہونے آ گیا ہوں، مگر سچا اہلحدیث بننا چاہتا ہوں، جس دن تکبیر اولیٰ سے سلام تک حدیث سے نماز سکھلا دو گے میں اہلحدیث بن جاؤں گا۔ آپ ابھی سکھلا دیں ابھی بن جاؤں گا آپ سال کے بعد سکھلا دیں میں سال کے بعد آ جاؤں گا لیکن اتنی مدت غلط نماز پڑھوں گا تو گناہ آپ کو ہوگا۔

کہنا کہ میں اکثر نماز اکیلا پڑھتا ہوں اکیلا تکبیر تحریمہ اونچی کہے یا آہستہ اس کی حدیث سنا دو، چار دن کے بعد وہ لڑکا میرے پاس آیا کہنے لگا کہ مولوی صاحب پہلے وہ میرے پیچھے پیچھے پھرتے تھے اب میں ان کے پیچھے پیچھے پھرتا ہوں، میں کہتا ہوں جس دن تم مجھے پوری نماز حدیث سے سنا دو گے اہلحدیث ہو جاؤں گا، مجھ سے حلفیہ بیان لے لو، اسٹام لکھوا لو، اور میں ان سے پہلے یہی پوچھتا ہوں کہ اکیلا نماز پڑھنے والا تکبیر اولیٰ اونچی آواز سے کہے گا یا آہستہ، وہ اس کا جواب نہیں دیتے، لڑ پڑتے ہیں، ان کے مدرسہ فون کرتا ہوں تو گالیاں دیتے ہیں، میں اہلحدیث بننا چاہتا ہوں، مگر وہ مجھے اہلحدیث نہیں بناتے، میں ان کو گالیاں نہیں دیتا ہوں وہ مجھے گالیاں دیتے ہیں، پتہ نہیں بات کیا ہو گئی۔

حرمین مقدسین کا امام وخطیب کبھی کوئی غیر مقلد نہیں تھا

(۹) ایک کہنے لگا ابی اللہ کا شکر ہے آٹھ سو سال تک حرمین میں چار سلسلے رہے، اب ایک ہو گیا ہے، میں نے کہا جب چار تھے اس وقت بھی تمہارا کوئی نہیں تھا اب ایک ہے تو تمہارا اب بھی نہیں ہے۔

جب چار تھے تو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی تھے، اب ایک ہے تو حنبلی ہے، عباسی دور میں سب ائمہ حرم حنفی رہے ہیں، پانچ سو سال میں ایک امام بھی غیر مقلد نہیں تھا، عباسی دور کے بعد خوارزمی رہے دو سو سال سلجوقی رہے وہ بھی کٹر حنفی تھے اس کے بعد پانچ سو سال خلافتِ عثمانیہ رہی، ترکی خلافت، وہ سب کے سب حنفی تھے، تو حنفیوں کے امام اور خطیب تو حرم پاک میں بارہ سال تک امامت اور خطابت کی خدمت انجام دیتے رہے، مگر بارہ سو سال کی پوری مدت میں ایک غیر مقلد بھی حرمین شریفین کا امام اور خطیب نہیں ہوا۔

یہاں ایک فرق بھی سمجھیں، بڑوں کے حوصلے بھی بڑے ہوتے ہیں، حنفی چونکہ بڑی جماعت تھی انھوں نے چھوٹوں کی بھی رعایت کی اور ان کے مصلی بھی بچھوا دیئے، حنفی کے ساتھ مالکی مصلی بھی تھا، شافعی بھی تھا، حنبلی بھی تھا، بڑوں نے سب کی رعایت کی ان کا حوصلہ بڑا تھا۔ جب چھوٹے آئے انھوں نے سب کے مصلی اکھڑوا دیئے صرف اپنا باقی رکھا، بڑے اور چھوٹے کے حوصلے کا یہ فرق ہے۔

ختم فاتحہ کا واقعہ

(۱۰) آخری عشرہ میں ختم قرآن ہوتا ہے، اور بعض جگہوں پر تقریریں بھی ہوتی ہیں، میری بھی ایک جگہ تقریر تھی، ساتھ ہی قریب غیر مقلدین کی ایک مسجد ہے، وہ میرے ساتھ لگے ہوئے تھے کہنے لگے آج ہماری یہاں ختم قرآن ہے، آپ بھی شرکت کریں، میں نے کہا کہ ختم قرآن یا ختم فاتحہ، میں نے کہا کہ آپ نے تو فاتحہ پڑھی ہے قرآن تو اکیلے امام نے پڑھا ہے، دعا یوں کرنی چاہئے یا اللہ امام صاحب کا پورا قرآن اور ہماری سورہ فاتحہ قبول کرنا، کہنے لگے کہ نہیں جی جو امام نے پڑھی وہ ہماری طرف سے بھی ہو گیا، میں نے کہا کہ تو صرف سورۂ فاتحہ کا کیا قصور ہے کہ وہ امام پڑھے تو آپ کی طرف سے نہیں ہوتی، ایک سو تیرہ سورتیں ہو جاتی ہیں اور ایک سورۃ نہیں ہوتی۔

خط اور اس کا جواب

کیا ابن تیمیہ تقلید کے منکر تھے؟

مکرمی حضرت مولانا مدیر زمزم مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب خیر بعافیت ہے، رد غیر مقلدیت میں آپ کی کتابیں پڑھنے کی توفیق حاصل ہوئی اور اب پابندی سے زمزم کا مطالعہ کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، ہمارے اطراف میں بہت سے لوگ غیر مقلدین کے پروپیگنڈہ سے متاثر تھے، آپ کی کتابیں اور زمزم کے مطالعہ کے بعد الحمدللہ ثم الحمدللہ غیر مقلدیت کی حقیقت سے آگاہی ہوئی اور متاثرین کا تاثر زائل ہوا، لمحہ فکریہ اور سبیل الرسول پر ایک نظر بڑی دلچسپ کتابیں ہیں، ڈائری کا بھی جواب نہیں، آئینہ غیر مقلدیت سے غیر مقلدین کے عقائد کا علم ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو باصحت و باعافیت اور حاسدوں کے حسد اور شر پسندوں کی شرارت سے ہر طرح حفاظت فرمائے۔

حضرت والا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بارے میں غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ وہ تقلید کے منکر تھے اور ان کا مذہب و عقیدہ بھی وہی تھا جو ہم اہلحدیثوں (غیر مقلدوں) کا ہے، اس دعویٰ میں کتنی صداقت ہے، براہ کرم اس سے آگاہ کریں۔

والسلام خاکسار

محی الدین چمپارنی چمپارن (بہار)

زمزم: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ تقلید کے منکر تھے، انتہائی درجہ جہالت کی بات ہے، کوئی غیر مقلد اس کو دلائل سے ثابت نہیں کرسکتا

ان کے فتاویٰ کی تیس سے زائد بھی جلدیں گواہ ہیں کہ وہ شرعی و فقہی مسائل کے بیان میں ائمہ اربعہ کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں، اور ان کے مذہب پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھتے ہیں، یہ ضرور ہے کہ وہ کسی ایک مذہب کے مقلد نظر نہیں آتے مگر مطلق تقلید کا انکار ان سے ثابت نہیں کیا جا سکتا، فقہی مسائل میں عام طور پر وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا قول اختیار کرتے ہیں، اور اس کا ان کو حق ہے، اس وجہ سے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ علم و فضل کے اس مقام پر تھے کہ وہ کسی ایک امام کی تقلید نہ کریں، البتہ چونکہ وہ خود مجتہد مطلق نہیں تھے اس وجہ سے عام مسائل میں وہ اجتہاد سے بچتے تھے، اور جہاں انھوں نے اجتہاد کرنے کی ہمت کی امت مسلمہ نے ان کا اجتہاد رد کر دیا، مثلاً انھوں نے ائمہ اربعہ کے خلاف یہ اجتہاد کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار ہو گی، تو امت نے سوائے چند آزاد فکروں کے ان کا یہ اجتہاد رد کر دیا۔ اور ابن تیمیہ کا یہ قول شاذ قرار پایا، اسی طرح انھوں نے آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو حرام قرار دیا، تو امت نے اس کو بھی رد کر دیا، اور ابن تیمیہ کا یہ قول نہایت قبیح قول قرار پایا۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں۔ وهی من ابشع المسائل المنقولة عن ابن تيمية (ص۶۶/ج۳) یعنی ابن تیمیہ سے جو (شاذ مسائل) منقول ہیں ان میں یہ قبیح ترین مسئلہ ہے، پھر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں فانها من افضل الاعمال واجل القربات الموصلة الى ذی الجلال وان مشروعیتها محل اجماع بلانزاع (ایضاً) یعنی آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت افضل اعمال میں سے ہے اور عظیم تر ثواب کا کام ہے، یہ وہ عمل ہے کہ جو اللہ تعالیٰ تک بندوں کے پہونچانے کا ذریعہ ہے۔ قبر شریف کی زیارت کا مسئلہ بلا کسی اختلاف کے اجماعی ہے۔

بہر حال عرض یہ کرنا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ عموماً فقہی و شرعی مسائل میں ائمہ اربعہ کے دائرہ سے باہر نہیں نکلتے تھے اور انھیں کے اقوال میں سے کسی قول کو اختیار کرتے تھے اور اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔ اور جب انھوں نے کہیں خود اجتہاد کرنے کی جرأت کی تو وہ راہ صواب سے دور ہو گئے اور امت نے ان کے قول کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

اندازہ لگائیے کہ اجتہاد کے دم خم کا دعویٰ کرنا کتنا مشکل ہے، مجتہد ہونا بچوں کا کھیل نہیں ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو بھی یہ مقام حاصل نہیں تھا، ہماری اور آپ کی کیا حقیقت ہے۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

غیر مقلدین حضرات ابن تیمیہ سے جو محبت کا دم بھرتے ہیں اس کی حقیقت بس اتنی ہے کہ جو ابن تیمیہ کے شاذ مسائل ہیں جن کو امت مسلمہ نے بالاتفاق رد کر دیا ہے، یہ غیر مقلدین ائمہ اربعہ اور تمام فقہاء، ومحدثین کی ضد میں انھیں مسائل میں ابن تیمیہ کو اپنا مقتدیٰ اور پیشوا بنائے ہوئے ہیں، مثلاً غیر مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہوگی، آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا حرام ہے، ابن تیمیہ کا مسلک ہے کہ اللہ کے لئے جہت ہے۔ غیر مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے، حالانکہ جمہور امت مسلمہ اس کے قائل نہیں ہیں، اسی طرح کے ابن تیمیہ کے جو شاذ اور مردود مسائل ہیں غیر مقلدین کی ان مسائل میں ابن تیمیہ سے موافقت ہے، ورنہ دین وشریعت کے بیشتر مسائل میں ابن تیمیہ کی راہ الگ ہے، اور غیر مقلدین کی راہ الگ ہے، خط کے جواب میں اس کو بہت تفصیل سے تو نہیں لکھا جا سکتا، چند باتیں پیش خدمت ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ شرعی مسائل میں ابن تیمیہ اور غیر مقلدین کا راستہ الگ الگ ہے، اور غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مسلک وعقیدہ پر ہیں، بالکل غلط باطل اور بے بنیاد ہے۔ دیکھئے۔

(۱) شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک جمعہ میں اذان عثمانی سنت ہے اور اس کا منکر سنت صحابہ کا منکر ہے، اور یہ اذان غیر مقلدین کے مذہب میں شرعی اور مسنون اذان نہیں ہے۔

(۲) شیخ الاسلام کے نزدیک بیس رکعت تراویح بھی مسنون بلکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے وہی مسنون ہے، اس لئے کہ بیس رکعت پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا تھا جبکہ غیر مقلدین کو بیس رکعت تراویح سے سخت چڑھ ہے۔

(۳) شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک مقتدی پر جہری نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا جائز نہیں بلکہ خاموش رہنا اور کان لگا کر امام کی قرأت کو سننا واجب ہے، اور غیر مقلدین کے مذہب میں جہری نماز میں بھی مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

(۴) شیخ الاسلام کے نزدیک ضرورۃ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والوں کی نماز ہوگی۔ اور غیر مقلدین مطلقا اس کو جائز کہتے ہیں۔

(۵) شیخ الاسلام کے نزدیک امامت کا حقدار اعلم ہے، اور غیر مقلدین کے نزدیک ہر حال میں امامت کا حقدار قرآن زیادہ پڑھنے والا ہے۔

(۶) شیخ الاسلام کے نزدیک خلفائے راشدین کا عمل مسنون ہے جبکہ غیر مقلدین اس کے منکر ہیں۔

(۷) غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ شادی کے بعد صرف خلوتِ صحیحہ سے مہر واجب نہ ہوگی اور ابن تیمیہ کا مذہب ہے کہ شوہر پر پوری مہر واجب ہو جائے گی۔

(۸) غیر مقلدین کا مذہب ہے ہر شخص کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور ابن تیمیہ کا مذہب ہے کہ صرف اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی جس کے بارے میں معلوم ہو کہ اس کو بلا نماز دفن کر دیا گیا ہے۔

(۹) غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ صرف دو آدمی سے ہی (ایک امام ایک مقتدی) جمعہ ہو جائیگا شیخ الاسلام کا مذہب اس کے خلاف ہے۔

(۱۰) غیر مقلدین کی کتاب عرف الجادی میں لکھا ہے کہ شراب کا سرکہ اگر خود بن گیا ہو تو جائز ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس کو جائز نہیں کہتے۔

میں نے عرض کیا کہ خط میں زیادہ تفصیل نہیں کی جا سکتی ہے، بہر حال تلک عشرۃ کاملۃ کو سامنے رکھ کر میں نے یہ دس مثالیں دی ہیں ان سے اندازہ لگا لیجئے کہ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کتنا غلط ہے کہ ان کا عقیدہ و مذہب وہی ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ہے۔

فقط والسلام

محمد ابوبکر غازیپوری

احقر نور الدین نور اللہ الاعظمی عرض کرتا ہے کہ مولانا غازی پوری نے غیر مقلدین اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مابین عقیدہ و مذہب کے اختلاف کی جو مثالیں دی ہیں ان میں حوالہ کا اہتمام نہیں کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دسوں مثالوں کے حوالے ابن تیمیہ کے کلام سے

درج کر دیئے جائیں۔ مثالوں میں نمبرات کی ترتیب سے حوالوں کی ترتیب درج ہے۔

(۱) دیکھو کنز الحقائق صـ۲۶ اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں: جب حضرت عثمان نے اس اذان کو بطور سنت جاری کیا اور اس پر سارے مسلمانوں نے اتفاق کر لیا تو یہ اذان شرعی ہوگئی۔

(منہاج السنہ صـ۱۹۳/جـ۴)

(۲) شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں، لوگوں کا رمضان میں تراویح کے عدد کے بارے میں اختلاف ہے، سو یہ ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے اور تین رکعت وتر، تو بہت سے علماء نے اسی کو سنت قرار دیا اس لئے کہ حضرت ابی بن کعب نے بیس رکعت تراویح مہاجرین اور انصار کے بیچ پڑھائی اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا (فتاویٰ صـ۱۱۳/جـ۲۳)

(۳) قرآن کی قطعی دلیل قائم ہے کہ نماز میں مقتدی کو کان لگا کر سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ (فتاویٰ صـ۲۷۲/جـ۲۳)

(۴) دیکھو فتاویٰ شیخ الاسلام (صـ۲۴۸/جـ۲۳)

(۵) شیخ الاسلام فرماتے ہیں، اگر دو آدمی ہوں اور دونوں دیندار تو ان میں سے جو کتاب و سنت کا واقف کار زیادہ ہوگا امامت کیلئے متعین طور پر اسی کو مقدم کیا جائے گا۔

(فتاویٰ صـ۲۳/جـ۴۱)

(۶) ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ فسنۃ الخلفاء الراشدین ھی مما امر اللہ بہ ورسولہ وعلیہ ادلۃ شرعیۃ کثیرۃ۔ (فتاویٰ صـ۱۰۸/جـ۴) یعنی خلفائے راشدین کی سنت وہ چیز ہے جس کا حکم خدا اور رسول نے دیا ہے اور اس پر بہت سے شرعی دلائل قائم ہیں۔

(۷) نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں، نیست دلیل بر وجوب مہر کامل بمجرد خلوت و تمسک بغیر دلیل حلال نیست (صـ۱۰۶ عرف الجادی)

یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ محض خلوت کی وجہ سے کامل مہر واجب ہوگی اور بلا دلیل بات سے استدلال کرنا اور تمسک کرنا یہ حلال نہیں ہے۔

اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ بل علیہ کمال المھر کما قال زرارۃ وقضی الخلفاء

الراشدون والائمة المهديون۔ (فتاوی ص ۱۹۶/ج ۲۲)
یعنی شوہر پر کامل مہر واجب ہوگی جیسا کہ خلفاء راشدین اور ائمہ نے اسی پر فیصلہ کیا ہے۔
(۸) ابن قیم شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہیں: سچ بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے شہر میں فوت ہو جہاں اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا تو اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ...... البتہ جس کا جنازہ پڑھا جا چکا اس کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

(ص ۵۲۰/ج ۱ زاد المعاد)

(۹) دیکھو فتاوی ص ۱۸۷/ج ۲۲)
(۱۰) عرف الجادی میں ہے۔ سرکہ ساختن خمر ناروا است اگر از خود سرکہ گردد جائز باشد۔ (ص ۱) یعنی شراب کا سرکہ بنانا جائز نہیں لیکن اگر شراب خود بخود سرکہ ہو جائے تو جائز ہوگا۔

اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں:
قیل لا یجوز بحال وھذا ھو الصحیح (فتاوی ص ۴۸۳/ج ۲۱)
یعنی شراب کے سرکہ کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ وہ کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔
اور یہی صحیح ہے۔

نور الدین نور اللہ الاعظمی

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

ابن الحسن عباسی

امام نووی رح

قدرت کے کرشمے دیکھئے کہ وہ نووی جن کے ساتھ بستی نوا کے بچے کھیلنا پسند نہیں کرتے تھے اور وہ بچوں کی نفرت کی وجہ سے روتے اور بھاگتے تھے[۱] صحیح مسلم کے ایسے عظیم شارح اور ساتویں صدی کے وہ جلیل القدر محدث بنے جو سالہا سال دار الحدیث اشرفیہ (شام) میں درس دیتے رہے اور جہاں شیخ تقی الدین سبکی اس تمنا میں جگہ جگہ سجدہ ریز ہوتے کہ شاید انکی پیشانی ایسی جگہ پڑ جائے جہاں امام نووی کے قدم پڑے ہیں[۲]

اپنے علاقے سے دمشق آکر مدرسہ رواحیہ میں پڑھنے لگے، تعلیم کے زمانہ میں محنت اور جدو جہد کا یہ عالم تھا کہ کہتے تھے دو سال تک پہلو کے بل زمین پر نہیں سویا، بیٹھے بیٹھے ہی کچھ آرام کر لیتا اور پھر مطالعہ میں مشغول ہو جاتا[۳]

روزانہ مختلف علوم کے بارہ اسباق نہ صرف پڑھتے بلکہ تشریح کے ساتھ یاد بھی کرتے[۴] زندگی کے مستعار لمحات کو تول تول کر خرچ کیا، آتے جاتے بھی وقت بچاتے اور راہ چلتے مطالعہ کرتے[۵] کہ جہد طلب ہی سے بزم ہستی کی بنیاد ہے اور وہ موج فنا ہو جاتی ہے جس کو ساحل ملتا ہے۔

دن رات میں صرف ایک بار کھانا کھاتے، پھل فروٹ نہیں کھاتے تھے، فرماتے تھے مجھے خوف رہتا ہے کہ پھلوں کے کھانے سے جسم میں رطوبت پیدا ہو جائیگی اور پھر نیند کا غلبہ علم اور مطالعہ میں مخل ہو گا[۶]

ان کی علمی مصروفیات نے ان کو شادی کا موقع بھی نہیں دیا، پوری عمر لکھنے پڑھنے میں مشغول رہے،

بقیہ صہ ۲۶ پر

---

۱ طبقات شافعیہ ج۵ ص ۱۶۶ ۲ ایضاً ۳ قیمۃ الزمن ص ۴۳ ۴ تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۴۷۲

۵ قیمۃ الزمن ص ۴۳ ۶ تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۴۷۲ -

از مولانا عبد الباری پاکستان

مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ جل شانہٗ کی ذات والا صفات کے بعد سب سے مکرم و معظم، افضل اور بزرگ برتر رحمت کائنات فخر موجودات سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اس کارخانۂ عالم کو آپ ہی کی ذاتِ اقدس سے زینت بخشی گئی، مختصر ترین الفاظ میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو بیان کیا جا سکتا ہے تو وہ یہی ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

بفضل ایزدی آپ جس مقام پر فائز ہوئے اسے حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یوں بیان فرمایا۔ ورفعنا لك ذكرك اس رفعت اور بلندیٔ مقام کے ہمسر کیا چیز ہو سکتی ہے؟ اسی لئے علماء امت نے اس مسئلہ سے بحث ہی نہیں کی کہ آپ کس سے افضل ہیں اور کس سے نہیں، اسلئے کہ یہ تو طے ہے کہ خدا کے بعد بزرگ و برتر آپ ہی کی ذات اعلیٰ صفات ہے اور حد تو یہ ہے کہ جو چیز آپ علیہ السلام کی طرف منسوب ہو گئی اسے اس نسبت نے بام عروج پر پہنچا دیا۔ کتب سماویہ میں سے جس کتاب مقدس کو نسبت محمدی کا شرف نصیب ہوا وہ ”ھُدًی للعالمین“ کی شان امتیاز سے اطراف واکناف عالم میں چمکی، انسانوں کے جس طبقہ کو شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی سعادت نصیب ہوئی وہ رشکِ عالم بن کر ”خیر الامم“ کہلائے اور بلاد میں سے جس بلد کو آپ نے شرف اقامت بخشا، وہ ”خیر البلاد“ اور ”احبُّ الارض الی اللہ“ کی عظمت کا نشان بن گیا حتیٰ کہ علمائے امت یہاں تک لکھتے ہیں کہ وہ بقعۂ مبارک جس میں آپ مدفون ہیں یعنی قبر اطہر اس کا مقام و مرتبہ ساتوں آسمانوں، زمین، عرش و کرسی حتیٰ کہ کعبۃ اللہ سے بھی بلند اور فزوں تر ہے، اور اس فضیلت پر امت کا اجماع ہے۔ (ماخوذ از مجموعہ کلام قرار دل)

از مولانا مفتی رضاء الحق صاحب استاذ حدیث

دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ

مدیر زمزم کے نام اکابر کے کچھ خطوط

زمانہ طالب علمی ہی سے اپنے اکابر کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ تھا، خاص طور پر حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم رحمۃ اللہ علیہ محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ، مولانا محمد سعید بزرگ مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل رحمۃ اللہ علیہ استاذ محترم حضرت مولانا عبدالجبار صاحب مئوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا وحید الزماں کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ خط وکتابت رہی، ان اکابر کے خطوط کا ایک اچھا مجموعہ میرے پاس جمع تھا، مگر وہ ایک حادثہ میں بہت سے مسودات کے ساتھ ضائع ہو گیا، یہ ایسا زخم تھا جس کا اندمال آج تک نہیں ہو سکا۔

چند روز پہلے ایک کاغذ کی تلاش میں پرانے کاغذات کو ادھر ادھر کر رہا تھا کہ اکابر کے چند خطوط نظر آگئے جو محفوظ رہ گئے تھے۔ یہ چند خطوط میرے لئے نعمت غیر مترقبہ تھے، چونکہ بہت سارے خطوط ضائع ہو چکے تھے، اس وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ ان خطوط کو زمزم میں شائع کر دیا جائے تاکہ وہ اس کی فائل میں محفوظ ہو جائیں۔

محمد ابوبکر غازی پوری

مکاتیب محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی رح

عزیزم
السلام علیکم

مجھے میٹنگ کا تو نہیں مگر تمہارے خط کا انتظار تھا، بہت دنوں سے حالات کا علم نہیں ہوا تھا۔ کلکتہ میں پیشاب پاخانہ اور خون کی جانچ نیز اکسرے اور کارڈیوگرام حاصل کرنے میں دیر ہوئی۔

وہاں مفتی محمود صاحب سے ملاقات ہوئی تھی، مولوی عبدالجبار صاحب پنجشنبہ کو آئے تھے سنیچر کو بنارس گئے، خیریت سے ہیں۔ تمہارے والد بھی ایک دن ملے تھے۔
میں بحمداللہ اچھا ہی ہوں کبھی کبھی معمولی شکایتیں ہوجاتی ہیں، آج کل یہاں سردی بہت ہے ـــــــ مہتمم صاحب سے سلام کہو۔ حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۱) الجواہر المضیئہ کے شروع میں بعض شروط مذکور ہیں، اور کتب اصول فقہ میں سنت کی بحث میں بعض چیزیں مل سکتی ہیں۔

عزیزم سلمہٗ

السلام علیکم

خیریت ہے۔ میں نے ایک خط مولوی شفیع صاحب کے پاس بھیجا ہے، اس کا جواب

---

(۱) میں نے ایک کتاب امام اعظم اور علم حدیث کے نام سے لکھی تھی جو تقریباً تین چار سو صفحہ میں تھی، کتاب کا مسودہ ضائع ہوگیا، اس پر مولانا اعظمی کی زبردست تقریظ تھی، اس حادثہ کا زخم آج تک بھرا نہیں، جب یہ کتاب لکھ رہا تھا تو اس سلسلہ میں مولانا سے مشورہ کرتا اور معلومات حاصل کرتا تھا۔

لکھوا کر لیتے آنا۔ علی میاں کا ایک خط بھی ہے اس کو بھی لیتے آنا۔

مہتمم صاحب کو سلام پہونچا دینا، تقریر بخاری کا کام ہو رہا ہے[1]، مولوی رشید احمد کو کاتب کے پاس دوڑ دوڑ کے اعظم گڈھ جانا پڑتا ہے۔

فضل الرحمٰن سلمہ کو بھی سلام مسنون و دعا۔ کتاب کی قیمت مل گئی۔

میں بھی عنقریب مالیگاؤں جانے کا قصد کر رہا ہوں خدا نے چاہا تو فروری کے آخر ہی میں نکل جاؤں گا۔

مولانا عبدالجبار بخیریت ہیں، دو ہفتہ قبل آئے تھے، میں بھی بنارس گیا تھا، مولوی رشید احمد وغیرہ بخیریت ہیں، بچے بریلی امتحان دینے گئے ہیں، تمہارے والد ایک دن آئے تھے، بچی کیلئے تعویذ لے گئے ہیں۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

عزیزم سلمہ اللہ

السلام علیکم۔ مہتمم صاحب نے مجھے جو خط لکھا ہے اس میں انھوں نے ۲-۳ جون کو کمیٹی کی اطلاع دی ہے۔ ۳۱ مئی اور پہلی جون کیلئے ریزرویشن کی کوشش ناکام رہی تمہارے خط کے بعد کوشش نہیں کی اس لئے کہ روزانہ اطلاع ملتی رہی کہ بے پناہ رش ہے اور جو جو لوگ مجھ سے مل کر ادھر گئے انھوں نے خط لکھا کہ ریزرویشن نہیں ہو سکا اور انتہائی تکلیف سے سفر ہوا۔ سوچتا ہوں کہ مہتمم کے پاس ان کے خط بھی بھیجدوں اس وقت تم ان کو میرا سلام پہونچا دو[2] اور کیفیت بتا دو، میں نے مولوی فضل الرحمٰن کے پاس لکھوا دیا ہے کہ مہتمم صاحب کو تین سو روپے دیدیں اور انھوں نے جو رقم بھیجی ہے تم جس کو

---

(۱) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی جامعہ اسلامیہ کے زمانہ کی تقریر بخاری مولانا کی زیر نگرانی چھپ رہی تھی، الحمد للہ اس کی دو جلد چھپ گئی، مولانا عبدالوحید فتحپوری نے اسکو جمع کیا تھا۔

(۲) جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تبدیلی نصاب کا مسئلہ زیر غور تھا، مولانا کو میں نے لکھا تھا کہ آپ تشریف لائیں تاکہ آپ کے مشورہ سے کوئی بات ہو۔

کہو اس کو میں دے دوں۔

رشید احمد الہ آباد گئے ہیں۔ میں الحمدللہ پہلے سے بہت اچھا ہوں مگر کسی کام میں دل نہیں لگتا، اور کہیں جانے کو جی نہیں چاہتا۔ آج کمیٹی شروع ہوگئی ہوگی۔ مولانا عبدالجبار گھر آئے ہیں، سلام کہتے ہیں، آج ہی بنارس جائیں گے۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

عزیزم سلمہ اللہ

السلام علیکم، بخیریت ہوں، تمباکو جب آنا تو لیتے آنا[۱]۔ تم لوگ پڑھے لکھے ہو کر اتنی صریح غلطی کا ارتکاب کرتے ہو، فقہ تمہارے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے، سیاست پر ایمان ہے، باہر کی اطلاعات کونسی شرعاً قابل اعتبار تم کو ملی ہیں، ریڈیو کی خبر کم سے کم دیوبند کے فتوے کے معیار پر ہوتی تو بھی تم لوگوں کی جہالت پر پردہ پڑا رہتا، مگر حقیقت یہ ہے کہ جہاں رویت ہوئی ہے وہ سب بلد مختلف المطالع ہیں اور دیوبند والے جو لاعبرۃ باختلاف المطالع پر فتویٰ دیتے ہیں ان کا فتویٰ متضاد ہے وہ لندن وغیرہ کی خبر پر اعتماد سے اختلاف مطالع کی بنیاد پر منع بھی کرتے۔ اس جہالت کا کوئی ٹھکانا ہے۔

(۲) میری رائے یہ ہے کہ تم سوچ سوچ کر اور اگر کوئی سپاسنامہ موجود ہو تو اس کی روشنی میں لکھنا شروع کر دو، پھر گھر آنے کے بعد اس کو لیتے آؤ اس وقت اس کو مکمل کر لیا جائے گا،

اپنے والد اور حکیم بشیرالدین صاحب کو سلام کہو۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

---

(۱) مولانا تمباکو نہیں پیتے تھے مکہ مکرمہ میں عبدالشکور نام کے ایک صاحب تھے غازیپور سے تمباکو منگوا کر ان کو بھجواتے تھے۔ (۲) غازیپور میں عید کا چاند نہیں دیکھا گیا تھا دوسری جگہوں کی خبر پر اعتماد کر کے ہم لوگوں نے رویت کا اعلان کر دیا تھا اس پر مولانا کا یہ عتاب نامہ آیا تھا، مولانا کی تحریر آج پڑھتا ہوں تو طبیعت جھوم اٹھتی ہے، اللہ اللہ کیسا پیار کیسی محبت اور کیسی اپنائیت کا یہ عتاب نامہ مظہر ہے۔

(۳) جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں شیخ ازہر شیخ محمود تشریف لانے والے تھے، انکو عربی میں سپاسنامہ پیش کرنا تھا، شیخ ازہر کی

عزیزم سلمہ اللہ

السلام علیکم

ایک دن تمہارے "ندآئے تھے، تمہارے خط کو پوچھ رہے تھے، اس وقت تک خط نہیں آیا تھا۔

خیر وعافیت معلوم ہوکر خوشی ہوئی۔ حلب میں بہت سے لوگوں نے نصرۃ الحدیث کی تعریب کیلئے بڑے اصرار سے کہا تھا۔ میں نے ازہر کو ایک نسخہ دیا بھی کہ شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کی معاونت سے تم ترجمہ کر ڈالو مگر اس کو بالکل فرصت نہیں ملے گی اس نے تو نہیں لکھا مگر میں جانتا ہوں پھر عبدالفتاح اتنی دور رہتے ہیں کہ جب سے گیا ہے شاید ایک بار ان کے گھر جا سکا ہے۔ یہ بھی محقق نہیں ہے خط آئے تو معلوم ہو۔

اگر تم کو فرصت ملے تو تم کر ڈالو۔ مجھے افسوس ہے کہ گھر سے تیار ہوکر حلب نہیں گیا ورنہ تمہارا ترجمہ کتاب اعلام مرفوعہ لیتا جاتا۔ بہر حال میں اس کو چھپوانے کی فکر میں ہوں۔ (۲)

مہتم صاحب سے کہو کہ میں ایک دن خود اعظم گڈھ ابوالحسنات کاتب سے ملنے گیا مگر افسوس وہ دہلی چلا گیا ہے، شبلی منزل میں ایک ذمہ دار سے کہہ کر آیا ہوں کہ اس کے باپ سے مسودہ مانگ کر مجھے بھیجدیں۔ اور ایک ہفتہ پہلے الہ آباد جاکر انتظام کر آیا کہ مولوی رشید احمد لکھی ہوئی کاپیاں اور باقی مسودہ لے کر الہ آباد چلے جائیں وہیں اجرت دیکر کسی کاتب سے ترمیم بنوائیں اور باقیماندہ مسودہ کی کتابت کرائیں اور وہیں رہ کر طباعت کرائیں۔ کاغذ خریدا جاچکا ہے ایک پریس سے بات طے ہوگئی ہے، مہتم صاحب الہ آباد کی مدت قیام تک ۲ سو روپئے ماہوار کے حساب سے اور کھانا عنایت فرمائیں، ۲ سو روپے ماہوار بھی کم ہے، میں نے یہ بھی ڈرتے ڈرتے لکھا ہے تم اسباب میں مہتم صاحب کو مشورہ دو مگر مصلحت دیکھ کر

مؤثر شخصیت کے پیش نظر میں نے مولانا سے گذارش کی تھی کہ آپ سپاسنامہ لکھدیں، مولانا کو ان سے خصوصی تعلق تھا۔

(۱) الحمدللہ مولانا کی وفات کے بعد ان کے نواسے مولانا ڈاکٹر مسعود سلمہ نے اس کتاب کی تعریب کردی اور وہ چھپ بھی گئی۔ (۲) میں نے مولانا کی خواہش پر انکی مشہور کتاب اعلام مرفوعہ کا عربی میں ترجمہ کیا تھا جسکو مولانا نے پسند کیا تھا، وہ چھپ نہیں سکا، مسودہ کہاں ہے اس کا بھی پتہ نہیں۔

طٰہٰ شیرازی محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

خمارِ سلفیت

شیخ الاسلام مولانا امرتسری کی عربی دانی

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی ہمارے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فتاویٰ ثنائیہ آج کل شیخ ہدہد حفظہ اللہ کے زیر مطالعہ ہے ۔

باپ ۔ جی بیٹا، میں نے ہی انکو یہ فتاویٰ مطالعہ کیلئے دیا ہے تاکہ ان کی اہلحدیثیت زنگ آلود نہ ہو۔

بیٹا ۔ مگر اباجی شیخ ہدہد حفظہ اللہ جو پہلے مولانا امرتسری کا بڑے احترام سے نام لیتے تھے، اب ان کا تذکرہ بہت سرسری انداز میں کرتے ہیں، فتاویٰ ثنائیہ نے ان کے اوپر کچھ اچھا تاثر نہیں چھوڑا ہے ۔

باپ ۔ بیٹا، تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا ؟

بیٹا ۔ اباجی، میں نے شیخ کلو حفظہ اللہ کے ساتھ ان کی گفتگو سنی تھی وہ کہہ رہے تھے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب کو میں پہلے شیخ الاسلام سمجھتا تھا مگر ان کا فتاویٰ پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ شیخ الاسلام تو کیا ہوتے ان کی عربی دانی بھی بہت چلتی پھرتی تھی ۔

باپ ۔ بیٹا ہمارے شیخ الاسلام صاحب کے بارے میں شیخ ہدہد کی اس بدگمانی کی بنیاد کیا ہے ؟

بیٹا ۔ اباجی، فتاویٰ ثنائیہ ص۲۰۵ ج۱ میں کعب بن اشرف یہودی کے قتل والی حدیث کو مولانا نے نقل کیا ہے، اس میں فلما استمکن منہ کا لفظ آیا ہے یعنی حضرت محمد بن سلمہ نے کعب بن اشرف کو اپنے قابو میں لے لیا، لیکن مولانا امرتسری نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ۔ " اچھی طرح سے اس کے سر کو پکڑ لیا "

باپ ۔ بیٹا، واقعی مولانا امرتسری نے استمکن منہ کا یہی ترجمہ کیا ہے، سر کو پکڑ لیا ۔

بیٹا ۔ جی اباجی، فتاویٰ جلد اول کا صفحہ ص۲۰۵ دیکھ لیجئے میں نے خود دیکھا ہے ۔ اور اباجی اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت محمد بن سلمہ نے اللہ کے رسول سے فرمایا فاذن لی ان اقول شیئاً یعنی مجھے پھر کچھ کہنے کی اجازت دیجیے، اس کا مولانا امرتسری ترجمہ کرتے ہیں ۔

پھر مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ کے حق میں کچھ نامناسب الفاظ اس کے سامنے کہوں ۔
یہ ہے فاذن لی ان اقول شیئاً کا پنجابی لمبا تگڑا ترجمہ

باپ ۔ بیٹا، واقعی مولانا نے اس عبارت کا یہی ترجمہ کیا ہے ۔

بیٹا ۔ جی اباجی آپ فتاویٰ ثنائیہ کا ص۲۰۵ جلد اول خود دیکھ لیں ۔

باپ ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، وائے رے ضیاع علم وادب

بیٹا ۔ اباجی شیخ ہڈ ہڈ کے سنبھالنے کا اب طریقہ کیا ہوگا ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری اور ان کی تاریخ دانی

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی ہمارے مولانا امرتسری کا ہماری جماعت میں سنا ہے کہ بڑا اونچا مقام تھا وہ ہماری جماعت کے شیخ الاسلام تھے ۔

باپ ۔ جی بیٹا، ان کا علم وفضل شہرہ آفاق تھا، شیخ الاسلام اور شیر اسلام کے نام سے

یاد کئے جاتے تھے، زبردست مناظر تھے، آریوں کے چھکے چھڑاتے، قادیانیوں کے چھکے چھڑاتے مقلدین کی نیند حرام کر دی، ساری زندگی سلفیت کا پرچار کرتے رہے ہماری جماعت نے ان سے بڑی توانائی پائی ہے۔

بیٹا۔ اباجی، مولانا یقیناً ایسے ہی رہے ہوں گے مگر ان کی تاریخ دانی مشکوک تھی علم تاریخ میں وہ کمزور تھے۔

باپ۔ بیٹا، مولانا امرتسری ہر فن مولیٰ تھے ہر فن میں ماہر تھے، علم تاریخ ہو یا علم جغرافیہ یا منطق فلسفہ سب میں امام تھے۔

بیٹا۔ اباجی، اگر علم تاریخ میں بھی مولانا امرتسری امامت کا درجہ رکھتے تھے تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ وہ یہ کیسے لکھ گئے۔

نہ صرف ہماری بلکہ تمام اہل حجاز (مکہ مدینہ والوں) کی ابتداء سے آج تک یہی رائے ہے کہ واقعہ کربلا کو بالکل بھلا دیا جائے کیونکہ زمانہ خلافت میں بھی اس کی یادگار تازہ نہیں نہیں کی گئی (ص ۲۱۴ ج ۱ فتاویٰ ثنائیہ)

اباجی، واقعہ کربلا زمانہ خلافت یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ سے پہلے کا واقعہ ہے یا ان کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں کہ زمانہ خلافت میں بھی اس کی یادگار تازہ نہیں کی گئی، کیا یہ کسی عالم کی بات ہو سکتی ہے؟

باپ۔ بیٹا، کیا واقعی، یہ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کی بات ہے؟

بیٹا۔ اباجی، فتاویٰ ثنائیہ ج اول ص ۲۱۴ اٹھا کر آپ خود تحقیق کر لیں۔

باپ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون وائے رے ضیاع علم وادب

بیٹا۔ اباجی، اب شیخ ہد ہد کا کیا ہوگا، فتاویٰ ثنائیہ کے مطالعہ سے ان کی اہلحدیثیت صیقل ہو گی یا نہیں؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

ننگے سر نماز کے بارے میں علمائے غیر مقلدین کے فتاویٰ

بیٹا۔ اباجی۔

باپ۔ جی بیٹا۔

بیٹا۔ اباجی صوفی بحر العلوم حفظہ اللہ میں کچھ سنجیدگی پیدا ہوگئی ہے، روز بروز سنجیدہ ہوتے جارہے ہیں، پہلے ہر نماز ننگے سر پڑھتے تھے اب بلا سر ڈھانپے کوئی نماز نہیں پڑھتے ہیں، پہلے ننگے سر نماز پڑھنے کی بڑے زور وشور سے تبلیغ کیا کرتے تھے، اور اسی کو سلفیت شعار کہا کرتے تھے اور اب کبھی سر پر عمامہ ہوتا ہے کبھی ٹوپی یا رومال ہر نماز میں ان کا سر ڈھپا ہوتا ہے۔

باپ۔ بیٹا معلوم ہوتا ہے کہ کسی دیوبندی حنفی کی صحبت ان کو خراب کر رہی ہے، یہ تو بڑی فکر مندی کی بات ہے، ان کے محلہ میں ان کا نوجوانوں میں بڑا اثر ہے، اگر ان کی نماز پڑھنے کی عادت یہی رہی تو ہمارے بہت سے سلفی نوجوان بھی ننگے سر نماز پڑھنا چھوڑ دیں گے جس سے ہماری سلفی دعوت کو سخت دھکا لگے گا۔

بیٹا۔ اباجی مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان کو کسی مسئلہ کی تحقیق کرنی تھی ہمارے مدرسہ سے وہ فتاویٰ کی کتابیں اٹھا کر لے گئے انھیں فتاویٰ کی کتابوں کے مطالعہ سے ان میں یہ تبدیلی پیدا ہوگئی ہے۔

باپ۔ تو کیا بیٹا ہماری ان فتاویٰ کی کتابوں میں سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا بھی مسئلہ ہے؟

بیٹا۔ جی اباجی۔ ہماری جو کتابیں فتاویٰ کی ہیں ان میں یہ مسئلہ بڑی تفصیل سے ہے۔ فتاویٰ ثنائیہ جلد پنجم ص ۵۹۲ میں لکھا ہے۔

> رسول اللہ کا سر پر عمامہ رکھنے سے عمامہ سنت ہے۔ اور ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شعار بنانا بھی ایجاد بندہ ہے اور خلاف سنت ؐ اور اس فتاویٰ میں مولانا امرتسری صاحب فرماتے ہیں:

> صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالدوام

ثابت ہوتا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہو، پگڑی سے یا ٹوپی سے۔
اور ہمارے شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی صاحب کا اس بارے میں یہ فتویٰ ہے:

بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں محض بے عملی یا بد عملی یا کسل (سستی) کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث جلد چہارم)

باپ۔ بیٹا، یہ تو بڑا برا ہوا، اب صوفی بحر العلوم دوسروں کو بھی یہ فتاویٰ دکھلائیں گے۔ اور ہماری سلفی دعوت پر ضرب لگے گی، ننگے سر نماز پڑھنے پر تو ہم نے تقریریں کرائی ہیں، پوسٹر نکالے ہیں، اسی ننگے سر نماز کو سلفی نماز بتلایا ہے۔

بیٹا۔ اباجی، ہمارے علماء کے یہ فتاویٰ احادیث کی روشنی میں ہوں گے، یا یہ ان کی رائے ہے۔

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

صوفی داغدار کی مولانا ثناء اللہ امرتسری پر گرفت اور شیخ جمن کی بلبلاہٹ

بیٹا۔ اباجی
باپ۔ جی بیٹا۔

بیٹا۔ اباجی صوفی داغدار حفظہ اللہ اور شیخ جمن حفظہ اللہ میں آج بڑی معرکہ آرائی ہوئی، مجمع لگ گیا تھا، دونوں نے آستین چڑھالی تھیں، شیخ ہدہد حفظہ اللہ نے بڑی مشکل سے ایک دوسرے کا گلا چھڑایا۔

باپ۔ بیٹا یہ دونوں ہی اپنی ہی جماعت کے ہیں، ہوا کیا تھا؟

بیٹا۔ اباجی، صوفی داغدار کہہ رہے تھے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری اگرچہ ہماری جماعت کے بڑے عالم تھے مگر دیانت دار اور قابلِ اعتماد عالم نہیں تھے، جب کہ شیخ جمن کہہ رہے تھے کہ مولانا ثناء اللہ ہماری جماعت کے شیخ الاسلام ہیں اور وہ علم کا

پہاڑ تھے، یہی تکرار بڑھتے بڑھتے بڑے زور کی معرکہ آرائی میں تبدیل ہوگئی۔

باپ۔ بیٹا، ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم اپنے آدمیوں کو اپنے علماء کی کتابیں دے دیتے ہیں کہ وہ اسے پڑھیں، ہمیں اس سے احتیاط برتنے کی ضرورت ہے، بہت سی چیزیں ان کتابوں کی عوام سے چھپانے کی ہوتی ہیں، خصوصاً ایسے لوگوں سے جو کچھ زیادہ پڑھے لکھے ہوں۔

بیٹا تو کیا آپ کو دونوں میں اس معرکہ آرائی کی کچھ وجہ معلوم ہے؟

باپ۔ جی بیٹا، صوفی داغدار کے ہاتھ میں فتاوی ثنائیہ پہونچ گیا ہے اس کے صفحہ ۱۱ جلد ا پر مولانا سید اسماعیل شہید کی مولانا ثناء اللہ صاحب نے رفع یدین کے سلسلہ کی یہ عبارت ذکر کی ہے یثاب فاعلہ ولا یلام تارکہ یعنی مولانا اسمٰعیل فرماتے ہیں کہ رفع یدین جو کرے اس کو ثواب ہوگا اور جو نہ کرے اسے ملامت بھی نہیں کی جائے گی۔

مولانا ثناء اللہ صاحب کو اس عبارت کا صحیح ترجمہ کرنا چاہئے تھا مگر مولانا نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ عندالرکوع رفع یدین کرنا ثواب کا کام ہے۔

صوفی داغدار پڑھے لکھے ہیں، انھوں نے مولانا کی اس خیانت کو پکڑ لیا اور پھر اسی وقت سے وہ مولانا امرتسری سے بدگمان ہوگئے۔

بیٹا۔ تو اباجی شیخ جمن حفظہ اللہ کی بلبلاہٹ کیا وجہ ہے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

ایک خط

جس کو ترجمان دارالعلوم تنظیم ابنائے قدیم دہلی نے شائع نہیں کیا

تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند کے نام سے دہلی میں کچھ مفکروں، دانشوروں کا ایک ادارہ ہے، کہا جاتا ہے کہ ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند نے اسے قائم کیا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

اس ادارہ سے ایک مجلہ ترجمان دارالعلوم کے نام سے شائع ہوتا ہے جس میں بڑے مفکرانہ مضامین شائع ہوتے ہیں، آفاقی مضامین کا غلبہ رہتا ہے، جن سے دل ودماغ روشن ہوتے ہیں، اس پرچہ کی ایک خاص اور بہت اچھی بات یہ ہے کہ اس میں مجلہ کے قارئین کے خطوط بھی شائع ہوتے ہیں، اگر کسی مضمون سے کسی قاری کو کچھ اختلاف ہوتا ہے تو وہ اپنا اشکال اپنے خط میں ظاہر کرتا ہے اور پھر وہ مسئلہ سوال جواب سے منقح اور صاف ہو جاتا ہے۔

سال گزشتہ کے اگست کے شمارہ میں مولانا ولی اللہ مجید قاسمی صاحب کا ایک مضمون مصافحہ کا مسنون طریقہ شائع ہوا تھا۔ جس پر احقر کو اشکال تھا وہ مضمون اکابر دارالعلوم کے مسلک کی ترجمانی نہیں کر رہا تھا تو اس بارے میں میں نے اڈیٹر مجلہ ترجمان دارالعلوم کو درج ذیل خط لکھا تھا۔

۱۲؍اگست ۲۰۰۳ء

مکرمی اڈیٹر صاحب سلام مسنون

ترجمان دارالعلوم اگست میں مولانا ولی اللہ مجید قاسمی صاحب کا مضمون " مصافحہ کا

مسنون طریقہ" پڑھنے کا اتفاق ہوا، مولانا نے اپنے مختصر سے مضمون میں حوالوں کی جو فہرست دی ہے اس کی تعداد ۲۹ ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا بڑے وسیع النظر اور صاحب مطالعہ آدمی ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔

مولانا اپنے مضمون کی ابتدا میں فرماتے ہیں، موقع اور وقت کی مناسبت سے مصافحہ ایک ہاتھ سے بھی کیا جا سکتا ہے اور دونوں ہاتھ سے بھی حدیث سے دونوں طرح کی کیفیت ثابت ہے ——— اور مضمون کے اختتام میں فرماتے ہیں "حاصل یہ ہے کہ دونوں طرح سے مصافحہ کرنا ثابت ہے، ایک ہاتھ سے بھی اور دونوں ہاتھ سے بھی۔

پھر ایک ہاتھ کے سلسلہ کی انھوں نے احادیث پیش کی ہیں، لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی فرماتے ہیں "مذکورہ احادیث کے ذریعہ ایک ہاتھ کے مصافحہ پر استدلال کیا جاتا ہے"

لیکن مولانا اپنا فیصلہ یہ بھی سنا رہے ہیں کہ

"لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کیلئے یہ احادیث واضح اور صریح نہیں ہیں"

گویا مولانا نے خود ہی ایک ہاتھ سے مصافحہ کا عدم ثبوت فراہم کر دیا۔

مولانا ولی اللہ صاحب نے اس کے بعد دونوں ہاتھ سے مصافحہ کی احادیث پیش کی ہیں مگر اس کے بارے میں مولانا کا نقطۂ نظر یہ ہے۔

"اس طرح کی روایات سے دو ہاتھ کے مصافحہ پر استدلال غلط ہے"

اور فرماتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ذخیرۂ حدیث میں ایک یا دو ہاتھ سے مصافحہ کی صریح روایت نہیں ملتی۔

عرض یہ ہے کہ جب مولانا ولی اللہ صاحب قاسمی کے یہاں ایک ہاتھ سے مصافحہ والی احادیث بھی واضح اور صریح نہیں اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ والی روایات بھی ثابت نہیں اور ان سے استدلال غلط ہے، تو وہ جس مصافحہ کے طریقہ کو مسنون فرما رہے ہیں، اس کی بنیاد کن احادیث پر ہے؟ اور کس دلیل سے وہ فرما رہے ہیں کہ ایک ہاتھ سے بھی مصافحہ ثابت ہے اور دونوں ہاتھ سے بھی، براہ کرم مولانا محترم ذرا اس اس کی وضاحت

فرمادیں کرم ہوگا۔ نورالدین نوراللہ الاعظمی

مکتبۂ اثریہ غازی پور یوپی

میں منتظر تھا کہ مجلہ ترجمان دارالعلوم میں یہ خط شائع ہوگا اور پھر مولانا ولی اللہ میرے اشکال کو رفع فرمائیں گے مگر سال ختم ہوگیا اور کئی مہینے بیت گئے یہ خط شائع نہیں ہوا۔

ناظرین حضرات آپ غور فرمائیں، غور سے میرے خط کو پڑھیں اس میں کونسی ایسی بات تھی جس کی بنا پر یہ خط شائع نہیں ہوسکا۔

بہرحال رموز مملکت خویش خسرواں دانند میں ذمہ داران مجلہ وتنظیم سے کیا شکایت کروں، آفاقی لوگ متجددین کو منہ کیوں لگائیں گے، میں مولانا ولی اللہ صاحب سے گذارش کررہا ہوں کہ میرے اشکال کو آپ رفع فرمائیں۔

خادم۔ نورالدین نوراللہ الاعظمی

ضروری اطلاع

خط وکتابت کرتے وقت یا رقم بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔

جن حضرات کا چندہ ختم ہوچکا ہے ان کو اطلاع دی جاچکی ہے۔ براہ کرم وہ اپنا چندہ بھیج دیں۔ اگر رسالہ کی خریداری ختم کرنی ہو تو ادارہ کو اس کی اطلاع کریں تاکہ ادارہ نقصان سے بچے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

آخری قسط

جنوبی افریقہ کا سفر

۲۹ر اکتوبر : آج کا دن بہت مصروف تھا، آج ہی ہمیں سوازی لینڈ کا سفر کرنا تھا[1] اور اس سے پہلے کئی پروگرام نمٹانے تھے، سوازی لینڈ کے لئے میرا ویزا تو خالد سلمہ نے لگوا دیا تھا۔ مولوی احمد درویش اور مولانا عبدالرحیم صاحب کا بھی ویزا لگ گیا تھا، مفتی سعید سلمہ کا پاسپورٹ اسپائر کر چکا تھا ۔ ان کا ویزا حاصل کرنا ایک دشوار مرحلہ تھا۔ اور ان کے بغیر یہ سفر بالکل بے مزہ ہوتا، اس وجہ سے کوشش یہ تھی کہ ان کا بھی ویزا اسی اسپائر شدہ پاسپورٹ پر لگ جائے۔ اس کیلئے احمد درویش سلمہ، جہانسبرگ پہلے ہی پہنچ کر کوشش کر رہے تھے ، بہرحال ان کی کوشش رنگ لائی اور جب ہم بالکل ناامید ہو رہے تھے کہ ان کا ویزا نہیں لگ سکے گا خوشخبری ملی کہ انکو عارضی ویزا مل گیا ہے۔ اس خبر کو سن کر

---

(۱) سوازی لینڈ جنوبی افریقہ سے متصل ایک چھوٹا سا ملک ہے، جنوبی افریقہ کے لوگ عام طور پر گاڑیوں سے آتے جاتے ہیں، پورا ملک سبزہ زار پہاڑیوں اور وادیوں سے ڈھکا رہتا ہے، عام طور پر ہلکی ہلکی پھوار پڑتی ہے، جس سے موسم بہت خوشگوار رہتا ہے، قدرتی مناظر کھلے پڑے ہیں، مسلمانوں کی یہاں کی آبادی کے لحاظ سے اچھی آبادی ہے اکثر ان میں سے تجارت پیشہ ہیں، عثمان بھائی یہاں کے ایک دیندار تاجر ہیں بیکری کے مالک ہیں، مولانا عبدالرحیم صاحب سے ان کا خاص تعلق ہے، میرا افریقہ کا جو سفر ہوا تھا ان میں ان کا بھی مالی تعاون تھا۔ مولانا عبدالرحیم صاحب کی خواہش تھی کہ ان سے مل لینا چاہئے، خود عثمان بھائی کو بھی ہمارا انتظار تھا۔

ہم سب خوش ہوگئے۔

آج جہانسبرگ میں ناشتہ مولوی اسماعیل میاں کے یہاں میاں فارم میں کرنا تھا، جس کا وعدہ انھوں نے مجھ سے اپنی بچی کی شادی کے موقع پر بہت اصرار کرکے لیا تھا، ہم چاروں ساڑھے آٹھ بجے میاں فارم پہنچ گئے تھے۔ میاں فارم حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا جس میں میاں خاندان کی لمبی چوڑی فیملی کے مکانات تھے۔ نیز مدرسہ اور مسجد اور اساتذہ اور طلبہ کے رہنے کی قیام گاہ سب کچھ تھا۔ اس کے باوجود بھی جہاں جہاں نگاہ پہنچ رہی تھی سب کے بارے میں معلوم ہورہا تھا کہ یہ بھی میاں فارم میں شامل ہے۔

مولوی اسماعیل سلمہٗ کے گھر پہونچے تو ناشتہ تیار تھا، ہم ناشتہ پر بیٹھے تو مولوی داؤد سلمہٗ جو میرے شاگرد ہیں اور یہاں کی جمعیۃ علماء میں کام کرتے ہیں اپنے شہر ڈربن سے آگئے ان کی خواہش تھی کہ وہ ہم لوگوں کو جمعیۃ کے دفتر لائیں مگر سوازی لینڈ کے سفر کی وجہ سے اور دوسرے پروگرام کی وجہ سے اس کا موقع نہیں نکلا۔ اس وجہ سے ان سے معذرت کردی گئی، یہ بیچارے دوپہر تک ہمارے ساتھ رہے۔

ناشتہ میں میاں فارم کے سربراہ مولانا ابراہیم میاں اور ان کے برادر خورد مفتی احمد میاں بھی تھے۔ ناشتہ کے بعد مولوی ابراہیم میاں نے اپنی گاڑی میں بٹھالیا اور اپنا فارم دکھانے کیلئے چلے مولوی ابراہیم اس فارم میں ایک اسکول نما مدرسہ بھی چلاتے ہیں۔ یہیں مجلس علمی کا شاندار دفتر بھی ہے جس کے تحت جنوبی افریقہ اور بیرون ملک ڈیڑھ سو سے زیادہ مکاتب بھی چلاتے ہیں، مجلس علمی کے تحت شعبۂ نشر واشاعت بھی ہے، اس مجلس سے بہت سی نایاب علمی کتابیں طبع ہوئی ہیں، ابھی حال میں مجلس علمی سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب، کتاب الزیادات، کی شرح چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے، میری خواہش پر مولانا ابراہیم میاں نے آثار السنن کا وہ نسخہ دکھلایا جو مولانا انور شاہ کشمیری کے مطالعہ میں تھا، اور جس پر ان کے گراں قدر حواشی ہیں۔ میں گھومتے پھرتے بہت تھک چکا تھا، ان سے اجازت لیکر سونے کیلئے چلا گیا، دو گھنٹہ سویا، سو کر اٹھا تو طبیعت بہت ہلکی تھی، یہیں میاں فارم میں میرے ایک اور شاگرد

حافظ بدر بھی رہتے ہیں، وہ اپنے گھر لے لئے اور کھجور اور زمزم سے تواضع کی، دوپہر کی نماز اول وقت پڑھ کر مولوی ابراہیم میاں اپنے گھر ہمیں کھانے کے لئے لے گئے، مفتی احمد بھی دسترخوان پر تھے، مختلف موضوعات پر گفتگو رہی۔ میری گفتگو کا موضوع علامہ انور شاہ کشمیری کے آثار السنن کا حاشیہ تھا کہ اس سے استفادہ کی کیا شکل ہوگی۔ مولانا ابراہیم میاں نے بتلایا کہ پاکستان میں کوئی صاحب اس پر کام کر رہے ہیں، مگر ہمیں اس خبر سے کوئی زیادہ خوشی نہیں ہوئی، اسلئے کہ وہ حاشیہ کچھ اس قدر مغلق اور گنجلک تحریر میں ہے کہ حدیث کا متبحر عالم ہی جس نے خود علامہ کشمیری کے ساتھ وقت گذارا ہو اور ان کی تحریر اور ان کے لکھنے کے انداز سے واقف ہو، اس پر کام کر سکتا ہے، اور موجودہ دور میں ہند و پاک میں اس طرح کا کوئی آدمی نہیں ہے، کھانے کے بعد ہم نے مولوی بدر کے گھر تھوڑی دیر آرام کیا۔

خبر مل چکی تھی کہ مولوی سعید کو عارضی ویزا مل گیا ہے۔ ان کا پاسپورٹ جن صاحب کے پاس تھا وہ اس شہر کے آخری حصہ پر رہتے ہیں، ہم ان کا ویزا لینے کے لئے وہاں پہونچ گئے ساتھ مولوی اسماعیل اور مولوی بدر بھی تھے۔ ہم نے پورا شہر بھی گھوم کر دیکھا بڑا خوبصورت اور بہت صاف ستھرا شہر ہے، یہاں سے مولوی اسماعیل اور مولوی بدر ہم سے رخصت ہو گئے اور ہم نے اپنا آگے کا سفر جاری رکھا، ہمیں آج کی رات باربرٹن میں گزارنی تھی۔ مولوی احمد ذروش سلمۂ گاڑی چلا رہے تھے، گاڑی کی رفتار ایک سو پچیس کیلو میٹر فی گھنٹہ اوسط تھی مگر سڑک ایسی جیسے کہ گاڑی پانی پر تیر رہی ہو۔ سڑک کے دونوں طرف سبزہ ہی سبزہ اور پہاڑیاں اور وادیاں جدھر نگاہ اٹھاؤ قدرتی مناظر کے حسین شاہکار نظر آتے تھے۔

عصر کی نماز کے لئے ایک شہر میں رکنا ہوا جس کا نام غالباً میڈل برگ تھا، یہاں مفتی سعید کے شاگرد مل گئے جنھوں نے چائے پلائی۔ گورکھپور یوپی کے بھی ایک صاحب ملے جو دیوبند کے فاضل ہیں اور یہیں رہتے ہیں، انھیں جب معلوم ہوا کہ میں غازی پور کا ہوں تو گورکھپور اور غازی پور کی قربت کی وجہ سے وہ مجھ سے بہت تپاک سے ملے اور بھاگے بھاگے گئے

اور کہیں سے ایک کپ کافی لے کر آئے، منہ سے لگایا تو اس کی ٹھنڈک سے دماغ ٹھنڈا ہو گیا مگر ان کے خلوص اور محبت کی قدر ہوئی، یہاں سے چلے تو مغرب کی نماز میں فاست شہر میں ادا کی گئی، یہیں مولوی اسماعیل میاں سلمہٗ کا سسرال ہے، اتفاق سے ان کے سالے مل گئے مگر ہمیں جلدی تھی اس وجہ سے ان کی چائے کی دعوت سے ہم نے معذرت کر لی، اور اپنا سفر جاری رکھا، اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہاڑی راستوں اور وادیوں سے گذرتے ہوئے ہم ساڑھے آٹھ بجے شب میں باربرٹن پہونچے۔ یہاں مولانا عبدالرحیم صاحب کے ایک متعارف غلام بھائی کے گھر ہمارا قیام ہوا، غلام بھائی موجود نہیں تھے، ان کے لڑکے فاروق بھائی نے بڑے خلوص سے ہماری ضیافت کی، رات میں یہاں کے کچھ لوگ ملنے آ گئے جن سے میرے رفقا بات کرتے رہے اور میں سونے کیلئے اپنی خواب گاہ میں چلا گیا، الحمدللہ خوب اچھی نیند آئی، ساڑھے تین بجے شب ہی میں بیدار ہو گیا، مگر گہری نیند کی وجہ سے طبیعت میں کسی طرح کی کوئی گرانی نہیں تھی۔ معمول کے مطابق اسی وقت غسل کیا تو طبیعت اور بھی ہلکی ہو گئی۔

۳۰؍اکتوبر: آج صبح فجر کی نماز پڑھ کر ہم بھائی فاروق کے ساتھ یہ شہر دیکھنے نکلے اور دیر تک شہر میں اِدھر اُدھر گھومتے رہے، ہم نے یہاں وہ جگہ بھی دیکھی جہاں سے الکٹرانک اٹن کھٹولے کے ذریعہ بلند پہاڑیوں سے گذرتے ہوئے سوازی لینڈ سامان بھیجا جاتا ہے۔ یہاں سے سوازی لینڈ تک موٹے تار کا دو سلسلہ گیا ہے جس پر یہ اڑن کھٹولے لٹک کر سوازی لینڈ سامان پہونچاتے ہیں، معلوم ہوا کہ یہ نظام پوری دنیا میں صرف دو جگہ ہے، ایک یہاں اور دوسرے آسٹریلیا میں، یہاں محمد افریقی گارڈی کے بھائی کے یہاں ناشتہ کیا گیا پھر بھائی فاروق اپنی دوکان پر دعا کرانے لے گئے۔ بھائی فاروق صورت و سیرت کے اعتبار سے بہت نیک اور ملنسار آدمی ہیں، ہماری ضیافت بہت محبت سے کی۔

بھائی فاروق کی دوکان سے فارغ ہو کر ہم اب سوازی لینڈ کیلئے نکلے جس کی سرحد یہاں سے پون گھنٹہ کی مسافت پر تھی، جب ہم کچھ دور چلے تو ایسا محسوس ہوا کہ ہم قدرتی مناظر کی ایک حسین دنیا میں آ گئے ہیں، ہر طرف سبزہ اور پہاڑیاں، ہلکی بارش ہو رہی تھی اس وجہ سے

منظر اور بھی حسین ہو گیا تھا، سروں پر بادل کی ٹکڑیاں گزر رہی تھیں جن کا منظر دیدنی تھا، جب ہم سوازی لینڈ کی سرحد پر پہونچے تو ہم چاروں کی سوازی لینڈ میں داخل ہونے کی کارروائی دس پندرہ منٹ میں پوری ہو گئی، نہ کوئی سوال وجواب نہ جانچ پڑتال پاسپورٹ لیا اور ویزا لگا دیا، کام کرنے والے سب کالے تھے مگر بہت ہنس مکھ اور زندہ دل منٹوں میں کام نمٹا رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ اگر ہم ہندوستان میں ہوتے تو یہ منٹوں کا کام کئی گھنٹے میں پورا ہوتا اور ہم تھک کر چور ہو جاتے، ہم نے سرحد پار کی تو بھائی عثمان جن کے یہاں ہم مہمان ہونے جا رہے تھے اپنی گاڑی لئے ہمارے استقبال کو حاضر تھے، باڈر سے ہم ان کے شہر بیانی کے لئے چلے، راستہ میں ٹرافک بہت کم تھا، سڑکوں پر آدمی بھی بہت کم نظر آرہے تھے آدھ گھنٹہ میں ہم بیانی پہنچ گئے، سوازی لینڈ کا یہ مرکزی شہر ہے، یہی شہر اس ملک کی راجدھانی ہے۔ سوازی لینڈ میں بیانی کے علاوہ دو اور مشہور شہر ہیں مان زین اور ایک شہر اور، بھائی عثمان کے گھر پہنچ کر ہم نے چائے وغیرہ سے فراغت کی پھر انھیں کی گاڑی میں شہر دیکھنے نکلے، ایک ڈیڑھ گھنٹے میں ہم نے تینوں شہر کو اچھی طرح سے دیکھ لیا، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سوازی لینڈ کتنا چھوٹا ملک ہے، اس کے شہر بھی ہمارے ہندوستان کے شہروں کے محلے سے زیادہ بڑے نہیں ہیں۔ آج سوازی لینڈ میں بھی ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور پورا شہر سبزہ زار بنا ہوا تھا۔

ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا، اور قیلولہ کے لئے لیٹ گئے، طبیعت تھکی ہوئی تھی، دیر تک سوتے رہے، مگر چونکہ آج ہی ہمیں مالی لان جانے کیلئے ساؤتھ افریقہ کا باؤڈر پار کرنا تھا اور رات ساؤتھ افریقہ کے اسی شہر میں گزارنی تھی اس وجہ سے تین ساڑھے تین بجے ہم چائے پی کر اس نئے سفر کیلئے چل پڑے، مغرب کے تھوڑی دیر بعد ہم مالیلان پہونچ گئے، مغرب کی نماز مالیلان میں پڑھی گئی، یہاں ہمارے میزبان یعقوب بھائی ہمارے منتظر تھے۔ یعقوب بھائی مولوی خالد سلمہٗ کے دوست ہیں، مولوی خالد نے ان کو فون کر کے ہماری مالیلان آمد کے بارے میں ان کو بتلا دیا تھا۔ وہ ہمارا انتظار کر رہے تھے، یعقوب بھائی سے مل کر طبیعت

خوش ہوگئی، بہت متواضع اور مہمان نواز آدمی ہیں، ہماری آمد سے وہ بہت خوش تھے، شہر کے باہر ان کا شاندار بنگلہ ہے، وہیں ان کا قیام رہتا ہے، ہمارے ٹھہرنے کا اسی جگہ انتظام کیا تھا۔ رات کا کھانا کھا کر ہم تھکے مسافر جلد ہی سو گئے۔

۳۱ اکتوبر: آج ہمیں افریقہ کا مشہور جنگل کروگر پارک دیکھنا تھا، ناشتہ سے فارغ ہو کر ہم کروگر پارک کیلئے نکلے، نو بجے کے قریب ہم کروگر پارک پہونچ گئے۔ اس جنگل میں گھومنے کے لئے ٹکٹ لینا ہوتا ہے، فی کس تیس رین ادا کرنے پڑے، گاڑی کا ۲۴ رین دینا پڑا۔ ایک بجے تک ہم اس جنگل میں گاڑی سے گھومتے رہے، ہزاروں میل میں پھیلا ہوا یہ جنگل ہے، پورے جنگل میں گاڑی گزرنے کیلئے پختہ سڑک ہے، جگہ جگہ کھانے پینے کا بھی نظم ہے۔ جتنا وسیع جنگل ہے اس اعتبار سے جانور بہت کم نظر آئے، سڑکوں کے کنارے کا حصہ سوختہ تھا معلوم ہوا کہ چند سال پہلے اس جنگل میں آگ لگ گئی تھی اور مہینوں تک اس کے شعلے بھڑکتے رہے جس سے جنگل کو بہت نقصان ہوا، درختوں کا بہت بڑا حصہ جل گیا اور جانور بھاگ کر جنگل کے بالکل اندرونی حصہ میں چلے گئے، جانوروں میں زیادہ تر ہرن نظر آئے، ایک جگہ جنگلی بندر کا ایک گروہ نظر آیا، جن کی صورت عجیب وغریب تھی، اس طرح کے بندر ہم نے ہندوستان کے چڑیا گھروں میں کہیں نہیں دیکھے تھے، جنگلی سور بھی ہمیں دیکھا، زیبرے بہت تھے، ہاتھی کا بھی دیدار ہوا، کچھ اور جانور نظر آئے۔

یعقوب بھائی ہمارے ساتھ ناشتہ اور کھانے کا سامان کافی مقدار میں کر دیا تھا۔ ہم نے جنگل ہی میں ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھایا اور ضروریات سے فارغ ہوئے، پھر جنگل کا کچھ اور حصہ دیکھتے ہوئے ہم باہر آگئے اور آدھ گھنٹے کے بعد ہم وائٹ ریور پہونچے، اس شہر میں میرے شاگرد مولوی محمد گارڈی رہتے ہیں، ہم جب ان کی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھنے کیلئے گئے تو نہ محمد گارڈی تھے نہ ان کے بھائی مولوی اسماعیل ہی تھے۔ ان کو ہمارے یہاں پہونچنے کی اطلاع نہیں تھی۔ مولوی محمد گارڈی جماعت میں نکلے ہوئے تھے، اور مولوی اسماعیل جہانسبرگ گئے ہوئے تھے۔

جس مسجد میں ہم نے نماز پڑھی وہ گارڈی خاندان ہی نے بنوائی ہے، جس کا طرز تعمیر عربی ہے، اور اس کی بناوٹ بہت خوبصورت ہے۔

ظہر کی نماز پڑھ کر ہم آزاد ویل کیلئے چل پڑے۔ یہاں سے تقریباً چار سو کیلومیٹر کا سفر ہے، عام رفتار سے اگر گاڑی چلے تو کم از کم پانچ گھنٹے آزاد ویل پہونچنے میں لگتے ہیں۔ راستہ میں ایک شہر نیل اسپرٹ پڑا جہاں مولانا عبدالرحیم صاحب کے بعض رشتہ دار رہتے ہیں وہاں تھوڑی دیر رُکے اور چائے پی پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگئے، راستہ میں بارش ہورہی تھی مگر مولوی احمد درویش سلمہ ایک سو بیس تیس کی رفتار سے گاڑی چلا رہے تھے۔ ہم لوگ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے رات میں لینسا مولوی خالد کے گھر آگئے جہاں رات کا کھانا کھانا تھا، مولوی خالد انتظار میں تھے۔ آج کے کھانے میں جھینگا مچھلی کا مولوی خالد نے خاص اہتمام کیا تھا جسے بڑی رغبت سے کھایا گیا۔ مفتی محمود صاحب گنگوہی سے وابستہ لوگ جھینگا مچھلی کھانے سے احتراز کرتے ہیں، مولوی سعید نے احتراز برتا، ان کا تعلق حضرت مفتی صاحب سے ہے، آج مولانا بایزید صاحب موجود نہیں تھے، وہ دربن تشریف لے گئے تھے، جہاں مولانا ارشد مدنی آج ہی پہنچنے والے تھے۔ کھانا سے فارغ ہوکر ہم لوگ آزاد ویل آگئے، اس طرح تین روز کا یہ سفر بخیر و خوبی مکمل ہوا، کار سے تقریباً چودہ سو کیلومیٹر کا یہ سفر بڑا یادگار سفر رہا، آج آزاد ویل میں بجلی غائب تھی اس وجہ سے جلد ہی سوگئے۔

یکم نومبر: آج ناشتہ قاری اسماعیل صاحب کے یہاں تھا۔ اس سے فارغ ہوئے تو قیام گاہ آرام کے لئے آگئے، آج جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ سے پہلے تک آرام ہی کرتا رہا۔ جمعہ کی نماز آزاد ویل کی جامع مسجد میں ادا کی گئی، خطبہ سے پہلے میرا بیس منٹ بیان ہوا، ساؤتھ افریقہ میں یہ میری اس سفر کی آخری تقریر تھی۔ کل مجھے ہندوستان سفر کے لئے روانہ ہونا تھا، آج دوپہر کا کھانا مولوی سعید کے یہاں تھا، جس میں انھوں نے بہت سے لوگوں کو مدعو کر رکھا تھا، چونکہ کل سفر کرنا تھا اس وجہ سے بہت سے لوگ ملنے آتے

رہے، دور دراز سے بعض شاگرد بھی آگئے تھے۔

عصر کے بعد کی چائے مولانا عبدالرحیم صاحب کے یہاں پی، عصر بعد ہم روشنی شہر کے لئے نکلے جہاں میرے شاگرد مولوی داؤد قاسم کے یہاں کھانا کھانا تھا۔ وہاں سے فارغ ہوکر ہم آزاد ویل آگئے، مفتی سعید صاحب کی بچیوں اور ان کی اہلیہ اور مولوی احمد درویش کی اہلیہ جو مفتی سعید صاحب کی ہمشیرہ ہوتی ہیں، نے میرا سامان ٹھیک کر رکھا تھا، سامان اتنے سلیقے سے ان خواتین نے رکھا تھا کہ ان کے حسن انتظام کی داد دینی پڑی، واقعہ یہ ہے کہ مفتی سعید کی اہلیہ اور ان کی بچیوں نے مجھے ہر طرح آرام پہونچایا، مولوی احمد درویش کی گھر والی کا بھی ان کو برابر تعاون حاصل رہا یہ دونوں گھرانے ایک ہی ہیں اس لئے میرے لئے ان کا ہر کام مشترک تھا۔ مولوی احمد درویش سلمہٗ نے پورے سفر میں اپنی گاڑی میرے لئے وقف کر رکھی تھی۔ چہرہ پر کھیلتی مسکراہٹ کے ساتھ جب وہ گاڑی چلاتے تھے تو سفر کا لطف دوبالا ہو جاتا تھا۔ مفتی احمد سعید سے ان کا رشتہ سالے بہنوئی کا ہے اس وجہ سے ان کی چھیڑ چھاڑ میں بڑا مزہ آتا تھا۔ مولانا عبدالرحیم صاحب جب ساتھ ہوتے تو سفر تفریح بن جاتا، ان سب کی محبتوں نے میرے افریقہ کے سفر کو یادگار سفر بنا دیا ہے اللہ ان سب کو اپنی حفاظت اور امان میں رکھے، ان کی محبتوں کا انھیں بہترین بدلہ دے۔

۲ر نومبر: کو میری افریقہ سے روانگی ہوئی، رخصت کرنے کیلئے میرے شاگردوں کی ایک جماعت تھی، سامان ستر کیلو سے اوپر جا رہا تھا، مولانا عبدالرحیم صاحب اور بعض دیگر احباب کے تعاون سے ستر کیلو وزن تک کا سامان تو جہاز میں چلا گیا ایک کارٹون رہ گیا تھا، وہ بعد میں مولوی سعید نے مئو بھجوا دیا تھا، سعودی ایرلائن کا جہاز تھا جس نے اس روز ساڑھے دس بجے دن میں اڑ کر ساڑھے آٹھ بجے رات میں جدہ ایرپورٹ پر پہونچا دیا، مجھے یہاں چوبیس گھنٹے سے زائد رکنا تھا۔ خیال تھا کہ مزید ایک عمرہ کی سعادت حاصل کرلوں، جنوبی افریقہ ہی سے مولانا قاری صاحبزادہ عبدالباسط کو فون کر دیا تھا کہ وہ مجھے لینے جدہ ایرپورٹ آجائیں، وہ اپنے بعض دوستوں کے ساتھ آئے بھی ہوگے یہاں پھر

پہلے ہی کی طرح باہر نکلنے کیلئے ساڑھے تین سو ریال کا مطالبہ ہو رہا تھا، میں نے ایرپورٹ والوں سے کہا کہ میرے آدمی باہر کھڑے ہیں، مجھے ان کی گاڑی میں جانا ہے، ان کے یہاں ٹھہرنا ہے، کل کی میری فلائٹ ہے، میں ان سے بل لاکر آجاؤں گا، مگر ان کی ایک ہی رٹ تھی کہ ساڑھے تین سو ریال ادا کرو اور ہمارے نظام کے تحت یہ چوبیس گھنٹے گذارو، میں نے کہا کہ مجھے یہ رقم ادا نہیں کرنی ہے نہ آپ کے نظام کے تحت چوبیس گھنٹے گذارنا مجھے پسند ہے۔ پھر میں نے کہا کہ براہ کرم آپ شیخ حاتم احمد کو فون کریں[1]۔ بڑی ردوکد کے بعد انھوں نے موبائیل پر ان سے رابطہ قائم کیا، میرا نام سنتے ہی وہ فوراً آگئے، آتے ہی لپٹ گئے میرا سامان اٹھایا، میرا پاسپورٹ لیا اور اس پر خود ہی کچھ لکھا پھر میگریشن سے چند منٹ میں فارغ ہوئے اور میرا سامان اٹھائے تقریباً ایک کیلو میٹر چلتے رہے، جہاں انکی گاڑی تھی، مجھ سے پوچھا آپ جدہ کہاں جائیں گے میں نے قاری عبدالباسط صاحب کا پتہ بتلایا، انھوں نے کہا کہ وہاں میں آپ کو خود پہونچاؤں گا۔ وہ مجھے لیکر حی السلامۃ قاری صاحب کے گھر پہونچے اور بہت اصرار کے بعد بھی نہ ایک کپ چائے پی اور نہ ایک پیسہ لیا، اس دفعہ وہ میرے لئے اللہ کی رحمت ثابت ہوئے اور ان کی وجہ سے مجھے ایک عمرہ کی مزید سعادت حاصل ہوگئی۔

صبح تازہ دم ہو کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے قاری خلیق اللہ صاحب کے دارابرار میں قیام ہوا مولانا طلحہ صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب کے صاحبزادہ بھی یہاں اپنی اہلیہ کے ساتھ قیام فرما تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی پھر عمرہ سے فراغت کر کے حضرت قاری صاحب کے

---

(۱) یہ وہی شیخ ہاشم احمد ہیں جنھوں نے مجھے آمد کے وقت جدہ ایرپورٹ سے نکالا تھا، اور مجھ سے کچھ اتنے متاثر ہوئے تھے کہ یہ کہا تھا کہ جب آپ جنوبی افریقہ سے چلیں تو مجھے فون کردیں، انشاء اللہ میں ایرپورٹ پر موجود رہوں گا اور آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ افریقہ سے میں ان کو فون نہیں کرسکا تھا۔

گھر گیا وہیں کھانا کھا کر آرام کیا پھر جدہ قاری عبدالباسط صاحب کے یہاں آ گئے۔ جہاں سے ہم قاری صاحب اور بھائی تسنیم صاحب کے ساتھ عشاء کی نماز کے بعد جدہ ایرپورٹ کے لئے نکلے، یہاں تھوڑی دیر میں مولانا طلحہ صاحب اپنی اہلیہ کے ساتھ آ گئے، ان کو بھی اسی فلائٹ سے دہلی روانہ ہونا تھا، ان کے ساتھ بھائی حشیم مہتمم مدرسہ صولتیہ تھے، تھوڑی دیر میں مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم بھی آ گئے، اور دیکھ کر لپٹ گئے، پیشانی کا بار بار بوسہ لیا، ساؤتھ افریقہ میں میرے قیام کے دوران یہ بھی ساؤتھ افریقہ آئے تھے، ان سے وہاں ملاقات نہ ہو سکی تھی، اب ایرپورٹ پر ملاقات ہوئی تو بہت خوشی کا اظہار کر رہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ ساؤتھ افریقہ والے آپ کے پروگرام سے بہت خوش تھے، ان کو بہت نفع ہوا۔

پھر ہم ہوائی جہاز پر دوستوں کو الوداع کہتے ہوئے سوار ہو گئے، مولانا طلحہ کی سٹ اور ہماری سٹ ایک ہی تھی، کنارہ کی سٹ پر ان کی بیوی تھیں، مولانا طلحہ کی دلچسپ گفتگو سے سفر آسانی سے طے ہو گیا، راستہ میں ان کی بیوی نے ان کو ایک میگزین پڑھنے کو دیا تو انھوں نے اپنی لمبی چوڑی تسبیح نکال لی اور کہا کہ تم میگزین پڑھ کر اپنا وقت ضائع کرو میں تو یہ پڑھوں گا۔ مجھ سے کہنے لگے میں نے ایک ہی دن میں آپ کو تین حلیہ میں دیکھا، جنوبی افریقہ سے آئے تو احرام میں تھے، پھر کرتہ پیجامہ میں ہوئے اور اب شروانی کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔

دوسرے روز صبح ہم ۴ نومبر کو بعافیت دہلی پہونچ گئے، مولانا نظام الدین چلے گئے اور میں اپنے کرم فرما حاجی منصور کے یہاں گلی قاسم جان دہلی چلا آیا اور پھر اسی روز لچھوی ٹرین پر سوار ہو کر دوسرے روز مئو پہونچے، جہاں میرا بڑا لڑکا عبدالرحمن، میرے داماد افتخار احمد سلمہ اور میرے بہنوئی ماسٹر فیاض احمد صاحب میرے استقبال کیلئے موجود تھے، پھر اپنے داماد کی گاڑی میں بیٹھ کر بعافیت نو بجے دن میں غازیپور آ گیا۔ اس طرح تقریباً ایک ماہ کا یہ سفر بعافیت تمام ہوا۔

والحمد للہ علیٰ ذلک و بنعمتہ تتم الصالحات۔

مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا دوماہی دینی وعلمی مجلہ

جلد ۷

شمارہ ۲
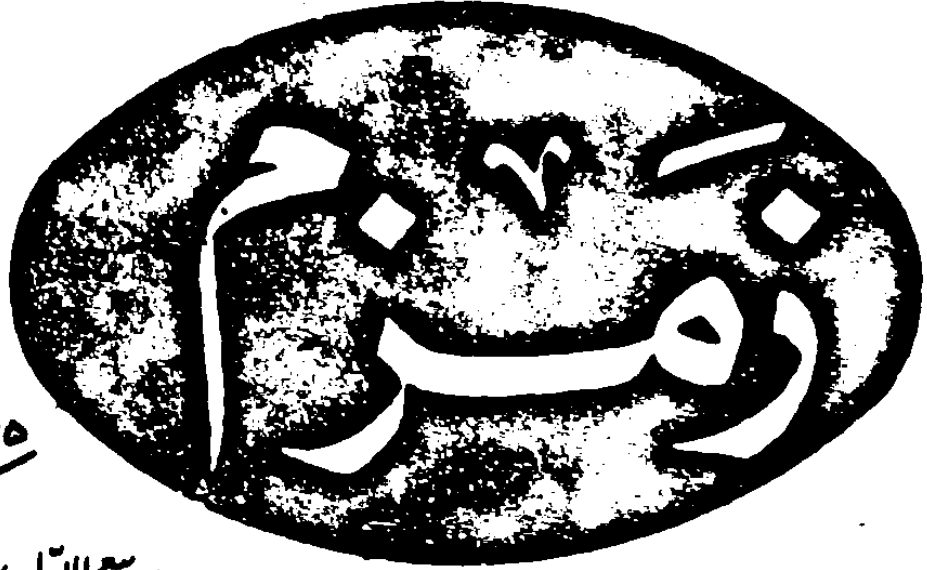
۱۴۲۵ھ

ربیع الاول، ربیع الثانی

مدیر مسئول ومدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ——— ۷۰/ روپے

پاکستان کے لیے

پاکستانی ایک سو بیس ۱۲۰ روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ

غیر ممالک دس ڈالر امریکی

مکتبہ اثریہ

قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور ۔ یوپی

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱ - فون نمبر ۲۲۵۳۳/۲۲۱۷۵۷-۰۵۴۸

فہرست مضامین

اداریہ

محمد اجمل مفتاحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربیع الاول کا مہینہ اسلامی مہینوں میں ایک خاص امتیاز رکھتا ہے، محسن انسانیت ختم رسل آقائے نامدار رسولوں کے سردار، سرتاج مدینہ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم اس ماہ مبارک میں پیدا ہوئے، مشہور ہے کہ آپ کی ولادت مبارکہ کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول ہے محقق قول یہ ہے ۹ ربیع الاول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وجود سے عالم کو زینت بخشی، بہرحال چاہے آپ کی پیدائش ۱۲ ربیع الاول کو ہو یا ۹ کو اسی ماہ مبارک میں آپ کی پیدائش ہوئی، چالیس برس کی عمر کو پہونچے تو آپ کو رسالت کے منصب سے سرفراز کیا گیا، پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ انسانیت کی بھلائی اور اور اللہ کے پیغام کو دنیا والوں کو پہونچانے اور انھیں راہ حق دکھانے میں صرف کیا۔

آپ کی بعثت سے قبل پوری دنیا پر کفر وضلالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی ہر طرف باطل کی یلغار تھی، باطل پرستوں کا شور وغل تھا، ظلم وستم کی نہریں رواں تھی، زمین پر فتنہ وفساد تھا، اللہ کے مخلص بندوں کا نام ونشان نہیں تھا، توحید کے نعرہ سے زبان نا آشنا تھی، صنم کدے آباد تھے، انبیاء سابقین کے کہیں کہیں مٹے مٹے آثار تھے مگر ان کی تعلیمات سے کان نا آشنا تھے، آسمانی کتابیں تھیں مگر محرف شکل میں، غرض پوری دنیا میں آسمانی ہدایت کی کہیں روشنی نہیں تھی، انسانیت بھٹک رہی تھی، عریانیت و فحشاء اور منکرات کا راج، جو طاقت وقوت والا تھا وہ کمزوروں کا گلا دبائے ہوئے تھا، نہ کوئی نظام تھا نہ قانون نہ اخلاق وکردار کا نام ونشان، یوں کہو دنیا میں جنگل راج تھا

اسی ڈگر پر انسان اپنی زندگی بسر کر رہا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم آیاتك ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم اے اللہ اولاد اسماعیل میں ایک نبی انھیں میں کا بھیج جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنائے، اور ان کو کتاب وحکمت سکھائے اور ان کو پاک وصاف کرے۔

وقت آ گیا تھا کہ حضرت ابراہیم کی یہ دعا جو بارگاہ رب العزت میں مقبول ہو چکی تھی، اس کی قبولیت کا ظہور ہو، خاندان ابوطالب میں حضرت آمنہ کے پیٹ سے ایک بچہ پیدا ہوا، دادا نے محمد نام رکھا یہ نام بالکل الہامی تھا، عرب اس نام سے ناآشنا تھے، محمد یعنی تعریف کیا ہوا شخص، یہ پہلا نام تھا جو عربوں میں سنا گیا، والد کا انتقال جب آپ رحم مادر میں تھے ہو چکا تھا، کچھ سالوں کے بعد والدہ کا بھی انتقال ہو گیا، دادا نے پرورش کی اور پھر چچا نے آپ کو پیار ومحبت سے پالا، اور پوری زندگی آپ کا سہارا بنے رہے، چالیس سال میں آپ کو نبوت ملی، اور پھر کار نبوت پھیلتا گیا، دنیا میں حق کی روشنی پھیلتی رہی، باطل بے نقاب ہوتا رہا، انسانیت نے محسوس کیا کہ اب اسے سایہ رحمت میں پناہ ملی، خدا کا پیغام دور دور تک پھیلا، اور جس سرزمین پر نظام وانتظام نام کی کوئی چیز نہیں تھی، انسانوں نے ایک مرتب اور اخلاق وکردار کے نظام وقانون میں ڈھلی ڈھلائی زندگی گذارنے کا سبق سیکھا، اور آنحضور کی تعلیم وتربیت میں پرورش پانے والی انسانوں کی وہ جماعت تیار ہوئی جس کی مثال اقوام وامم میں نہیں ملتی، جو اخلاق وکردار کی بلندی دین حق کے لئے جاں فروشی، اللہ ورسول کے لئے فدائیت، اخلاص وایثار، ایمان وعقیدہ کی پختگی سے سرشار وغیرہ صفات میں اس بلند مقام پر پہنچی کہ بارگاہ ایزدی سے اسے خیر الامم اور امت وسط کے لقب واعزاز سے نوازا گیا، یہ جماعت نبی کے عشاقوں، جانبازوں، آپ کے نام پر مٹنے والوں اور اللہ کی رضا کے لئے اور اس کے دین کی سربلندی کے لئے ہر طرح کی قربانیاں دینے والوں یعنی صحابہ کرام کی جماعت مقدسہ تھی، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

ربیع الاول کا مہینہ کوئی تہوار کا مہینہ نہیں ہے، یہ گانے بجانے، جلسے جلوس نور و روشنی سے گھروں اور پنڈالوں کے سجانے کا مہینہ نہیں ہے، اس مہینہ کے تقدس کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے آپ کو کردار و اخلاق کے اعتبار، دینداری و پرہیزگاری کے اعتبار سے، دین کے لئے ایثار و قربانی کے اعتبار سے اس سانچے میں ڈھالنے کا عہد کریں جس سانچے میں صحابہ کرامؓ ڈھلے تھے، کتاب و سنت سے اپنا رشتہ مضبوط کریں اور جو ابدی پیغام انسانوں کی رہنمائی و ہدایت کے لئے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے اس پیغام کو عام کریں اور دنیا کو وہی سبق پڑھائیں جس کی تعلیم درسگاہ نبوت میں صحابہ کرام نے معلم انسانیت صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی تھی، اسراف اور فضول خرچی سے بچیں، اور بدعات و خرافات کی لعنت سے اس پاک مہینہ کو پاک رکھیں۔

اس مہینہ کا یہی احترام و اکرام ہے، اس میں اللہ اور اس کے رسول کی رضا ہے، اور یہی راہ حق ہے اور ہمارے دین و ایمان کا تقاضا ہے، اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہرے رشتہ اور تعلق اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے واقعی محبت کی علامت ہے، لغویات اور تماشوں میں پڑنا یہ اسلام کا مزاج نہیں ہے، اور نہ صحابہ کرام کے دور میں جو نبی کے سچے عشاقوں کا زمانہ تھا ربیع الاول کے مہینہ میں جو آج بدعات و خرافات کا طوفان ہمیں نظر آتا ہے اس کا اس دور میں کوئی تصور تھا، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اسلام کی زندگی اور اللہ کے رسول سے سچی محبت نصیب کرے۔

ایک ضروری اطلاع

زمزم کے قارئین میں سے بہت سے لوگوں کا تقاضا تھا خصوصاً پاکستان والوں کا زیادہ تقاضا تھا کہ زمزم میں جو خطوط کے جوابات شائع ہوتے ہیں ان کو کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تاکہ یہ فقہی علمی سرمایہ محفوظ رہے، زمزم کے فائلوں کا محفوظ رکھنا سب کے بس کی بات نہیں ہے، مکتبہ اثریہ خود بھی اس کا پہلے ہی سے پروگرام بنائے ہوئے تھا، مگر

اس پر آنے والے خرچ کا مسئلہ پریشان کئے ہوئے تھا، اس لئے ہمت نہیں ہو رہی تھی، اب قارئین زمزم کے شدید اصرار کی وجہ سے اس کا پروگرام بنا لیا گیا ہے، سردست تین ساڑھے تین سو صفحات کی پہلی جلد شائع ہوگی۔ کتاب اچھے کاغذ پر اور مجلد شائع ہوگی کتاب کی لاگت کے حساب سے اس کی عام کتابت سوا سو روپے ہوگی، مگر جو لوگ ابھی سے پانچ کاپی کے خریدار بن جائیں گے اور وہ اپنی قیمت جمع کرادیں گے تو ان کو یہ پانچ عدد نسخے صرف ڈھائی سو روپے میں دیئے جائیں گے۔ گویا بالکل اصل دام پر، اگر اس طرح کے ہمیں دو سو خریدار مل جائیں تو ان شاء اللہ یہ کتاب چھ ماہ میں ناظرین کے ہاتھ پہنچ جائے گی، اطلاعاً عرض ہے کہ اس کتاب کی کتابت شروع ہوگئی ہے اور ایک سو پچاس صفحات کی کتابت مکمل بھی ہو چکی ہے۔ بس طباعت کے لئے رقم درکار ہے۔ قارئین زمزم ہمت کریں اور اس سلسلہ میں اپنے روابط سے کام لے کر پانچ پانچ عدد نسخوں کے لئے لوگوں کو آمادہ کریں، تھوڑی سی ہمت اور دلچسپی سے یہ کام بڑی آسانی سے ہو جائے گا، اور یہ مفید علمی کتاب بہت جلد ناظرین کے ہاتھ میں ہوگی۔

اگر کوئی صاحب اپنے عزیز و اقربا کے ایصال ثواب کیلئے اس کار خیر میں حصہ لے کر سو دو سو نسخے خرید لیں اور ان کی قیمت پیشگی ادا کر دیں تو طباعت و کتابت کا مرحلہ بہت آسان ہو جائے گا، اور ان شاء اللہ مرحومین کو اس کا ثواب بھی پہنچے گا۔

اٹھو اٹھو کہ نہیں کام روز روز کا ہے
یہ وقت خاص بہت خاص بن کے آیا ہے

پاکستان میں زمزم کے لئے اس پتہ پر خط و کتابت کریں۔

مولانا ابو محمد ایاز ملکالوی صاحب، جامعہ سراج العلوم، عیدگاہ لودھران

پاکستان میں زمزم کا سالانہ چندہ ۱۲۰/ روپے

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر مدعو کیا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی آنحضورؐ کے ساتھ گیا، داعی نے آنحضورؐ کے سامنے روٹی اور شوربا رکھا، شوربے میں کدو ڈالا گیا تھا، حضرت کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کدو کو پیالے کے اطراف سے لے کر کھا رہے ہیں، اس دن سے مجھے کدو مرغوب ہوگیا۔ (بخاری شریف)

اس حدیث پاک میں کئی چیزیں قابلِ غور ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام ہر جائز پیشہ کو اختیار کرتے تھے اور کوئی پیشہ بشرطیکہ حلال ہو ان کے نزدیک معیوب نہیں تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کی دعوت کو اگر وہ مالِ مشتبہ سے پاک ہو، قبول فرمایا کرتے تھے، خواہ وہ بڑا اور بزرگ اور عالی خاندان کا ہو خواہ وہ عام انسانوں میں کا کوئی فرد ہو، اسی وجہ سے علماء لکھتے ہیں کہ مسلمان کی دعوت قبول کرنا سنت ہے۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کسی کی دعوت ہو تو اس کا خادم بھی بلا اجازت اور بلا دعوت اس دعوت میں اپنے آقا کی ہمراہی میں شریک ہو سکتا ہے، خادم کو الگ سے دعوت دینا ضروری نہیں ہے۔

چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ کدو سبزیوں میں سے آنحضورؐ کی مرغوب غذا تھی اور

کھانے کی مرغوب چیز کو دسترخوان سے ادھر ادھر ہاتھ بڑھا کر لیا جا سکتا ہے، یہ دسترخوان کے آداب کے خلاف بات نہیں ہے۔

پانچویں بات یہ معلوم ہوئی کہ صحابہ کرام آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مرغوبات کو اپنی مرغوب شئی بنا لیا کرتے تھے، یہ آنحضورؐ کے ساتھ ان کی غایت درجہ محبت اور فریفتگی کی بات ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب صحابہ کرام کا کھانے پینے کی چیزوں میں بھی آنحضورؐ کی پسند کو اپنی زندگی میں داخل کر لیا کرتے تھے تو دینی و شرعی امور میں اس کا ان کو کتنا لحاظ و پاس ہوا کرتا ہوگا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کا ہر عمل آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نقش ہوا کرتا ہے، اس کو یہ کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا کہ یہ صحابی کا عمل ہے اور وہ ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔

(۲) حضرت معدی کرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ کا ارشاد تھا کیلوا طعامکم یبارک لکم فیہ، یعنی کھانا ناپ کر پکایا کرو اس میں تمہارے لئے برکت ہے (بخاری)

کیلوا طعامکم کا لفظی ترجمہ تو صرف اتنا ہے کہ کھانے کا سامان ناپ لو، مگر یہ ارشاد مبارک گھر میں جو کھانا پکتا ہے اس کیلئے ہے، اللہ کے رسول کی اس ہدایت کا حاصل یہ ہے کہ جو کھانا ناپ تول کر اور گھر کے افراد کی تعداد کو دیکھ کر مناسب مقدار میں پکایا جائے اس میں خیر و برکت ہوتی ہے، آنحضورؐ کی جو تعلیم ہے اگر اس کو ہمارے گھروں کا معمول بنایا جائے تو اس کو عیب کی نگاہ سے دیکھا جائے گا، اور جو ایسا کرے گا اس کو لوگ بخیل ہونے کا طعنہ دیں گے مگر ہمارے حضورؐ کی تعلیم و ہدایت اپنانے ہی میں خیر و برکت ہے، دوسرے کیا کہتے ہیں اگر اس پر نگاہ رکھی جائے تو پھر شریعت پر عمل کرنا دشوار ہو جائے گا، کہنے والے تو ہماری نماز، ہمارے روزہ، حج و قربانی کے بارے میں بھی نہ معلوم کیا کیا بکتے ہیں، ان نکتہ چینوں کی مسلمانوں کو پرواہ نہیں کرنی چاہئے اور شریعت کی جو ہدایت ہے اس پر عمل کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنانا چاہئے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ من ابتاع طعامًا فلا یبیعہ حتی یقبضہ ، یعنی جس نے غلہ خریدا تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو نہ بیچے۔ (بخاری)

شریعت کی ہدایت خرید و فروخت کے بارے میں ایک یہ بھی ہے کہ سامان خریدنے والا سامان خرید کر جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے دوسروں کو اس کو بیچنا درست نہیں ہے، اور حکمت اس کی یہ ہے کہ اگر سامان پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی اس نے دوسرے کے ہاتھ میں فروخت کر دیا تو ممکن ہے کہ وہ بائع کے ہاتھ میں خراب یا ہلاک ہو جائے تو پھر جھگڑے فساد کا اندیشہ ہے اور دوسرے خریدار کو وہ سامان مہیا کرنا دشوار ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے کہا کہ جب وہ خریدی کرتا ہے تو بیچنے والے اسے دھوکا دیتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ خریدتے وقت بیچنے والے سے کہہ دیا کرو کہ لاخلابة۔ دھوکا بازی نہیں ہونی چاہئے۔ (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ اگر تاجر کسی کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس کو الٹا سیدھا سامان دے دیں یا سستا سامان گراں قیمت پر دے دیں تو جب وہ تاجر سے یہ کہہ دے گا کہ دھوکا نہ ہونا چاہئے اب اگر اس نے اس کے ساتھ دھوکا کیا تو اس کا دھوکا ظاہر ہو جانے کے بعد اس خریدنے والے کو سامان واپس کرنے کا حق ہوگا اور تاجر کے لئے از روئے شرع اس کو واپس لینا ضروری ہوگا۔ اور اگر اس نے انکار کیا تو اسے قاضی سامان واپس لینے پر مجبور کرے گا۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور نے فرمایا الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبرکة ، یعنی قسم کھا کر جو مال فروخت کیا جائے اس سے مال کی نکاسی تو ہوتی ہے لیکن قسم سے مال کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ (بخاری)

قسم کھا کر کے وہی مال فروخت کرتا ہے جو امانت و دیانت سے خالی ہوتا ہے، امانت دار تاجر قسم کھا کھا کر تجارت نہیں کرتا، ایسے قسم کھانے والے کو لوگ جھوٹا جھوٹا ہی

تصور کرتے ہیں، قسم کھا کر کے مال بیچنا بے برکتی کی دلیل ہے ۔

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور نے فرمایا کہ (گزشتہ امت میں) ایک تاجر تھا جو لوگوں کو ادھار مال دیا کرتا تھا اور وہ جب کسی کو تنگ حال دیکھتا (کہ وہ رقم کی ادائیگی پر قادر نہیں ہے) تو اپنے غلاموں سے کہتا کہ اس سے درگزر کرو شاید کہ اللہ ہم سے درگزر فرمائیں، چنانچہ اللہ نے اس کی گناہیں معاف کر دیں ۔ (بخاری)

مسلمان کو با اخلاق اور صاحب مروت ہونا چاہیئے، مروت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ کسی پر قرض ہو تو اگر قرض لینے والے کو ادائیگی میں دقت پیش آرہی ہے تو اگر اسے وسعت ہے تو اس سے درگزر کر دے، یا اس کو مزید مہلت دے یا قرض کی رقم میں سے کچھ کم کر دے، اس کا ثمرہ اس کو آخرت میں ملے گا، اگر اس نے سچائی کے ساتھ اور محض اللہ کی رضا کے لئے اس پر رحم کھا کر اس کا قرض معاف کر دیا یا اس کو سہولت بہم پہونچائی تو اللہ اس کے ساتھ بھی رحم و کرم کا معاملہ کرے گا، اس کی سیأت سے درگزر کرے گا ۔

بقیہ برطانیہ کا سفر

پڑھا ہے اور غائبانہ مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہیں، زمزم کا بھی مطالعہ کرتے رہتے ہیں، اور غیر مقلدیت کے موضوع سے ان کو خاص دلچسپی ہے، اور اس سلسلہ میں ان کی معلومات بہت وسیع ہیں، حالانکہ یہ ایک عام آدمی ہیں، پڑھے لکھے زیادہ نہیں ہیں ۔

حافظ قاری محمد یوسف سیدات BASINOSTOKE شہر سے جو لندن سے پچاس کیلومیٹر فاصلہ پر ہے وہاں سے آئے تھے ۔

مولوی مشتاق مولوی اسماعیل کے گھر کے قریب ہی رہتے ہیں، ان حضرات سے مل کر بہت خوشی ہوئی ۔

(جاری)

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

قرأت خلف الامام کا مسئلہ
اور
حنفی مذہب

مکرمی حضرت والا۔ سلام مسنون

خدا کرے مزاج بخیر ہو۔ زمزم کا مطالعہ پابندی سے جاری ہے، ہر شمارہ نظر کشا اور افزونی بصیرت کا باعث ہوتا ہے، آپ کی تحریر و تحقیق سے شبہات ختم ہو جاتے ہیں اور قلب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، کئی ایسے مسائل تھے جو قلب کو مشوش کئے ہوئے تھے، زمزم اور آپ کی کتابوں نے شبہات کو کافور کر دیا۔ وللہ الحمد

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں بخاری شریف میں جو کچھ فرمایا ہے آپ سے مخفی نہ ہوگا، اگر آپ امام بخاری کی باتوں کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ پر کچھ تحریر فرمادیں تو قرأت خلف الامام کے مسئلہ کے بہت سے گوشے پر بھی روشنی پڑ جائے گی اور غیر مقلدین امام بخاری کا نام لے کر جو دوسروں کو ورغلاتے ہیں اس کا بھی تدارک ہوگا۔ والسلام

نیاز محمد، محمد حسین قاسمی

مظفرپوری — وارد حال احمد نگر، مہاراشٹرا

ناظم! زمزم کے اجراء کا ایک بڑا مقصد یہی تھا کہ غیر مقلدین نے عوام اور کچھ خواص کے ذہنوں میں جو شبہات کے بیج بوئے ہیں انھیں ختم کیا جائے، خدا کا شکر ہے کہ اس میں

زمزم کامیاب رہا۔ اور بزعم خود اتحادیوں اور متفوین اور ضدی طبائع کو چھوڑ زمزم میں شائع ہونے والی تحریروں کو ہر شخص نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اگر جہل وناواقفیت کی بنیاد پر کوئی غلط راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کی اصلاح ممکن ہے، لیکن عصبیت اور ضد اور قصد واراده کے ساتھ جو غلط راستہ پر چل رہا ہے اس کا علاج ناممکن ہے، اس کی ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی چاہے تو ایسے شخص کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

موجودہ غیر مقلدین کا طبقہ اسی دوسری نوع کا ہے اس لئے ان کی اصلاح کے لئے نہیں بلکہ واقعی جو اصل حقیقت تک پہونچنا چاہتے ہیں ان کے لئے زمزم اپنی استطاعت بھر کوشاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اور سیدھی راہ پر قائم رکھے۔

قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں احناف کا جو مذہب ہے وہ ایسے ٹھوس حقائق اور کتاب وسنت اور آثار صحابہ وتابعین کی ایسی مضبوط بنیاد پر قائم ہے جس کو کوئی شخص اپنی لن ترانیوں سے اور امام بخاری کا نام لے کر متزلزل نہیں کر سکتا، آپ نے چونکہ اپنے خط میں امام بخاری کا نام لیا ہے اور صحیح بخاری میں ان کی جو تحقیق ہے اس کا ذکر کیا ہے اس وجہ سے میں اپنی گفتگو کا آغاز امام بخاری اور ان کی کتاب بخاری شریف ہی سے کرتا ہوں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پوری بخاری شریف میں کہیں نہیں کہا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب اور فرض ہے اور نہ اس بات پر کسی حدیث سے استدلال کیا ہے، اور نہ اپنی پوری کتاب میں کوئی بھی ایسی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ صراحت ہو کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کیلئے جو باب قائم کیا ہے اس کا عنوان یہ ہے

باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوٰۃ کلھا فی الحضر والسفر وما یجھر فیھا وما یخافت۔

اس کا ترجمہ یہ ہے:

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ تمام جہری وسری نمازوں میں حضر اور سفر کی

نمازوں میں امام اور مقتدی کیلئے قرآن کا پڑھنا واجب ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ حضرت امام بخاری نے نمازوں میں مقتدی کے لئے متعین طور پر فاتحہ کے پڑھنے کو واجب نہیں بتلایا ہے، بلکہ مطلق قرآن پڑھنے کو خواہ سورہ فاتحہ ہو یا سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن کا کوئی اور حصہ ہو، اس کو واجب بتلایا ہے، اور اس باب کے تحت جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان سے اپنے اسی مقصود پر روشنی ڈالی ہے۔

اس باب کے تحت امام بخاری نے تین حدیثیں ذکر کی ہیں، پہلی حدیث حضرت جابر بن سمرہ کی ہے۔ جس کا باب سے متعلق حصہ یہ ہے۔

قال شکا اهل الکوفة سعدا الی عمر رضی الله عنه فعزله واستعمل علیهم عمارا فشکوا انه لا یحسن یصلی فارسل الیه فقال یا ابا اسحٰق ان هٰؤلاء یزعمون انك لا تحسن تصلی، قال: اما انا والله فانی کنت اصلی بهم صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم ما اخرم عنها اصلی صلوٰة العشاء فارکد فی الاولیین واخف فی الاخریین، قال: ذلك الظن بك یا ابا اسحٰق الخ۔

حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد کی شکایت کی تو حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم بنایا، اہل کوفہ نے حضرت سعد کی یہ شکایت کی تھی کہ وہ اچھی طرح نماز پڑھنا نہیں جانتے ہیں، حضرت عمر نے حضرت سعد کے پاس آدمی بھیج کر ان کو بلایا اور ان سے کہا کہ یہ اہل کوفہ کہتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے ہو، تو حضرت سعد نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں ان کو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاتا ہوں، اس میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتا، ان کو عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں تو پہلی دونوں رکعتوں کو طویل کرتا ہوں اور دوسری دونوں رکعتوں کو ہلکا پڑھاتا ہوں۔ حضرت عمر نے ان کی بات سن کر ان سے فرمایا آپ کے بارے میں ہمارا یہی خیال ہے۔

اس روایت میں آپ غور فرمائیں کہ جو بات صراحت سے اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ امام کو عشاء کی نماز میں پہلی دو رکعتوں کو طویل کرنا چاہئے دوسری دو رکعتوں کو پہلی والی سے ہلکی پڑھانا چاہئے۔ امام بخاری نے جو لمبا چوڑا باب باندھا ہے، اس کا اس حدیث میں کہیں دور دور صراحت سے ذکر تک نہیں ہے، فاتحہ قرأت خلف الامام کا تو اس حدیث میں کوئی نام و نشان نہیں ہے، البتہ ضمنی طور پر ضرور یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام کو چاروں رکعتوں میں قرأت کرنی چاہئے، پہلی میں مختصر اور دوسری میں ہلکی اور اسی سے امام بخاری کا یہ مقصد پورا ہورہا ہے کہ امام کو نماز میں قرأت کرنی واجب ہے۔ بہرحال اس حدیث پاک میں سورہ فاتحہ کا کوئی مذکور نہیں ہے۔

اس باب کی دوسری حدیث یہ ہے۔

عن عبادة بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب۔ یعنی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

یہی وہ حدیث ہے جس سے امام بخاری نے جو باب منعقد کیا ہے اس کے مضمون پر استدلال ہوسکتا ہے۔ مگر ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ یہ حدیث قرأت خلف الامام کے ذکر سے بالکل خاموش ہے۔ انشاء اللہ آگے چل کر ہم اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے، پہلے اس باب کی ساری احادیث کو آپ ملاحظہ فرمالیں۔

تیسری حدیث اس باب کے تحت امام بخاری نے یہ ذکر کی ہے۔

عن ابی ھریرة ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم دخل المسجد فدخل رجل فصلی فسلم علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فرد فقال: ارجع فصل فانك لم تصل، فرجع فصلی کما صلی، ثم جاء فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: ارجع فصل فانك لم تصل ثلاثا، فقال والذی بعثك بالحق ما احسن غیرہ فعلمنی، فقال: اذا قمت الی الصلوٰة فکبر

ثم اقرأ ماتیسر ک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً ثم ارفع حتی تعتدل قائماً ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع حتی تطمئن جالساً وافعل ذلک فی صلوٰتک کلھا۔

اس حدیث پاک کا ترجمہ یہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، آپ کے پیچھے ایک شخص آیا اس نے آکر نماز پڑھی پھر آنحضور کو سلام کیا آپ نے اس کا جواب دیا اور پھر فرمایا جاؤ دوبارہ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ اس نے دوبارہ اسی طرح کی نماز پڑھی جیسی پہلی دفعہ پڑھی تھی پھر اس نے آکر سلام کیا آپ نے پھر اس سے فرمایا جاؤ دوبارہ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، یہ قصہ تین دفعہ پیش آیا تو اس آدمی نے کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اس سے اچھی نماز پڑھنا نہیں جانتا، مجھے آپ نماز کی تعلیم فرمائیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو پھر جو قرآن تمہیں یاد ہے اس کو پڑھو پھر اطمینان سے رکوع کرو، پھر رکوع سے سر اٹھا کر اس طرح کھڑے ہو کر تمہارے اعضا برابر ہو جائیں، پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر اطمینان سے بیٹھو اور پوری نماز اسی طرح اطمینان سے پڑھو۔

آپ اس ترجمہ میں غور فرمائیں کیا اس سے قرأت خلف الامام کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی واجب ہے؟ یہ حدیث تو فی الاصل یہ بتلا رہی ہے کہ آدمی کو سکون و اطمینان سے نماز پڑھنی چاہئے، نماز پڑھنے کی کیفیت اٹھک بیٹھک کی نہ ہونی چاہئے، اور دوسری بات جو اس حدیث سے بالکل ظاہر طور پر ثابت ہو رہی ہے وہ یہ کہ مصلی کو سورہ فاتحہ پڑھنی ہی واجب نہیں ہے، بلکہ قرآن کا جو حصہ بھی پڑھ لیا جائے گا اس سے نماز کی فرضیت ادا ہو جائے گی، یعنی نماز میں مطلق قرأت کا وجوب ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ امام بخاری نے باب باندھا ہے نہ کہ مقتدی کے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کا تو اس حدیث پاک میں

کہیں دور دور تک ذکر بھی نہیں ہے۔

امام بخاری نے مذکورہ بالا باب کے تحت بھی تین حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں سے دو کا سرے سے اصل مسئلہ قرأت خلف الامام سے کوئی تعلق نہیں ہے، البتہ ایک حدیث جو اس باب کی دوسری حدیث ہے اسی کو لے کر غیر مقلدین اچھل کود مچائے رہتے ہیں، اس لئے اس پر کچھ تفصیل سے گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔

تو عرض ہے کہ اگر اس حدیث پاک سے امام کے پیچھے مقتدی کے سورہ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ صراحت سے ثابت ہوتا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ضرور اس کا ذکر کرتے مگر انھوں نے اپنے باب میں کہیں سورہ فاتحہ کا نام نہیں لیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاری کو خود قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں اس حدیث سے استدلال کرنے میں تردد ہے، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری اس حدیث کو نماز میں مطلق قرآن پڑھنے کے وجوب پر استدلال کرنے کیلئے لائے ہیں نہ کہ خاص سورہ فاتحہ پڑھنے کو مقتدی کے لئے نماز میں واجب بتلانے کیلئے، تعجب ہے کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ ہمت نہ ہوسکی کہ اس حدیث سے قرأت فاتحہ خلف الامام پر استدلال کریں تو غیر مقلدین کو ہمت کیونکر ہوئی۔

جو لوگ اس حدیث سے قرأت فاتحہ خلف الامام پر استدلال کرتے ہیں وہ اپنے اجتہاد سے یہ بتلاتے ہیں کہ لا صلوٰۃ لمن میں من کلمہ عام ہے، جو ہر نمازی کو شامل ہے، اس میں مقتدی بھی آ گیا، مطلب یہ ہوا کہ مقتدی پر بھی سورہ فاتحہ پڑھنی واجب ہے بلا اس کے اس کی نماز نہ ہوگی، مگر یہ حدیث کی ان کی اپنی تشریح ہے نہ اس حدیث میں مقتدی کا ذکر ہے اور نہ امام کا نہ منفرد کا، اس وجہ سے اس حدیث میں مقتدی کو شامل کرنا محض اجتہادی بات ہوگی، حدیث میں اس کی قطعاً صراحت نہیں ہے، اور اپنا مطلب حاصل کرنے سے پہلے ان کو ایک سخت مرحلہ طے کرنا ہوگا کہ کلمۂ من، عربی میں ہر جگہ عموم کے لئے ہوتا ہے، خصوص میں اس کا استعمال عربی زبان میں نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث ہیں اگر وہ کبھی یہ فرمائیں کہ اس حدیث سے مقتدی پر بھی فاتحہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے تو ہمیں ان کی بات تسلیم کرنے میں بہت تردد ہوگا اس لئے کہ ان کا کبھی کہنا ان کا اجتہاد ہوگا، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع تابعی ان کا زمانہ صحابہ کرام سے بہت بعد کا ہے، حضرت امام بخاری نے نہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی نہ کسی صحابی کے پیچھے اور نہ کسی تابعی کے پیچھے وہ قرون مشہود لہا بالخیر کے آدمی نہیں ہیں، اس لئے ہمیں امام بخاری سے نظر ہٹا کر یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ کرام جنھوں نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے جنھوں نے حضور سے نماز کو سیکھا تھا، جن کو حضورؐ کی معیت وصحبت حاصل رہی ہے وہ اس حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں، وہ جو مطلب بیان کرینگے وہ ہی صحیح ہوگا۔ اور وہی راجح ہوگا۔ امام بخاری یا کوئی دوسرا محدث ان کے خلاف اس حدیث کا مطلب بیان کرتا ہے تو وہ مرجوح ہوگا اور صحابی کے مطلب کے مقابلہ میں وہ قابل رد ہوگا۔

تو سنئے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت جابر بن عبداللہؓ نے اس حدیث پاک کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ پیش خدمت ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامع میں فرماتے ہیں:

واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال احمد بن حنبل فھذا رجل من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ھذا اذا کان وحدہ۔

یعنی حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان لاصلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس شخص

کے لئے ہے جو تنہا نماز پڑھنے والا ہو۔ اور حضرت امام احمد نے اس بارے میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے حضرت جابر فرماتے ہیں، جو شخص ایک رکعت بھی پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس نے نماز نہیں پڑھی، الایہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، حضرت امام احمد نے کہا کہ یہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں انھوں نے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا یہ مطلب بتلایا ہے کہ یہ حدیث تنہا شخص کے لئے ہے (امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے کے لئے نہیں)

آپ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس پورے کلام میں غور فرمائیں کہ انھوں نے کتنی وضاحت سے حضرت جابر کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا تعلق مقتدی سے ہے ہی نہیں، اس حدیث کا تعلق تنہا نماز پڑھنے والے سے ہے اور اس سے ہے جو امام کے پیچھے نہ ہو، اب اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت امام بخاری نے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا یہی مطلب سمجھا ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنا مقتدی پر بھی واجب ہے (اگرچہ بخاری شریف میں امام بخاری نے اس کی طرف اشارہ تک نہیں کیا ہے، جیسا کہ اس کو بیان کیا جا چکا ہے) تو بھی حضرت امام بخاری کے مقابلہ میں حضرت جابر بن عبداللہ صحابی رسول کی بات زیادہ وزن دار اور زیادہ قابلِ قبول ہو گی۔ اس لئے کہ حضرت امام بخاری کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ انھوں نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے یا کسی صحابی کے پیچھے نماز پڑھی ہے، انھوں نے براہ راست آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ نماز کو سیکھا ہے نہ کسی صحابی کے پیچھے نماز پڑھ کر دور صحابہ کی نماز کا براہ راست مطالعہ کیا ہے۔ اس لئے انھوں نے لاصلوٰۃ والی حدیث کا اگر یہی مطلب سمجھا ہے کہ اس کا تعلق مقتدی سے ہے تو یہ ان کی اپنی فہم اور اپنا اجتہاد ہے، جب کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیثِ پاک کا جو مطلب بیان کیا ہے اس کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے تو انھوں نے براہ راست آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مشاہدہ کیا ہے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے انھوں نے نماز پڑھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت

میں رہ کر انھوں نے نماز سیکھی ہے، ان کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں کس طرح نماز پڑھتے تھے، ان وجوہ کی بنا پر ہر صاحب عقل کا فیصلہ یہی ہوگا کہ کسی اور محدث کے مقابلہ میں حضرت جابر نے حدیث پاک لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ زیادہ قابل قبول ہے اور اس کی روشنی وہ مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنے کو جائز نہیں رکھے گا جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اور بعض دیگر ائمہ مثلاً حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر صحابی رسول کی روشنی میں مقتدی کیلئے سورہ فاتحہ پڑھنے کو جائز قرار نہیں دیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کا امام ترمذی نے لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ کے بارے میں جو فرمان نقل کیا ہے، اس کی سند بالکل صحیح ہے خود امام ترمذی اس اثر کو نقل کر کے فرماتے ہیں ھٰذا حدیث حسن صحیح یعنی حضرت جابر بن عبداللہ والی یہ حدیث حسن صحیح ہے، یعنی بالکل کھری سند سے حضرت جابر کا یہ اثر ثابت ہے، اس لئے کوئی ضدی اور متعصب اس کو ضعیف کہہ کر رد نہیں کر سکتا۔

حاصل یہ ہے کہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب والی حدیث پر حنفیہ کا بھی عمل ہے، انھوں نے اس کو رد نہیں کیا ہے بلکہ سر آنکھوں پر رکھا ہے البتہ انھوں نے اس کا مطلب وہ سمجھا ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے سمجھا جا رہا تھا، انھوں نے امام بخاری کی یا کسی اور محدث کی اس بارے میں پیروی و اقتدار نہیں کی ہے اب اگر اس کے بعد بھی اگر کوئی یہی رٹ لگائے رہتا ہے کہ احناف لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب والی حدیث پر عمل نہیں کرتے تو اس کی عقل پر ماتم کے سوا اور کچھ نہیں کیا جا سکتا، بڑے تعجب کی بات ہے کہ اگر احناف لا صلوٰۃ والی حدیث پر صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ کی تفسیر و ایضاح کی روشنی میں عمل کریں تو قابل ملامت قرار پائیں اور ان پر جھوٹا الزام لگایا جائے کہ انھوں نے اس حدیث پاک کو چھوڑ دیا ہے اور اگر غیر مقلدین کسی محدث یا امام بخاری کے اجتہاد و استنباط کی روشنی میں اس حدیث پر عمل کریں

قرآن کی تعریف ہو اور حدیث پر عمل کرنے والے قرار پائیں۔ مالکم کیف تحکمون۔

حضرت جابر بن عبداللہ نے اس حدیث پاک کا جو مطلب بیان کیا ہے کہ اس کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے، اس کی تائید اجلائے صحابہ کرام اور بہت سے ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بھی ہوتی ہے، مثلاً امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت زید بن ثابت کا یہ اثر نقل کیا ہے۔

قال عطاء سألت زید بن ثابت عن القرأۃ مع الامام فقال لا قرأۃ مع الامام فی شئ۔

یعنی حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے بارے میں سوال کیا تو حضرت زید نے فتویٰ دیا کہ امام کے ساتھ کچھ پڑھنا نہیں ہے۔

حضرت زید بن ثابت کی علمی و فقہی جلالت شان سے کون واقف نہیں ہے، ان کا شمار اجلائے و فقہائے صحابہ میں ہوتا ہے ان کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو کچھ پڑھنا نہیں ہے، اور یہی فتویٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی ہے، امام بیہقی نے حضرت ابو وائل سے نقل کیا ہے۔

ان رجلا سأل ابن مسعود عن القرأۃ خلف الامام فقال انصت فان فی الصلوٰۃ شغلا و سیکفیك ذلك الامام۔

یعنی ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فتویٰ دیا، امام کے پیچھے تم خاموش رہو، نماز میں مشغولیت ہوتی ہے اور تمہارے لئے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مقام ارفع سے کون ناواقف ہے، ان کے نزدیک بھی لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ کا وہ مطلب نہیں ہے جس کو لے کر غیر مقلدین سر اٹھائے رہتے ہیں، ان کا فتویٰ بھی حضرت جابر بن عبداللہ کی تائید ہی میں ہے جیسا کہ آپ نے

ملاحظہ فرمایا۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی تحقیقات پر غیر مقلدین کو بڑا ناز رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید کا فتویٰ نقل کر کے فرماتے ہیں:

وابن مسعود وزید بن ثابت هما فقیها اهل المدینۃ واهل الکوفۃ من الصحابۃ وفی کلامهما تنبیہ علی ان المانع انصاتہ لقرأۃ الامام۔ (فتاوی ابن تیمیہ ص $\frac{۲۷۵}{۲۳}$)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت ان صحابہ کرام میں سے ہیں کہ ان میں کا ایک اہل مدینہ کا فقیہ ہے اور ایک اہل کوفہ کا، ان دونوں کے کلام میں یہ تنبیہ ہے کہ قرأت نہ کرنے کی وجہ اور اس سے مانع یہ ہے کہ امام کی قرأت کو سننا اور خاموش رہنا مقتدی کا وظیفہ ہے۔

اور جو فتویٰ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا ہے وہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ مؤطا میں امام مالک حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں۔

ان عبد اللہ بن عمر اذا سئل هل یقرأ خلف الامام؟ یقول اذا صلی احدکم خلف الامام تجزئہ قرأتہ واذا صلی وحدہ فلیقرأ۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر سے جب قرأت خلف الامام کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے کہ تم میں کا جب کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کو کافی ہے اور جب تنہا نماز پڑھے تو اسے قرأت کرنی چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ فتویٰ بھی بتلا رہا ہے کہ صحابہ کرام میں عام طور پر قرأت خلف الامام پر عمل نہیں تھا، صحابہ کرام کا عام معمول یہی تھا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے اور لاصلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا مطلب عام طور پر صحابہ کرام یہی سمجھتے تھے کہ اس کا تعلق منفرد سے ہے مقتدی سے نہیں۔ اور صحابہ کرام کا یہ عمل

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور ارشادات اور آپ کی رہنمائی کی روشنی میں تھا۔ یہ مسئلہ کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے کہ صحابہ کرام کے یہ فتاویٰ ان کے اجتہاد اور رائے پر مبنی ہوں۔ نماز تو دن رات میں کم از کم ہر صحابی پانچ مرتبہ باجماعت پڑھتا ہی تھا، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے پیچھے صحابہ کرام نماز پڑھا کرتے تھے، اور مقتدی ہو کر وہ کیسے پڑھا کرتے تھے، صحابہ کرام کے ان فتووں کی روشنی میں خوب اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین بلکہ بعد کے زمانہ میں بھی عام مسلمانوں کے نماز پڑھنے کا یہی طریقہ تھا کہ وہ مقتدی ہوتے تو امام کے پیچھے وہ کچھ پڑھتے نہیں تھے خصوصاً جہری نمازوں میں۔ ابن تیمیہ کی اس پر یہ شہادت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

ومعلوم ان النھی عن القرأۃ خلف الامام فی الجھر متواتر من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم (فتاویٰ ص ۳۷ / ج ۲۳)

یہ بات معلوم ہے کہ حالت جہر میں قرأت خلف الامام سے منع کرنا صحابہ، تابعین اور بعد کے لوگوں سے بتواتر ثابت ہے۔

افسوس نماز کا جو مسئلہ بقول ابن تیمیہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے بعد کے ادوار کے لوگوں سے بطور تواتر ثابت ہے، غیر مقلدین اس کا انکار کرتے ہیں اور دوسروں پر طعنہ کستے ہیں اور جو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا اس کی نماز کو باطل قرار دیتے ہیں اور لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا وہ مطلب بیان کرتے ہیں جو ان صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے کسی نے نہیں سمجھا۔

حضرات صحابہ کرام کا کوئی عمل جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اپنی رائے سے نہیں ہو سکتا اس کی بنیاد کتاب وسنت پر ہوتی ہے۔ حضرت جابر حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت زید بن ثابت حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ فتویٰ کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنی ممنوع ہے، اور لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور نص قرآنی پر مبنی ہے، آنحضور کا ارشاد ملاحظہ

فرمائیں، مسلم شریف میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کی یہ روایت ہے۔

قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوٰتنا فقال اقیموا صفوفکم ثم لیؤمّ احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا الخ

یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہمیں نماز کا طریقہ بتلایا اور ہمیں نماز سکھلائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو نماز میں صفیں سیدھی رکھو پھر تم میں کا کوئی امامت کرے، اور جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

اس کی سند حضرت امام مسلم کے یہاں یہ ہے۔ حدثنا اسحٰق بن ابراھیم اخبرنا جریر عن سُلیمان التیمی عن قتادۃ۔ اس میں کا کوئی راوی ایسا نہیں ہے جس پر کچھ کلام کیا جاسکے، حضرت امام مسلم کا اس روایت کو ذکر کرنا خود ہی اس کے صحیح ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اس روایت میں جس میں بطور خاص نماز ہی کے مسئلوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمادی اور نماز کی سنت بیان فرمائی اس میں صاف آپ کا ارشاد موجود ہے۔

اذا قرأ فانصتوا امام جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو، یہ روایت قرأت خلف الامام کے بارے میں بالکل واضح اور صریح ہے، اس میں کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں، ایسی صریح اور صحیح روایت کو چھوڑ کر لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کی من مانی تاویل کر کے مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنے کو واجب بتلانا بڑی عجیب بات ہے۔

بالکل اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ابن ماجہ اور حدیث کی بعض دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ ابن ماجہ میں اس روایت کے جو الفاظ ہیں اس کا ابتدائی حصہ ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا الخ

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام کو اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

یہ حدیث پاک بھی وضاحت سے قرأت خلف الامام کے مسئلہ پر روشنی ڈال رہی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو خاموش رہنے کا آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور امام کی اقتداء یہی ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھے جیسا کہ حدیث کا پہلا جملہ بتلا رہا ہے۔

یہ حدیث بھی بالکل صحیح ہے، خود امام مسلم نے اس حدیث کی صحت کی شہادت دی ہے ایک محدث ابوبکر بن اخت ابی النضر نے حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو حضرت امام مسلم نے فرمایا ھو عندی صحیح کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

جب خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضورؐ کا یہ ارشاد نقل فرما رہے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہنا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ حضرت ابوہریرہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک کی مخالفت کریں گے اور امام قرأت کرے گا تو وہ بھی امام کے پیچھے پڑھیں گے۔ ہم تو حضرت ابوہریرہ کے بارے میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ابن تیمیہ نے اس بات پر کہ مقتدی کو امام کے پیچھے جب امام قرأت کرے تو کچھ پڑھنا نہیں چاہئے بلکہ خاموش رہنا چاہئے، حضرت جابر کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس کو ابن ماجہ اور بعض دوسرے محدثین نے بھی ذکر کیا ہے۔ ابن ماجہ میں ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ہے۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ۔

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مصلی کا امام ہو اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو امام کا پڑھنا ہی مقتدی کے لئے کافی ہے

(امام کے پیچھے مقتدی کو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے)

یہ حدیث بھی مسئلہ قرأت خلف الامام کے بارے میں فیصلہ کن ہے کہ مقتدی کا فریضہ امام کی قرأت کو سننا ہے نہ کہ امام کے پیچھے کچھ پڑھنا ہے۔ اور یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے، اور وقت حاضر کے سلفیوں کے امام محمد ناصرالدین البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے، اور اس حدیث کی روشنی میں اور اس مضمون کی دوسری احادیث کی روشنی میں البانی کا بھی یہی مذہب ہے کہ امام جب قرأت کرے تو مقتدی کو خاموش رہنا واجب ہے، اس حدیث کے بارے میں البانی فرماتے ہیں:

"ابن ابی شیبۃ والدارقطنی وابن ماجۃ والطحاوی واحمد من طرق کثیرۃ مسندۃ ومرسلۃ وقواہ شیخ الاسلام ابن تیمیۃ کما فی الفروع لابن عبد الہادی وصحح بعض طرقہ البوصیری"۔

(صفۃ الصلوٰۃ ص ۷۰)

یعنی اس حدیث کو ابن ابی شیبہ دارقطنی ابن ماجہ، طحاوی اور حضرت امام احمد بن حنبل بہت سی مسند و مرسل سند والے ذکر کیا ہے، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے جیسا کہ عبدالہادی کی فروع میں ہے اس حدیث کو قوی قرار دیا ہے، اور امام بوصیری نے اس کی بعض سندوں کو صحیح کہا ہے۔

غرض اس حدیث کا انکار کرنا حقیقت کا منہ چڑھانا ہے، اس حدیث کا مضمون بھی یہی بتلا رہا ہے کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا جو مطلب حضرت جابر بن عبداللہ نے بیان کیا ہے وہی مطلب صحیح ہے یعنی لاصلوٰۃ والی حدیث کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے، اور کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف صاف اس سے نہی آئی ہے، مصنف عبدالرزاق میں زید بن اسلم سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ نھی رسول اللہ عن القرأۃ خلف الامام (ص ۱۳۹/ج ۱) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے منع فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین قرأت خلف الامام سے منع فرماتے تھے، موسیٰ بن عقبہ

سے زید بن اسلم نقل کرتے ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر وعثمان کانوا ینھون عن القرأۃ خلف الامام، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے، اور حضرت علی فرمایا کرتے تھے۔ من قرأ خلف الامام فلا صلوٰۃ لہ (ایضاً) یعنی جو امام کے پیچھے قرأت کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی ۔ اور حضرت علی کا یہ بھی ارشاد تھا کہ من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرۃ یعنی جو امام کے ساتھ پڑھے گا وہ فطرت پر نہیں ہے یعنی وہ دین کی صحیح راہ پر نہیں ہے۔

غرض لا صلوٰۃ والی حدیث کو تمام مقتدی اور تمام مصلی کے لئے عام کر دینا جیسا کہ بعض محدثین نے اپنے اجتہاد سے یہی مطلب سمجھا ہے۔ ان ارشاداتِ نبوی اور ان آثار صحابہ کی روشنی میں درست نہیں ہے۔

پھر لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا جو مطلب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے سے نہیں ہے بلکہ یہ حدیث منفرد کے حق میں ہے تو اس کی تائید جس طرح ارشاداتِ نبویہ سے ہوتی ہے اور دوسرے صحابہ کرام کے آثار اور فتویٰ سے ہوتی ہے، خود قرآن پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ سورۂ اعراف میں ارشاد ربانی ہے۔

واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔
یعنی جب قرآن پاک پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ آیتِ پاک بھی قرأت خلف الامام کے بارے میں نص قطعی ہے کہ جب امام قرأت کرے تو مقتدی کا فریضہ کان لگا کر سننا اور خاموش رہنا ہے۔

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کیا کچھ کہا ہے بطور اختصار اس سے صرف نظر کرتے ہوئے اور ابن تیمیہ کے ساتھ غیر مقلدین کو جو تعلق خاص ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے

ہم اس آیت کے بارے میں ابن تیمیہ ہی کا کلام اپنے ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں.
ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

وقد استفاض عن السلف انها نزلت فی القرأۃ فی الصلوٰۃ - (ص ۲۶۹/۲۲)

یعنی سلف سے یہ بات بطور شہرت منقول ہے کہ یہ آیت نماز میں قرآن پڑھنے کے بارے میں اتری ہے۔

پھر فرماتے ہیں :

فتبین ان الاستماع الی قرأۃ القرآن امر دل علیہ القرآن دلالۃ قاطعۃ - (فتاوی ص ۲۷۲/۲۲)

یعنی یہ معلوم ہو گیا کہ امام کی قرأت کو کان لگا کر سننا، وہ بات ہے جس پر قرآن کی قطعی دلیل قائم ہے۔

اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

فان الانصات الی قرأۃ القاری من تمام الائتمام بہ فان من قرأ علی قوم لا یستمعون لقرأتہ لم یکونوا موتمین وھذا مما یبین حکمۃ سقوط القرأۃ علی الماموم۔ فتاوی ص ۲۷۲/۲۲)

یعنی امام کی قرأت کو خاموشی سے کان لگا کر سننے ہی سے امام کی پوری اقتدا ہوگی اسلئے کہ جو امام کی قرأت کو خاموشی سے سنتے نہیں ہیں اور پڑھتے رہتے ہیں وہ امام کی اقتدا کرنے والے ہوتے ہی نہیں اور اس سے مقتدی سے قرأت کے ساقط ہونے کی حکمت کا پتہ چلتا ہے۔

آپ دیکھ رہے ہیں ابن تیمیہ اس آیتِ کریمہ کو اس بارے میں نص سمجھتے ہیں کہ مقتدی کا فریضہ امام کی قرأت کو کان لگا کر سننا ہے اور خاموش رہنا ہے۔ ابن تیمیہ احادیث کی روشنی میں فیصلہ فرماتے ہیں کہ جو امام کی قرأت کے وقت خاموش نہ رہے وہ امام کی پوری اقتدار

کرنے والا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ آنحضورؐ کا ارشاد آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام کو اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے اور آپ نے فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ اس لئے امام کی صحیح اقتدار حدیث پاک کی روشنی میں یہی ہوگی کہ امام جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو، اور اس بات کی تاکید قرآن پاک بھی کر رہا ہے۔ حاصل یہ ہے لاصلوٰۃ لمن یقرأ والی حدیث کا جو مطلب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اس کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے اس کی تائید قرآن پاک سے بھی ہو رہی ہے، جب کہ ان لوگوں کے پاس جو نماز میں مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنے کو واجب قرار دیتے ہیں، اور لاصلوٰۃ والی حدیث کو مقتدی اور منفرد جہری و سری سب نمازوں کیلئے عام کرتے ہیں ان کے اس عمل کی گواہی قرآن نہیں دیتا، اور لاصلوٰۃ والی حدیث سے بھی ان کا مقصود بغیر اپنے اجتہاد یا رائے کو دخل دیئے ہوئے حاصل نہیں ہوتا۔

اب آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں جو لوگ مقتدی سے قرأت کی نفی کرتے ہیں ان لوگوں کے پاس جن میں احناف بھی ہیں کتنے ٹھوس اور مضبوط دلائل ہیں۔

(۱) ان کا عمل حضرت عبادہ والی حدیث پر بھی ہے، مگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ایضاح اور تفسیر کی روشنی میں۔

(۲) ان کا عمل اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت موسیٰ اشعری اور ابن ماجہ میں حضرت جابر سے مروی ہے۔

(۳) ان کا عمل اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کی قرأت مقتدی کی بھی قرأت ہے (۱)

---

(۱) غیر مقلدین کے دو بڑے امام ہیں ایک تو حافظ ابن تیمیہ اور دوسرے ان کے شاگرد حافظ ابن قیم ابن تیمیہ کے

(۴) ان کا عمل حضرت زید بن ثابت کے اس فتویٰ پر بھی ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کچھ پڑھنا نہیں ہے، جیساکہ مسلم شریف میں مذکور ہے۔

(۵) ان کا عمل حضرت عبداللہ بن مسعود کے اس فتویٰ پر بھی ہے کہ نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔ تم مقتدی ہو کر خاموش رہو، امام کا پڑھنا تمہارے لئے کافی ہوگا۔

(۶) ان کا عمل خلفائے راشدین کے ارشادات کی روشنی میں بھی ہے کہ وہ قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے۔

(۷) اور پھر سب سے بڑی اور آخری بات یہ ہے کہ ان کا عمل قرآن پاک کی روشنی میں اور اس کی ہدایت کے مطابق ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو، جس مذہب کی بنیاد ان ٹھوس دلائل اور کتاب وسنت اور آثار صحابہ کی ایسی مضبوط بنیاد پر ہے اس کے بارے میں یہ مخالفین نعرہ بلند کرتے ہیں کہ لوگ کتاب وسنت کے مخالف ہیں، اس طرح جھوٹ اور باطل پروپیگنڈہ کے بارے میں سوائے اس کے اور کیا عرض کیا جاسکتا ہے۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

خود ان حضرات کا عمل ملاحظہ فرمائیے تو اس مسئلہ میں قرآن وحدیث اور آثار صحابہ

بارے میں تو ناظرین نے معلوم کرلیا کہ ان کا مذہب خاص طور پر جہری نماز میں مقتدی کو کچھ نہ پڑھنے کا ہے۔ ابن قیم کا بھی مذہب معلوم کرلیں وہ کتاب الروح میں فرماتے ہیں۔ واسقط عن المأموم سجود السهو بصحة صلاة الامام وخلوها من السهو وقراءة الفاتحة بتحمل الامام لها فهو يتحمل عن المأموم سهوه وقرأته وسترته فقراءة الامام وسترته قراءة لمن خلفه وسترته۔ (کتاب الروح ص ۱۳)

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ مقتدی سے سجدۂ سہو ساقط ہے اگر امام کی نماز صحیح ہے اور اسکو کوئی سہو لاحق نہ ہو، اور اسی طرح مقتدی سے سورہ فاتحہ پڑھنا بھی ساقط ہے، اس لئے امام اس کی طرف سے اسکو پڑھتا ہے، پس امام ہی مقتدی کے سہو کی کفایت کرتا ہے اور اس کی قرأت کی بھی اور اس کے سترہ کی بھی، پس امام کی قرأت اور اسکا سترہ مقتدی کی بھی قرأت اور اسکا سترہ ہے، ابن قیم نے تو سورہ فاتحہ کا نام لیکر معاملہ کو بالکل صاف کردیا ہے۔

سب کو چھوڑنے والے ہیں مگر اس کے باوجود وہی پکے اہلحدیث اور سلفی ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آپ کے خط کا جواب اختصار کی انتہائی کوشش کے باوجود کچھ طویل ہو کر پورا ہو گیا۔ مگر چونکہ یہ مسئلہ غیر مقلدین کے نزدیک احناف کے خلاف خاص پروپیگنڈائی ہتھیار ہے اور وہ امام بخاری کی حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ سے ناواقفوں کو دھوکا دیتے رہتے ہیں اس وجہ سے بخاری شریف کی اس حدیث کے بارے میں ایک بات اور صورت حال سے واقف کرانے کیلئے عرض کرنی ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یا جن محدثین نے حضرت عبادہ کی اس حدیث کو صرف اتنا نقل کیا ہے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب انھوں نے پوری حدیث نہیں نقل کی ہے۔ اگر یہ حضرات پوری حدیث نقل کر دیتے تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا اور حدیث کا مطلب واضح ہو جاتا اور معلوم ہوتا کہ اس حدیث کا تعلق کسی طرح سے بھی مقتدی سے نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق امام اور تنہا نماز پڑھنے والوں سے ہے، پوری حدیث مسلم ابوداؤد اور نسائی میں ہے، نسائی کی حدیث ملاحظہ ہو۔

اخبرنا سوید بن نصر قال اخبرنا عبد اللہ عن معمر عن الزہری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعداً۔

امام نسائی فرماتے ہیں کہ مجھ کو سوید بن نصر نے خبر دی انھوں نے کہا کہ مجھے عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، عبد اللہ بن مبارک معمر سے روایت کرتے ہیں اور وہ زہری سے زہری محمود بن ربیع سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں ہے جو سورہ فاتحہ اور کچھ مزید نہ پڑھے۔

اس حدیث میں خط کشیدہ لفظ کو امام بخاری اور بعض دوسرے محدثین نے ذکر نہیں کیا

اور یہیں سے معاملہ الجھ گیا، خط کشیدہ لفظ فصاعدا جس کا ترجمہ (کچھ مزید) ہے اس کو ملا کر پوری حدیث نگاہ کے سامنے ہو تو پھر اس حدیث کا تعلق ان لوگوں کے نزدیک بھی مقتدی سے نہیں ہوگا، جو قرأت خلف الامام کے قائل ہیں، اس لئے کہ ان کے نزدیک صرف سورہ فاتحہ مقتدی کو پڑھنی ضروری ہے - فصاعدا یعنی کچھ اور نہیں۔

حضرت امام مسلم نے بھی اس لفظ کی طرف توجہ دلائی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

حدثناہ اسحٰق بن ابراھیم وعبد بن حمید قالا اخبرنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزھری بھذا الاسناد مثلہ وزاد فصاعدًا۔

یعنی حضرت عبادہ بن صامت والی حدیث جو معمر کے طریق سے ہے اس میں فصاعدًا کا بھی لفظ ہے۔

حضرت امام مسلم کا اس روایت کو معمر کے طریق سے فصاعدًا کی زیادتی کے ساتھ ذکر کرنا اس کے صحیح ہونے کی سند ہے، اور یہی حدیث ابوداؤد میں حضرت سفیان بن عیینہ کے طریق سے ہے، ابن عیینہ بھی اس کو فصاعدا کی زیادتی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ابن عیینہ صاف فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے والوں سے متعلق ابن عیینہ جو زبردست محدث ہیں اور اس حدیث کے راوی بھی ہیں اور محدثین کہتے ہیں کہ حدیث کا راوی حدیث کی مراد کو دوسروں سے زیادہ سمجھتا ہے۔ تو جب ابن عیینہ جو اس حدیث کے خود راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ھذا لمن صلی وحدہ یہ تنہا نماز پڑھنے والوں کیلئے ہے تو پھر کسی اور کو کیا حق ہے کہ وہ اس حدیث کو مقتدی کے لئے بھی کہے۔

بہر حال جب پوری حدیث فصاعدًا کی زیادتی کے ساتھ ہے اور صحیح سند سے اس کا ثبوت ہے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب والی حدیث کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے، اور جن لوگوں نے امام کے پیچھے قرأت کو منع کیا ہے ان کے سامنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری حدیث ہے، انھوں نے اس حدیث کو چھوڑا نہیں ہے، اس پر عمل کیا ہے، البتہ اس کا مصداق منفرد اور امام کو

بتلایا ہے، مقتدی کو نہیں۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ پوری حدیث پر عمل کریں ان کو حدیث کا مخالف کہا جائے اور جو لوگ اس کے صرف ایک جزء پر توجہ دیں وہ پورے اہلحدیث کہلائیں۔

میں نے اپنی اس تحریر میں مخالفین کے دلائل سے تعرض نہیں کیا ہے اس لئے کہ پھر بات بہت طویل ہو جاتی اور ایک پورے رسالہ کی تصنیف کی ضرورت ہوتی، ہمیں تو یہاں صرف یہ دکھلانا تھا کہ قرأت خلف الامام کے بارے میں احناف کے جو مسلک ہے اس کی بنیاد کتاب وسنت کی مضبوط بنیاد پر ہے اور امام بخاری میں جو لاصلوٰۃ والی روایت ہے وہ مقتدی کے حق میں نہیں ہے۔ اور الحمد للہ یہ مقصد کسی حد تک پورا ہو گیا۔

محمد ابوبکر غازی پوری

نُورُالدین
نوراللہ الاعظمی

قسط اوّل

محمد اجمل مفتاحی

زندوں اور مردوں کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے یا نہیں؟

ابن قیم کی کتاب الروح کی ایک فصل کی تلخیص و ترجمانی

زندوں اور مردوں کی آپس میں ملاقات کے شواہد بے شمار ہیں، ان کا شمار اللہ ہی کر سکتا ہے، اور بڑی بات یہ ہے کہ واقع اور حس اس بارے میں سب سے بڑے شاہد ہیں، زندوں اور مردوں کی روحیں اسی طرح آپس میں ملتی ہیں جس طرح زندوں کی روحیں ملتی ہیں، ارشاد باری ہے۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیہ الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون۔

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ زندوں اور مردوں کی روحیں خواب میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے حالات دریافت کرتی ہیں، مردوں کی روحوں کو تو اللہ روک لیتا ہے اور زندوں کی روحوں کو ان کے بدنوں کی طرف لوٹا دیتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ دو قولوں میں سے ایک قول ہے یعنی جس روح کو اللہ روک لیتا ہے اور ان کی بدن میں واپسی نہیں ہوتی ہے وہ اس آدمی کی روح ہے جس کی وفات

ہو چکی ہوتی ہے، اور جس روح کو چھوڑ دیا جاتا ہے وہ اس آدمی کی روح ہے جس پر نیند طاری ہوتی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ مردوں کی روح اس کے بدن میں قیامت سے پہلے نہیں داخل ہوگی، اور سونے والے کی روح کو اللہ قبض کر لیتا ہے پھر اس کے بدن کی طرف اس کو بھیج دیتا ہے اور جب اس کی موت کا وقت پہونچے گا اس روح کو اپنے قبضہ میں کر لے گا۔

آیت کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ مرسلہ اور ممسکہ روحیں (چھوڑی جانیوالی روح اور روکی ہوئی روح) جن کا ذکر اس آیت میں ہے وہی روحیں ہیں جن کو اللہ نیند کے وقت اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے، پھر جس کی موت کا وقت پورا ہو چکتا ہے اسے تو اللہ تعالیٰ روک لیتا ہے اور جس کی حیات ابھی باقی رہتی ہے اس کو اس کے بدن میں واپس کر دیتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے اس دوسرے قول کو اختیار کیا ہے، ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ کتاب وسنت سے اسی کا پتہ چلتا ہے۔

لیکن جو بات راجح ہے وہ پہلا قول ہے، اس لئے کہ اللہ نے روحوں کے بارے میں دو وفات کی خبر دی ہے ایک وفات کبریٰ ہے یعنی موت والی وفات، اور ایک وفات صغریٰ ہے یعنی نیند والی وفات، پھر اللہ نے روح کی دو قسم کی ہے، ایک وہ روح ہے جس پر اللہ موت طاری کر کے اس کو اپنے پاس روک لیتا ہے دوسری روح کی وہ قسم کی جس کی موت کا وقت ابھی باقی ہے، اسے اللہ حالت نیند میں قبض کر لیتا ہے پھر اس کے بدن میں اسے واپس کر دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی کے بقیہ ایام پورا کرے۔

زندہ اور مردہ روحوں کی ملاقات کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ زندہ آدمی خواب میں مردہ کو دیکھتا ہے اور اس سے کچھ باتیں معلوم کرتا ہے تو مردہ اس کو وہ باتیں بتلاتا ہے جن کا علم زندوں کو نہیں ہوتا، پھر یوں ہوتا ہے کہ جس طرح مردہ خبر دیئے ہوتا ہے اسی طرح کا ماضی یا مستقبل کا واقعہ بھی پیش آتا ہے، کبھی مردہ اس کو دفن شدہ مال کی خبر دیتا ہے جس کا علم صرف مردہ کو ہوتا ہے، کبھی مردہ خبر دیتا ہے کہ اس پر قرض ہے اسے ادا کیا جائے، اور اس سے

بڑھ کر یہ ہے کہ مردہ اپنے اس کام کی خبر دیتا ہے جس کو دنیا میں سوائے اس کے کوئی دوسرا نہیں جانتا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ وہ یہ بتلاتا ہے کہ تمہاری موت فلاں دن اور فلاں جگہ ہوگی، اور ہوتا ایسا ہی ہے جس طرح مردہ نے خبر دی ہوتی ہے۔ کبھی مردہ زندہ کو اس کی وہ بات بتلاتا ہے کہ زندہ کو یقین علم ہوتا ہے کہ یہ بات اس کے سوا کسی اور کو معلوم نہیں ہے۔

سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی، تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تمہاری موت مجھ سے پہلے ہو تو مجھ سے ملنا اور بتلانا کہ تمہارے رب کا معاملہ تمہارے ساتھ کیسا رہا، اور اگر میری موت پہلے ہوئی تو میں تم سے ملوں گا اور تم کو اپنے بارے میں بتلاؤں گا، تو ان میں سے ایک نے کہا کہ کیا مردوں اور زندوں کی ملاقات ہوتی ہے، تو دوسرے نے جواب دیا کہ ہاں، مردوں کی روحیں جنت میں ہوتی ہیں جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں، سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک کا انتقال جب ہوا تو اس نے خواب میں ذکر دوسرے کو بتلایا کہ اللہ پر بھروسہ کرو اور بشارت سنو میں نے توکل سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خواہش تھی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھوں، تو میں نے ان کو سال کے ختم ہونے کے قریب دیکھا، میں نے دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ابھی ابھی مجھے فراغت نصیب ہوئی ہے اگر میرا سامنا رؤف اور رحیم ذات سے نہ ہوتا تو میرا معاملہ بڑا مشکل تھا۔

حضرت شریح بن عابد کی موت کا وقت جب قریب ہوا تو ان کے پاس غضیف بن حارث آئے اور کہا کہ اگر آپ مرنے کے بعد ہمارے پاس آسکیں اور ہمیں اپنے بارے میں بتلائیں کہ آپ نے وہاں کیا دیکھا تو ایسا کریں۔ بہت دنوں کے بعد غضیف بن حارث نے ان کو خواب میں دیکھا، تو پوچھا کہ آپ کا انتقال ہو چکا ہے نا، تو انھوں نے کہا کہ ہاں، پھر پوچھا کیا حال ہے، تو انھوں نے بتلایا کہ ہمارے رب نے ہم سے درگذر فرما دیا، ہمارے ساتھیوں میں سے جن کا انتقال ہوا ان میں سے وہی لوگ ہلاک ہوئے جو " احراض " تھے

انھوں نے پوچھا کہ احراض کون لوگ ہیں ؟ فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی طرف کسی چیز کے بارے میں انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا تھا ۔ (یعنی جو لوگ علم وعبادت میں مشہور تھے)

حضرت عمر بن عبد العزیز کے لڑکے عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ ایک باغ میں ہیں، انھوں نے میری طرف ایک سیب بڑھایا، میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ مجھے لڑکا پیدا ہوگا ۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا ابا جان کون سا عمل آپ نے سب سے افضل پایا، تو فرمایا جان پدر استغفار کا عمل۔

مسلم بن عبد العزیز نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیسا معاملہ رہا تو انھوں نے بتلایا کہ ابھی ابھی مجھے فراغت اور راحت ملی ہے میں نے کہا کہ اس وقت آپ کا ٹھکانا کہاں ہے، کہا کہ جنت عدن میں ائمہ ہدی کے ساتھ ہوں ۔

صالح براد فرماتے ہیں کہ میں نے زرارہ بن اوفی کو ان کے مرنے کے بعد دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ سے کیا سوال وجواب ہوا، تو انھوں نے اس کا جواب نہیں دیا، پھر میں نے پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ فرمایا، تو انھوں نے کہا کہ اپنے کرم سے اللہ نے بڑی مہربانی فرمائی، میں نے کہا کہ ابو العلاء بن یزید مطرف کے بھائی کا کیا حال ہے؟ کہا کہ ان کا درجہ بہت بلند ہے ۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک موثر ترین عمل کون سا ہے؟ کہا کہ توکل اور امید کم کرنا ۔

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے مسلم بن دینار کو مرنے کے بعد دیکھا، میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب نہیں دیا، میں نے کہا کہ آپ سلام کا جواب کیوں نہیں دے رہے ہیں تو کہا کہ میں تو مردہ ہوں، سلام کا جواب کیسے دوں، میں نے کہا کہ مرنے کے بعد تمہارا سامنا کس چیز سے ہوا، تو کہا کہ واللہ میرا سامنا بڑے سخت جھٹکوں اور مصیبتوں سے ہوا، میں نے کہا کہ پھر کیا ہوا؟ تو جواب دیا کہ کرم والی اور مہربان ذات سے تم کس چیز کی توقع رکھتے ہو، اللہ نے ہماری حسنات کو قبول فرمایا اور لغزشوں کو معاف کر دیا،

اور جو ہمارے اوپر بقایا تھا اس کا وہ خود ضامن ہوگیا، راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد مالک بن دینار اس زور سے چیخ کر بیہوش ہو گئے، اور اس کے بعد چند روز بیمار رہے پھر ان کا قلب پھٹ گیا اور ان کا انتقال ہو گیا۔

حزم کے بھائی سہیل کہتے ہیں کہ میں نے مالک بن دینار کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ کاش میں جانتا کہ تم اللہ کے یہاں کون سا عمل لے کر گئے تھے، تو انھوں نے کہا کہ میں تو بہت گناہ لے کر حاضر ہوا تھا لیکن اللہ کے ساتھ حسن ظن نے میرے گناہوں کو مٹا دیا۔

رجاء بن حیوۃ کا جب انتقال ہوا تو ان کو ایک عابدہ عورت نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال رہا؟ تو رجاء نے کہا کہ بہتر ہے۔

جمیل بن مرہ کہتے ہیں کہ مورق عجلی میرے دوست تھے، میں نے ایک روز ان سے کہا کہ ہم میں سے جو بھی پہلے مرے وہ دوسرے کو بتلائے کہ اس کا کیا حال رہا، پھر مورق کا پہلے انتقال ہو، تو میری بیوی نے خواب دیکھا کہ گویا مورق ہمارے یہاں آئے ہیں، جیسے پہلے آیا کرتے تھے، اور اسی طرح سے دروازہ کھٹکھٹایا جیسے زندگی میں آکر کھٹکھٹاتے تھے۔ میری بیوی نے کہا کہ میں نے بڑھ کر اسی طرح سے دروازہ کھولا جیسے پہلے کھولا کرتی تھی، اور میں نے کہا کہ تشریف لائیے تو انھوں نے کہا کہ میں کیسے آسکتا ہوں میری موت ہو چکی ہے، میں تو اس لئے آیا ہوں کہ جمیل کو بتلاؤں کہ اللہ نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا، ان کو بتلا دو کہ مجھے اللہ کی ذات نے مقربین میں شامل فرما لیا ہے۔

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو ان کے بعض دوستوں کو شدید رنج لاحق ہوا، پھر اس نے ان کو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا، تو کہا کہ برادر من میں تم کو خوش کن حال میں دیکھ رہا ہوں، بتلاؤ حسن بصری کے ساتھ کیسا معاملہ رہا، تو ابن سیرین نے کہا کہ وہ مجھ سے ستر درجہ اوپر ہیں۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی، تو انھوں نے کہا کہ زیادہ رنج و فکر کی وجہ سے۔ (یعنی آخرت کے تصور سے وہ ہر وقت رنج میں رہتے تھے)

حضرت ابن عیینہ نے حضرت سفیان ثوری کو خواب میں دیکھا انھوں نے حضرت

ثوری سے کچھ وصیت کرنے کی درخواست کی، تو حضرت ثوری نے ان کو وصیت کی کہ لوگوں سے جان پہچان کم رکھو۔

عمار بن سیف کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالح کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے آپ سے ملنے کی تمنا تھی، تاکہ میں آپ کا حال معلوم کروں، تو انھوں نے کہا خوشی کی بات سنو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن سے بہتر میں نے کوئی چیز نہیں پائی۔

جب ضیغم عابد کا انتقال ہوا تو ان کے بعض دوستوں نے ان کو خواب میں دیکھا تو انھوں نے اس سے شکایت کی کہ تم نے میری نماز جنازہ نہیں پڑھی، تو اس دوست نے کوئی وجہ بتلائی اس پر انھوں نے کہا کہ اگر تم نے میری نماز جنازہ پڑھی ہوتی تو بہت فائدہ میں رہتے۔

جب رابعہ بصریہ کا انتقال ہوا تو ان کی ساتھیوں میں سے کسی نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ استبرق سندس سے بنے نہایت شاندار لباس میں ہیں تو اس نے ان سے پوچھا تم کو تو نہایت معمولی کپڑوں میں دفن کیا گیا تھا، وہ اونی سوتی کپڑے کیا ہو گئے، تو رابعہ نے کہا کہ خدا کی قسم میرے بدن سے اس کو اتار کر یہ پہنا دیا گیا، اور میرے کفن والے کپڑے تہ کر کے اس پر مہر لگا کر رکھ دیا گیا ہے، اور مجھے علیین میں مقام ملا ہے۔ اس پر ان کی ساتھی نے ان سے پوچھا اس سب کیلئے تم دنیا میں عمل کیا کرتی تھیں؟ تو رابعہ نے اس کو جواب دیا یہاں اللہ اپنے ولیوں کو جن کرامات و اعزازات سے نوازتا ہے ان کے مقابلہ میں ہمارے دنیا کے عمل کچھ بھی نہیں ہیں، پھر رابعہ کی دوست نے رابعہ سے پوچھا کہ عبدہ بنت ابی کلاب کا کیا حال ہے تو انھوں نے بتلایا کہ ان کا درجہ ہم سے بہت آگے ہے۔ انھوں نے پوچھا ایسا کیوں؟ حالانکہ آپ ان سے زیادہ عبادت گذار تھیں، تو رابعہ نے جواب دیا کہ عبدہ دنیا میں جس حال میں ہوتیں خوش رہتیں انھیں صبح وشام کی کچھ فکر نہ تھی کہ کس طرح گذرے گی، پھر اس نے پوچھا کہ ابومالک ضیغم کا کیا حال ہے، تو رابعہ نے بتلایا کہ وہ جب چاہتے ہیں اللہ کی زیارت کرتے ہیں، پھر ان سے پوچھا گیا، بشر بن منصور کا کیا حال ہے؟ تو کہا ان کا کیا پوچھنا ان کو اس سے زیادہ ملا جتنی کہ ان کو امید تھی، پھر اس عورت نے رابعہ سے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلا دیں جس کے ذریعہ

مجھے اللہ کا تقرب حاصل ہو تو انھوں نے کہا کثرت سے ذکر اللہ کی عادت ڈالو، امید ہے کہ اس کے ذریعہ تم اپنی قبر میں خوش رہوگی ۔

جب عبدالعزیز بن سلیمان العابد کا انتقال ہوا تو ان کے بعض احباب نے ان کو خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم پر سبز کپڑے ہیں اور ان کے سر پر موتیوں کا تاج ہے تو انھوں نے ان سے پوچھا کہ ہم سے بچھڑنے کے بعد آپ کا حال کیا رہا ؟ اور موت کا مزہ کیسا پایا، اور وہاں کے معاملہ کیسا رہا ؟ تو کہا کہ موت کی شدت کو تو نہ پوچھو، بس اللہ کی رحمت نے ہمارے سارے عیوب کی پردہ پوشی کرلی، اور اللہ نے ہمارے ساتھ فضل کا معاملہ فرمایا ۔

اور صالح بن بشر کا بیان ہے کہ جب عطاء سلمی کا انتقال ہوا تو میں نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ تو مردہ لوگوں میں تھے، کہا کہ ہاں، پھر میں نے پوچھا موت کے بعد آپ کس حالت سے گذرے ؟ کہا کہ مجھے خیر کثیر سے نوازا گیا اور رب غفور سے سابقہ پڑا، صالح بن بشر فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ دنیا میں آپ بہت غمگین رہا کرتے تھے، تو مسکرائے اور جواب دیا کہ اس کے بدلہ میں ہمیشہ کی خوشی اور مدت دراز تک کی راحت نصیب ہوئی، پھر انھوں نے پوچھا آپ کو کس درجہ میں رکھا گیا ہے تو بتلایا کہ نبییں صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں ۔

اور عاصم مجدری کی وفات کے بعد ان کے بعض احباب نے ان کو خواب میں دیکھا تو کہا کہ آپ کا تو انتقال ہو چکا ہے ؟ کہا کہ ہاں، پھر اس نے پوچھا اب آپ کہاں ہیں، تو جواب دیا کہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں، اور میں میرے کچھ ساتھی ہر جمعہ کو صبح و شام بکر بن عبداللہ کے پاس جمع ہوتے ہیں اور تم لوگوں کے حالات معلوم کرتے ہیں، اس نے کہا کہ ایمان کا اجتماع ہوتا ہے یا روحیں جمع ہوتی ہیں ؟ کہا کہ جسم تو فنا ہو گئے، روحوں کا اجتماع ہوتا ہے ۔

فضیل بن عیاض کو خواب میں دیکھا گیا تو انھوں نے کہا کہ میں نے بندوں کے لئے ان کے رب سے بہتر کسی اور کو نہیں پایا ۔

مرہ ہمدانی کے بارے میں ہے کہ سجدہ کی کثرت کی وجہ سے ان کی پیشانی کو مٹی نے کھالیا تھا، مرنے کے بعد ان کو ان کے گھر کے کسی آدمی نے خواب میں دیکھا کہ ان کی پیشانی کی اس جگہ پر گویا کوئی تارہ جیسی چیز جگ مگ جگ مگ کر رہی ہے، اس نے ان سے پوچھا کہ آپ کی پیشانی پر یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ تو جواب دیا کہ مٹی کے کھانے کی جگہ پر اللہ نے اس کے بدلہ یہ نور پیدا کر دیا ہے، پھر اس نے پوچھا کہ آخرت میں آپ کی منزل کیا ہے؟ کہا بہترین منزل میں ہوں جس جگہ سے لوگ نہ منتقل ہوں گے اور نہ ان کو موت آئے گی۔

یعقوب قاری کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک لمبے گندم گوں آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کے پیچھے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں تو کہا گیا کہ یہ اویس قرنی ہیں، تو میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا، میں نے ان سے کہا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے، تو انھوں نے ناگواری کا اظہار کیا، میں نے ان سے کہا کہ میں آپ سے خیر کی درخواست کر رہا ہوں، تو وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اللہ کی رحمت کو اللہ کی محبت کے پاس تلاش کرو اور اس کے عذاب سے معصیت کے وقت ڈرو، اور اس درمیان اس کی رحمت سے آس مت توڑو، پھر وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔

ابن اسماک فرماتے ہیں کہ میں نے مسعر بن کدام کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ نے بہترین عمل کونسا پایا؟ تو جواب دیا، ذکر کی مجلسوں کو اجلح کہتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن کہیل کو خواب میں دیکھا، میں ان سے پوچھا، کونسا عمل آپ نے بہتر پایا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ تہجد کی نماز۔

ابو بکر بن مریم نے وقاء بن بشر کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا کہ بڑی مشکل کے بعد نجات ملی، پھر انھوں نے پوچھا کہ بہتر عمل کونسا دیکھا؟ کہا کہ اللہ کے ڈر سے رونے کو۔

لیث بن سعد موسیٰ بن وردان سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے عبداللہ بن حجیرہ کو خواب میں دیکھا تو انھوں نے بتلایا کہ میرے اوپر میری اچھائیوں اور برائیوں کو پیش کیا گیا

میں نے اپنی اچھائیوں میں ان چند دانوں کو دیکھا جو زمین پر گرے تھے اور میں نے ان کو اٹھا کر کھا لیا تھا، اور میں نے اپنی سیئات میں ریشم کے وہ دھاگے دیکھے جو میری ٹوپی میں تھے۔

جویرہ بن اسماء کے بھتیجے بیان کرتے ہیں کہ ہم عبادان میں تھے تو ہمارے یہاں اہل کوفہ میں سے ایک عبادت گذار نوجوان آیا، پھر اسی جگہ شہر میں سخت گرمی کے زمانہ میں اس کا انتقال ہو گیا، تو ہم نے فیصلہ کیا کہ ذرا وقت ٹھنڈا ہو تو ہم اس کی تجہیز و تکفین میں لگیں، اتنے میں میری آنکھ لگ گئی تو میں نے دیکھا کہ میں گویا قبرستان میں ہوں، وہاں ایک جوہری قبہ خوب صورتی سے چم چم کر رہا ہے اور میں اس کی طرف دیکھ رہا ہوں، اچانک وہ قبہ پھٹا اور اس میں سے ایک ایک لڑکی نکلی جو بے انتہا خوبصورت تھی میں نے اس جیسی حسین لڑکی نہیں دیکھی، وہ میری طرف متوجہ ہوئی اور مجھ سے کہا کہ برائے خدا اس مردہ کو ظہر تک ہم سے نہ روکو جویرہ کے بھتیجے کہتے ہیں کہ پھر میں بیدار ہو گیا اور فوراً اس کے دفانے کی تیاری کی اور اس کو قبرستان میں اسی جگہ دفن کیا جہاں قبہ نظر آیا تھا۔

عبد الملک بن عتاب لیثی کہتے ہیں کہ میں نے عامر بن عبد قیس کو خواب میں دیکھا میں نے ان سے پوچھا سب سے اچھا عمل کون سا پایا؟ تو انھوں نے جواب دیا وہ عمل جو صرف اللہ کے لئے کیا جائے۔

یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ میں نے ابو العلاء ایوب بن مسکین کو خواب میں دیکھا میں نے ان سے پوچھا تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو انھوں نے بتلایا کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا، میں نے پوچھا کس عمل کی وجہ سے؟ تو کہا کہ نماز اور روزہ کی وجہ سے، پھر میں نے ان سے پوچھا کہ منصور بن زاذان کو آپ نے دیکھا ہے؟ تو جواب دیا کہ یہ کہاں ممکن ہے، بس ہم ان کا محل دور سے دیکھتے ہیں۔

یزید بن تبامہ کی ایک بچی طاعون میں ہلاک ہو گئی تھی تو اس کے باپ نے مرنے کے بعد اس کو دیکھا اور اس سے پوچھا کہ آخرت کے بارے میں کچھ سناؤ، تو اس نے کہا کہ ابا جان یہاں کا معاملہ بڑا عظیم ہے، جس کو ہم جانتے ہیں اور ہمارے عمل کا زمانہ گذر چکا

اور آپ لوگ اس کو جانتے نہیں مگر ابھی آپ لوگوں کے عمل کا زمانہ ہے، خدا کی قسم میرے صحیفۂ عمل میں ایک تسبیح یا دو تسبیح یا ایک رکعت یا دو رکعت مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔

کثیر بن مرہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں جنت کے ایک اونچے درجہ میں داخل ہوا ہوں، اور میں اس میں چکر لگا رہا ہوں اور اس مقام پر پہونچنے سے مجھے تعجب ہو رہا ہے کہ اچانک میں نے دیکھا کہ مسجد کی عورتوں میں سے کچھ عورتیں اس درجہ میں ایک کنارے موجود ہیں، میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان کو سلام کیا پھر میں نے ان سے پوچھا کہ تم لوگوں کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا؟ تو انھوں نے جواب دیا سجدوں اور تکبیروں کی وجہ سے۔

مزاحم جو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے غلام تھے ان کی روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک نے بتلایا کہ ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز نیند سے بیدار ہوئے اور کہا کہ آج میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ میں آپ پر قربان بتلائیے کہ وہ خواب کیا ہے، تو انھوں نے کہا صبح سے پہلے میں خواب کو نہیں بتلاؤں گا، پھر جب وہ نماز فجر سے فارغ ہو کر اپنی جگہ پر آئے تو میں نے موقع غنیمت سمجھ کر ان سے کہا کہ اب تو خواب بتلا دیجیے جو آپ نے دیکھا ہے تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک کشادہ سبز و شاداب زمین کی طرف لیجایا گیا ہوں وہ زمین گویا سبز فرش ہے، میں نے دیکھا کہ اس میں سفید چاندی کا محل ہے۔ پھر میں نے ایک آواز لگانے والے کو سنا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ محمد بن عبداللہ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ تو میں نے دیکھا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس محل میں داخل ہو گئے، پھر اس محل سے ایک دوسرا شخص نکلا اور اس نے پکارا کہ ابوبکر صدیق بن ابی قحافہ کہاں ہیں؟ تو ابوبکر تشریف لائے اور اس محل میں داخل ہو گئے، پھر ایک تیسرے نے محل سے نکل کر آواز لگائی عمر بن خطاب کہاں ہیں؟ تو وہ تشریف لائے

اور محل میں داخل ہوئے، پھر حضرت عثمان کو پکارا گیا وہ بھی اندر تشریف لے گئے پھر حضرت علی کو پکارا گیا وہ اندر گئے، پھر ایک پکارنے والے نے پکارا کہ عمر بن عبدالعزیز کہاں ہیں؟ تو میں بھی اندر داخل ہوا پھر مجھے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب کیا گیا، میں نے دیکھا کہ سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر کر بیٹھے ہیں، تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں کہاں بیٹھوں، تو میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھنے کا فیصلہ کیا، میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے داہنے ہیں اور حضرت عمر آپ کے بائیں ہیں، پھر میں نے غور کیا تو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے بیچ ایک شخص اور ہے، میں نے حضرت عمر سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ تو انھوں نے بتلایا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، پھر میں نے ایک آواز لگانے والے کو سنا وہ کہہ رہا ہے۔ اور حال یہ تھا کہ میرے اور اس کے درمیان ایک نور کا پردہ تھا۔ کہ عمر بن عبدالعزیز جس راہ پر ہو اسی پر جمے رہو اور اسی کو مضبوطی سے تھامے رہو، پھر مجھے اس محل سے نکلنے کی اجازت دی گئی تو میں اس سے باہر ہوا پھر میں نے مڑکر دیکھا تو میرے پیچھے حضرت عثمان تھے جو کہہ رہے تھے کہ خدا کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے میری نصرت و تائید فرمائی، اور پھر حضرت علی تھے جو کہہ رہے تھے کہ اللہ کی حمد و ثنا ہے جس نے مجھے بخش دیا۔

سعید بن عروبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ آپ کے پاس حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں، میں سلام کرکے بیٹھ گیا، پھر حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو لایا گیا ان کو ایک کوٹھری میں لیجایا گیا اور اس کا دروازہ بند کر دیا گیا، میں ابھی دیکھ ہی رہا تھا کہ بہت جلد حضرت علی کو نکلتے ہوئے دیکھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ میرے حق میں ربِ کعبہ کی قسم فیصلہ ہوا، پھر میں نے حضرت معاویہ کو دیکھا کہ وہ بھی جلد ہی باہر آئے اور وہ کہہ رہے تھے کہ رب کعبہ کی قسم میری مغفرت کر دی گئی۔

حماد بن ہاشم کہتے ہیں کہ ایک شخص عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ کے داہنے طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور بائیں جانب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، اور آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے ہیں، پھر دیکھا کہ دو آدمی اپنا مقدمہ لے کر آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے، تو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کہا کہ اے عمر بن عبد العزیزؒ تمہارا عمل ان دونوں۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ۔ جیسا ہونا چاہئے، یہ خواب اس آدمی سے سُن کر حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسے قسم دے کر پوچھا کہ کیا تم نے واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ، ہاں میں نے یہ خواب دیکھا ہے، یہ سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رو پڑے۔

عبد الرحمٰن بن غنم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کے تین دن بعد ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ سیاہ سفید رنگ والے گھوڑے پر سوار ہیں، اور ان کے پیچھے بہت سے لوگ ہیں جن کے اوپر سبز کپڑے ہیں اور وہ بھی اسی طرح کے گھوڑے پر سوار ہیں، حضرت معاذ ان کے آگے یہ آیت پڑھتے ہوئے چل رہے ہیں یالیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین (یعنی کاش میری قوم جان لیتی کہ میرے رب نے میری بخشش فرمائی اور مجھے مکرمین کی جماعت میں کیا۔

پھر وہ دائیں اور بائیں مڑے اور فرمایا اے ابن رواحہ، اے ابن مظعون الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نتبوأ من الجنۃ حیث نشأ ونعم اجر العاملین۔

پھر انھوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھ سے سلام کیا۔

حضرت قبیصہ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، تو یہ تین شعر پڑھے ؎

(۱) نظرت الی ربی عیانا فقال لی — ھنیئا رضای عنک یا ابن سعید

(۲) فقد کنت قواما اذا اللیل قد دجا — بعبرۃ محزون و قلب عمید

بقیہ صفحہ ۱۰۲ پر

محمد اجمل مفتاحی

اکابر کے خطوط
مدیر زمزم کے نام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے خطوط

محب گرامی! زید لطفہ ———— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ اس وقت ملا جب میں ایک سفر کے لئے پا بہ رکاب تھا، سفر میں موقع نہ ملا، اب واپس آکر جواب دے رہا ہوں، مندرجات کا مختصراً جواب دے رہا ہوں، امید ہے کہ آپ کچھ خیال نہ کریں گے۔

۱ - گجرات کے دورے کا ابھی قطعی پروگرام نہیں بنا، جب بھی بنے گا ڈابھیل سملک اس میں ضرور شامل ہوں گے۔ آپ حضرات سے ملنا بجائے خود ایک خیر ہے، بعض اور سفر در پیش ہیں، ان کی وجہ سے ابھی قطعی طور پر فیصلہ نہ کر سکا کہ گجرات کو کب وقت دے سکوں گا۔

(۲) - عزیزی سلمان[1] کا مضمون ابھی تک میری نظر سے نہیں گذرا، پورا مضمون

---

(۱) مولانا سلمان ریاض سے تعلیم حاصل کر کے نو وارد ہوئے تھے، ان کے کسی مضمون کے بارے میں میں نے مولانا کو لکھا تھا کہ اس میں متجددین کی تحریر کا اثر ہے یہ اس کا جواب ہے۔

پڑھ کر اندازہ ہو سکتا ہے، یہ باتیں یقیناً بڑی احتیاط سے کہنے کی ہیں، مضمون نگار تجدد پسند نہیں ہے ممکن ہے کہ نو عمری میں اس میں تیزی پیدا ہو گئی ہو، باقی ان کے اس خیال سے خود بھی اتفاق ہے کہ عالم اسلامی کے علماء کے سامنے مسائل حاضرہ دست بستہ کھڑے ہیں، اور اپنا حل چاہتے ہیں۔ باقی اس میں کوئی نقص کی بات نہیں کہ فقہ کے گذشتہ ذخیرہ میں اس کا حل نہ ہو کیونکہ یہ حالات بھی اس وقت نہیں تھے، تو یہ مسائل کیسے پیدا ہوتے البتہ کتاب وسنت کے دیئے ہوئے اصول، اور اصول فقہ میں ضرور ان کے حل کرنے کی صلاحیت ہے، اور اسی کے لئے استحسان اور مصالح مرسلہ کے اصول رکھے گئے ہیں، اور اجتہاد اسی کے لئے ہے، ہم لوگوں نے مجلس تحقیقاتِ شرعیہ اسی لئے بنائی تھی، اور ابھی پاکستان کے سفر میں، اور وہاں کے اسلامی نظریاتی کونسل کے جلسوں میں شریک ہو کر اس کا احساس اور بھی بڑھ گیا کہ ہمارے علماء کو اس سے زیادہ اپنی ذہنی وعلمی صلاحیت کا ثبوت دینا چاہیئے اور اس سے زیادہ اصول فقہ وغیرہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے جتنا کہ اٹھایا گیا ہے، باقی آپ نے سلف کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے زیادہ ہی کہا اور لکھا جاتا رہا ہے، لیکن سلف ہی کا اسوہ ہے کہ انھوں نے مسائل حاضرہ اور "نوازل" کا ہر دور میں حل پیش کیا ہے، اور اگر اب علماء نے اس صلاحیت ومحنت سے کام نہیں لیا تو زمانہ ان کا انتظار نہیں کرے گا۔

امید ہے کہ آپ کو میری اس مختصر تحریر سے کوئی گرانی یا غلط فہمی نہیں ہوگی، آپ کی محبت وقدر اور آپ کے مخلصانہ مشوروں کی وقعت اسی طرح ہے جیسے پہلے تھی۔

والسلام

مخلص — ابوالحسن علی

۵ محرم ۹۱ھ

محب مکرم زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ مورخہ ۱۲ جمادی الثانی وقت پر مل گیا تھا

یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ پوری والی تقریر آپ کو نہیں پہونچی، میں نے مجلس کو ہدایت کر دی ہے کہ فوراً بھیج دی جائے۔ امید ہے کہ اس خط کے پہونچنے تک وہ بھی پہنچ جائیگی۔

آپ نے میری ناچیز تالیفات کے متعلق جس تاثر کا اظہار کیا ہے ایک مصنف کی حیثیت سے اس کو معلوم کر کے خوشی ہوئی، شاید میری کتاب "الطریق إلی المدینۃ" آپ کی نظر سے نہیں گذری، اگر آپ نے نہ پڑھی ہو تو میں بھجوا دوں۔

یہاں گرمی شدید ہے، شاید وہاں کم ہو، ابھی تک بارش کے کوئی آثار نہیں ہیں۔

والسلام

مخلص - ابوالحسن علی

۵/ جون ۵۸ء

از رائے بریلی

محب گرامی زید لطفہ — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا عنایت نامہ میرے سفر حجاز کے دوران لکھنؤ پہونچا، میرے ایک رفیق نے مجھے اس کے مضمون کی اجمالی اطلاع دی، اور اس سے مسرت ہوئی، جب ۲۴ر فروری کو بمبئی پہونچا تو لکھنؤ سے آئی ہوئی ڈاک میں آپ کا محبت نامہ پڑھا، یہ پہلا وقیع خط تھا جو ایک وقیع قلم سے کتاب پر اطمینان و مسرت کا موجب ہوا ورنہ ابھی تک تو سوائے جھنجھلاہٹ اور ناراضگی کے خطوط کے کوئی خط نہیں ملا، میں نے کتاب اپنے حلقہ کے علما کو بھی بھیجی تھی لیکن کہیں سے رسید بھی وصول نہیں ہوئی، حیرت یہ ہے کہ کتاب نہایت احتیاط اور احترام کے ساتھ لکھی گئی ہے اور میں نے کئی کئی بار پڑھ کر ہر ایسے لفظ کو قلم زد کر دیا جس سے ذرا بھی طنز و تعریض کا انداز پیدا ہوتا تھا، لیکن پھر بھی متعلق حلقہ کے لئے وہ کتاب سخت برہمی کا باعث ہوئی، لیکن یہ سب خطوط نیچے کے طبقہ سے آئے ہیں، صف اول کے لوگوں میں سے کسی کا کوئی خط ابھی تک نہیں آیا، کتاب کا ترجمہ عربی میں ہو گیا ہے، انشاء اللہ قاہرہ یا بیروت سے شائع ہوگا، ایک بڑے عرب ناشر اس کے لئے مستعجل ہیں، ترجمہ بھی انشاء اللہ

آپ پسند کریں گے، امید ہے کہ آپ جواب کی تاخیر کو اس لئے معاف کریں گے کہ میں سفر میں تھا، امید ہے کہ آپ ہر طرح بعافیت ہوں گے۔ (۱)

والسّلام

ابوالحسن علی ندوی

رائے بریلی

محب فاضل و مکرم زید لطفہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ — عنایت نامہ مورخہ ۲۳ ربیع الثانی مجھے ۲ جمادی الاولی کو رائے بریلی پہونچ کر ملا، میں ۲۰ مارچ سے ۱۰ اپریل تک تقریباً سفروں ہی میں رہا، اگر یہ خط دارالعلوم کے پتہ پر آتا، تو میں جلد جواب اور فرمائش کی تعمیل کر سکتا، خط پڑھتے ہی میں نے ہدایت کر دی کہ نیا عربی رسالہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ کر دیا جائے، امید ہے کہ اس وقت تک وہ پہنچ گیا ہوگا۔

آپ کا کوئی خط مجھے ایسا یاد نہیں جس کا جواب نہ دیا ہو، میں تو آپ کے خطوط بڑے شوق سے پڑھتا ہوں، اور جلد جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں، اس لئے کہ آپ کو عربی کا صحیح ذوق ہے، اور آپ محبت فرماتے ہیں، اور میں ایسے احباب کی بڑی قدر کرتا ہوں آپ اس طرف سے مطمئن رہیں۔

"السیرۃ النبویۃ" کے متعلق آپ نے اپنے جو تاثرات لکھے ہیں، وہ

---

(۱) غیر مقلدین نے علمائے امت کے بارے میں جو غیر محتاط تحریرات کا سلسلہ شروع کیا تھا مولانا بھی اس سے نالاں تھے، اور ایک رسالہ اردو میں انکی انھیں نگارشات کے رد میں اپنے مخصوص سنجیدہ اور متین انداز میں لکھا تھا۔ اس رسالہ کو میرے پاس بھی بھیجا تھا میں نے اسکو پڑھ کر اپنے تاثرات کا اظہار کیا تھا یہ خط اسی کے جواب میں ہے، بعد میں اس کا عربی ترجمہ الاضواء کے نام سے چھپا۔

میرے لئے موجب طمانینت وتقویت ہے، افسوس ہے کہ کتاب میں طباعت کی بہت غلطیاں رہ گئیں، لیکن اس سے اطمینان ہے کہ اس کا دوسرا ایڈیشن جلد شائع ہو جائے گا اس کے اردو اور انگریزی ترجمے بھی الحمدللہ تیار ہو رہے ہیں، یہ ایڈیشن بھی پانچ ہزار سے زائد چھپا تھا، اور الحمدللہ چند مہینے میں ختم ہو گیا۔

"الاسلام الممتحن"[1] کے واقعی چند نسخے ہندوستان آئے تھے، اور وہ تبرک بن گئے، جیسے ہی موقع ملے گا اس کا کوئی نسخہ آپ کو مہیا کرنے کی کوشش کی جائیگی، اس کا مقدمہ اور پیش لفظ ایک نئے انداز کا ہے۔

آخر میں پھر آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ آپ کے کسی خط کا جواب میں نے قصداً نہیں چھوڑا۔ امید ہے کہ آپ ہر طرح بعافیت ہوں گے۔

والسلام

مخلص

ابوالحسن علی

۱۲/ اپریل ۷۸ء

بقیہ۔ صـ۵۶ کا

مجھے ابا کا یا تھا، حق اور سو فی صد حق شیخ جمن حفظہ اللہ کے ساتھ ہے، جماعت اہلحدیث برحق ہے اور قدم قدم پہ وہ صحیح حدیث پر چلا کرتی ہے۔"

بیٹا۔ اباجی اس اعلان سے جن لوگوں نے دونوں کی بحثیں سنی ہیں وہ مطمئن ہو جائینگے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

---

(۱) محمد الحسنی اڈیٹر البعث کے اداریوں کا مجموعہ اس نام سے چھپا تھا۔

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمار سلفیت

نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور شیخ کلو کی منطق

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی آج شیخ کلو نے شیخ جمن کو بڑا پریشان کیا ؟

باپ ۔ کیا ہوا بیٹا ، دونوں ہی اپنی جماعت کے سربراہ ہیں، پی ایچ ڈی اور حفظہ اللہ دونوں کے دونوں ہیں ۔

بیٹا ۔ شیخ جمن سے کسی نے بھرے مجمع میں سوال کر دیا کہ نماز میں سینہ پہ ہاتھ باندھنے کی کوئی صحیح حدیث پیش کرو تو شیخ جمن جھٹ سے صلوٰۃ الرسول لے کر آگئے اور یہ حدیث سنادی ۔

عن وائل بن حجر قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علی الیسری علی صدرہ ۔ (صحیح ابن خزیمۃ)

یعنی حضرت وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر ہاتھ باندھے ۔

باپ ۔ بیٹا بہت صحیح کیا سینہ پہ ہاتھ باندھنے کی یہ سب سے بڑھیا حدیث ہے،

صحیح ابن خزیمہ کی حدیث ہے۔

بیٹا - مگر اباجی شیخ کلو کی منطق نے سارا کھیل بگاڑ دیا، انھوں نے شیخ جمن سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ یہ حدیث صحیح ہے کہ ضعیف ؟ اب شیخ جمن چپ کے چپ نہ ہاں میں جواب دے رہے ہیں نہ ناں میں، صلوٰۃ الرسول کے مصنف نے بھی صرف حدیث نقل کی ہے نہ یہ بتلایا ہے کہ صحیح ہے اور نہ یہ بتلایا ہے کہ ضعیف ہے۔

باپ - پھر کیا ہوا بیٹا - ؟

بیٹا - تو شیخ کلو نے کہا کہ ہمارے علماء محققین کہتے ہیں کہ اگر حدیث ضعیف ہو اور اس کا ضعیف ہونا نہ بتلایا جائے تو یہ حرام ہے، چنانچہ صلوٰۃ الرسول کے محقق علامہ عبدالرؤف پاکستانی فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی فرماتے ہیں :

" اگر کوئی حدیث ضعیف ہو تو اسے بیان کرتے وقت یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اگر کوئی اس کے ضعف جاننے کے باوجود بیان نہیں کرتا ہے تو وہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق گنہ گار اور عوام الناس کو دھوکہ دینے والا ہے " (ص۲۵ صلوٰۃ الرسول محقق)

باپ - تو بیٹا، کیا یہ حدیث ضعیف ہے، میں تو اسکو ابتک صحیح سمجھ کر سینہ پر ہاتھ باندھ رہا تھا۔

بیٹا - اباجی شیخ کلو نے صلوٰۃ الرسول محقق کے حوالے سے بیان کیا کہ یہ حدیث سخت ضعیف ہے، صلوٰۃ الرسول کے محقق صاحب فرماتے ہیں۔

" یہ سند ضعیف ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیل راوی سیئ الحفظ ہے۔

جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے اور ابو زرعہ نے کہا ہے یہ بہت غلطیاں کرتا ہے امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حافظ عالم ہے مگر غلطیاں کرتا ہے " (ص۲۲۸ ایضاً)

باپ - بیٹا تب تو شیخ جمن کا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا، خود ہماری جماعت کے عالم نے اس حدیث کا راز افشا کر دیا، ہمارے علماء نے تو اسے بہت چھپانے کی کوشش کی تھی۔

بیٹا۔ اباجی جب اس حدیث کا راز افشا ہو گیا اور شیخ کلو کی منطق نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا تو اب نماز میں ہاتھ کہاں باندھا جائے گا ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

یک نہ شد دو شد شیخ جمن کی پریشانی میں اضافہ

بیٹا۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی، کل شیخ کلو حفظہ اللہ کی وجہ سے شیخ جمن حفظہ اللہ کی بڑی سبکی ہوئی تھی۔ عشاء کی نماز میں میں نے خود دیکھا کہ ان کا ہاتھ کبھی سینہ کے اوپر رہتا تھا اور کبھی سینہ کے نیچے اور کبھی نہ اوپر نہ نیچے بلکہ دونوں طرف لٹکا ہوا ہے ۔

باپ ۔ بیٹا، پریشانی کی بات ہی ہے، میرا خود حال برا تھا اور میرا ہاتھ بھی بے چین ہی تھا ادھر ادھر مارا مارا پھر رہا تھا، نہ اوپر ٹکتا تھا نہ نیچے بار بار سینہ پر ہاتھ باندھنے والی ضعیف حدیث کا خیال آجاتا تھا ۔

بیٹا ۔ مگر اباجی آج شیخ جمن کے ہاتھ میں پھر صلوٰۃ الرسول تھی اور ان کے چہرہ پر تازہ مسکراہٹ بھی، اور انھوں نے بازار کے بیچ چوراہے پر جہاں کل شیخ کلو سے ان کی جھڑپ ہوئی تھی شیخ کلو کو جا گھیرا، اور انھوں نے بڑے زور سے کہا کہ اگر کل والی حدیث ضعیف تھی تو صلوٰۃ الرسول میں اور بھی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے سلسلہ کی احادیث ہیں، اور پھر انھوں نے سارے مجمع کے سامنے بآواز بلند یہ حدیث پڑھی اور صلوٰۃ الرسول کو ہوا میں لہرا دیا ۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ ضع یدك الیمنی علی الشمال عند النحر

یعنی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھ

باپ ۔ بیٹا تب تو شیخ کلو کی ہوائی گم ہو گئی ہو گی ؟

بیٹا۔ نہیں اباجی شیخ کلو کی ہوائی تو نہیں گم ہوئی بلکہ شیخ جمن کی مزید کرکری ہوئی۔

باپ۔ کیا ہوا بیٹا۔ شیخ کلو نے اس کا جواب کیا دیا؟

بیٹا۔ اباجی شیخ کلو نے شیخ جمن کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ حدیث میں نحر کا لفظ ہے اور
اور صلوۃ الرسول والے نے اس کا ترجمہ سینہ کیا ہے، کسی لغت میں نحر کا معنی سینہ
دکھلا دو تو میں تم کو تین بار لکھنو اسلام کروں گا، حدیث کے ترجمہ میں زبردست خیانت
ہے، اور پھر انھوں نے صلوۃ الرسول محقق لاکر سب کو دکھلایا کہ یہ حدیث بھی ضعیف ہے
محقق صاحب لکھتے ہیں۔

اس کی سند میں روح بن مسیب ہے ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ غیر محفوظ حدیث بیان
کرتا ہے، اور ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ موضوع روایت بیان کرتا ہے اس سے روایت
لینا جائز نہیں۔ ص ۲۳۱

باپ۔ پھر کیا ہوا بیٹا، شیخ جمن نے کیا جواب دیا؟

بیٹا۔ اباجی شیخ جمن سر جھکائے یک نہ شد دو شد کا وظیفہ پڑھتے رہے۔ چہرے پر پریشانی
صاف نمایاں تھی، لوگ بھی کہہ رہے تھے کہ صلوٰۃ الرسول کے مصنف نے پھر حرام کام
کا ارتکاب کیا ہے، ضعیف حدیث ذکر کی اور اس کا ضعیف ہونا نہیں بتلایا۔

باپ۔ بیٹا ہے تو شرم کی اور پریشانی کی بات بھی۔

بیٹا۔ تو پھر اب کیا ہوگا اباجی شیخ جمن اور شیخ کلو میں یوں ہی ٹھنی رہے گی یا صلح کی کوئی شکل
نکلے گی؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

یک نہ شد دو شد سے شیخ جمن کی حالت غیر

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی نماز میں ہاتھ کہاں باندھا جائے، اس مسئلہ نے شیخ جمن کو بڑا پریشان کر رکھا ہے
باپ ۔ بیٹا، ہوا کیا!
بیٹا ۔ اباجی گزشتہ دنوں شیخ کلو حفظہ اللہ کے ساتھ اسی مسئلہ میں شیخ جمن حفظہ اللہ کی معرکہ آرائیاں کا قصہ تو آپ کو معلوم ہے۔
باپ ۔ جی بیٹا ۔ شیخ جمن حفظہ اللہ کی پریشانیاں اللہ دور کرے، شیخ کلو نے تو ان کو رسوا کر کے رکھ دیا ہے، آج پھر کچھ ہوا ہے بیٹا؟
بیٹا ۔ اباجی شیخ جمن سے کسی نے یہ کہہ دیا تھا کہ تم سینہ پر ہاتھ باندھنے کی اگر صحیح حدیث نہیں پیش کر سکتے ہو تو صلوٰۃ الرسول کتاب میں حکیم صادق صلوٰۃ الرسول کے مصنف نے شیخ جیلانی کا قول پیش کیا ہے کہ انھوں نے اپنے مریدوں سے کہا تھا کہ تم لوگ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھو، اب شیخ کلو شیخ جیلانی کے قول سے تم مات دے دوگے، اور شیخ کلو کی مجال نہیں ہے کہ عوام کے مجمع کے سامنے پیران پیر خواجہ دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کی بات رد کر دیں، اگر انھوں نے ایسا کیا تو عوام ان کی کھال نوچ لیں گے۔

باپ ۔ پھر کیا ہوا بیٹا ؟
بیٹا ۔ اباجی یہ بات شیخ جمن حفظہ اللہ کی سمجھ میں آگئی اور انھوں نے صلوٰۃ الرسول کتاب کو ہاتھ میں لیا اور پہونچ گئے بجو کے چائے خانہ جہاں فجر بعد شیخ کلو روزانہ چائے پیتے ہیں اور اس دوکان پر لوگوں کا مجمع لگا رہتا ہے۔
باپ ۔ بیٹا تب تو شیخ کلو کی ناک کٹی ہوگی مزہ آگیا ہوگا!
بیٹا ۔ کچھ نہیں ہوا اباجی، نہ شیخ کلو کی ناک کٹی اور نہ مزہ آیا، البتہ شیخ جمن کی لوگوں نے خوب پگڑی اچھالی اور صلوٰۃ الرسول کے کتاب والے مولانا صاحب کو لوگوں نے بہت برا بھلا کہا بے ایمان اور نہ جانے کیا کیا کہا۔
باپ ۔ بیٹا یہ کیسے، کیا ہوا، کیا صلوٰۃ الرسول میں شیخ جیلانی کی بات نہیں ہے؟

بیٹا۔ اباجی شیخ جمن نے شیخ جیلانی کی اصل عبارت نہیں پڑھی تھی اس کا ترجمہ پڑھا تھا، صلوٰۃ الرسول کے مصنف نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

میرے مریدو دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے اوپر سینہ پر باندھو۔

باپ۔ بیٹا اس میں تو صاف ہے کہ نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھو۔ غنیۃ الطالبین

بیٹا۔ جب شیخ جمن نے یہ پڑھا تو شیخ کلو نے جھپٹ کر شیخ جمن کے ہاتھ سے کتاب لے لی اور لوگوں سے کہا کہ شیخ جمن حفظہ اللہ اور کتاب کا مصنف حکیم صادق دونوں نے صداقت سے توبہ کر لی ہے اور خیانت کو گلے لگا لیا ہے، اور شیخ پیران پیر پر افترا کیا ہے، لوگو دیکھو شیخ کی اصل عبارت صرف اتنی ہے۔

وضعوا الیمین علی الشمال فوق السرۃ (صلوٰۃ الرسول ص۱۹۰)

جس کا ترجمہ ہے کہ تم لوگ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے اوپر رکھو، سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر نہیں ہے، ناف کے اوپر رکھنے کا ذکر ہے، شیخ جیلانی حنبلی ہیں، حنبلی لوگ ناف کے اوپر اور سینہ کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں، پھر شیخ کلو نے چلا کر کہا کہ شیخ جیلانی کے کلام میں تحریف بہت بڑا گناہ ہے، شیخ کے ساتھ مذاق ہے، ان کے احترام کے خلاف بات ہے۔

باپ۔ بیٹا پھر کیا ہوا؟ شیخ جمن بخیریت گھر آ گئے؟

بیٹا۔ اباجی شیخ کلو کی اس بات پر عوام نے جس میں زیادہ تر رضاخانی تھے شیخ جمن کی پگڑی خوب اچھالی اور ان سے وعدہ لیا کہ اب وہ کسی کے سامنے صلوٰۃ الرسول کتاب کا کوئی مسئلہ نہیں بیان کریں گے، شیخ جمن نے تین بار صلوٰۃ الرسول کتاب سے توبہ کی تب وہ کسی طرح گرتے پڑتے اپنے گھر پہونچے۔

باپ۔ بیٹا یہی وجہ ہے کہ ظہر کی نماز میں میں نے دیکھا کہ ان کا ہاتھ پھر ادھر ادھر ہو رہا ہے، کبھی سینہ پر، کبھی سینہ کے نیچے اور کبھی ناف کے نیچے اور کبھی بالکل آزاد۔

بیٹا۔ اباجی ہمارے صادق سیالکوٹی نے نماز پر کتاب لکھی ہے، نام بھی رکھا ہے

صلوۃ الرسول اور پھر اس میں ان کی یہ ہیرا پھیری سمجھ میں نہیں آتی ہے، صریح دھوکا دینے کا نام حدیث پر عمل کرنا ہے ابا جی، ان کو خدا کا ڈر نہیں تھا؟

باپ ـ پتہ نہیں بیٹا۔

شیخ کلو اور شیخ جمن میں مصالحت ہو گئی

بیٹا ـ ابا جی

باپ ـ جی بیٹا

بیٹا ـ گزشتہ دنوں جو شیخ کلو اور شیخ جمن کے بیچ اکھاڑا جما تھا اس کا شہر میں بہت چرچا ہے اور بہت سے سلفی نوجوانوں نے نماز ہاتھ چھوڑ کر پڑھنا شروع کر دیا ہے۔

باپ ـ جی بیٹا، مجھے معلوم ہے، شہر کے اکابر جماعت صورت حال سے بہت پریشان ہیں، اس بارے میں کل شام ایک میٹنگ تھی، شہر کے ذمہ داران جماعت جمع تھے شیخ کلو اور شیخ جمن کو بطور خاص بلایا گیا تھا۔

بیٹا ـ ابا جی پھر کیا طے پایا۔

باپ ـ بیٹا جی یہ ذرا راز کی بات ہے، اصل میں شیخ کلو کا بیٹا پاس سعودیہ نہیں جا سکا تھا صدر صاحب نے سعودیہ بھیجنے کا وعدہ کیا تھا جب انھوں نے وعدہ پورا نہیں کیا تو شیخ کلو نے بھی اپنا ہاتھ دکھانا شروع کر دیا، اب صدر صاحب نے اس کا وعدہ کر لیا ہے کہ اس کو اسی مہینہ کی ۲۲ر تاریخ کو سعودیہ بھیج دیں گے، اور شیخ کلو سے یہ تحریر لکھوالی ہے ـ

میں شیخ کلو سلفی نہایت شرمندگی سے اعلان کرتا ہوں کہ گزشتہ دنوں ... ار ہوٹل میں شیخ جمن حفظہ اللہ سے نماز میں ہاتھ رکھنے کے بارے میں بحث ہوئی تھی ایمیں سراسر میں ہی غلطی پر تھا اور ایک دیوبندی نے

باقی ص۴۹ پر

محمد ابوبکر غازی پوری

قسط ۱

برطانیہ کا سفر

ڈابھیل کے زمانہ تدریس میں جن طلبہ کا مجھ سے خصوصی تعلق رہا ہے ان میں ایک نام عزیزم مولوی محمد اسماعیل جوگواڑی سلمہ کا ہے، یہ بہت کم گو اور سیدھے سادھے طالب علم تھے، اساتذہ کی خدمت کا جذبہ تھا، میرے پاس معمولاً روزانہ ہی کسی نہ کسی وقت آیا کرتے تھے، آم کے موسم میں اچھی مقدار میں دو ایک مرتبہ میرے کمرہ میں آم پہونچایا کرتے تھے۔ اگر اس موسم میں میرا گھر آنا ہوتا تھا تو گھر کے لئے ایک دو ٹوکرا آم ضرور ساتھ کر دیتے تھے۔ بہت دنوں تک مطبخ سے میرا کھانا وہی لایا کرتے تھے۔

ڈابھیل سے میری ملازمت کا سلسلہ جب ختم ہوا تو شاگردوں کی بڑی تعداد ادھر ادھر ہوگئی، کوئی ڈابھیل میں رہا وہیں سے فارغ ہوا، کوئی دارالعلوم دیوبند گیا اور کوئی مظاہر العلوم سہارنپور سے فارغ ہوا، مولوی اسماعیل ڈابھیل سے سہارنپور آگئے تھے، اور مظاہر العلوم میں اپنی تعلیم مکمل کی، پھر میرا ان سے کوئی رابطہ نہیں رہا، بعد میں معلوم ہوا کہ مولوی اسماعیل لندن چلے گئے ہیں۔

سال گزشتہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے استاذ عزیزم مولوی حافظ مفتی محمود سلمہ نے فون پر اطلاع دی کہ مولوی اسماعیل صاحب آپ کو برطانیہ بلانا چاہتے ہیں، وہ آپ سے جلد ہی رابطہ قائم کریں گے، میں انتظار کرتا رہا مگر ان کا کوئی فون یا خط مجھے نہیں ملا۔

اس سال مئی کے مہینہ میں ایک روز مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری صدر شعبۂ افتا رجامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا فون آیا کہ مولوی اسماعیل جو گوواڑی آئے ہوئے ہیں اور میرے پاس بیٹھے ہیں وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں، بیس بائیس سال کے بعد میرے کان میں جب مولوی اسماعیل سلمہ کی آواز پہونچی تو ان کا سراپا سامنے آ گیا، دریافت حال کے بعد انھوں نے کہا کہ اس سال اگست کے مہینہ میں ہم لوگ برطانیہ کیلئے آپ کا پروگرام بنانا چاہتے ہیں، انھوں نے بتلایا کہ اگست کا مہینہ یہاں کے موسم کے لحاظ سے بہت مناسب ہوتا ہے، انھوں نے مزید کہا کہ برطانیہ میں آپ کو لوگ آپ کی کتابوں اور زمزم پریس کی وجہ سے جانتے ہیں، برطانیہ میں بھی سلفیت کا پھیلاؤ عوام اور کم پڑھے لکھے لوگوں میں بڑھتا جارہا ہے، اس لئے یہاں کے لوگوں کی خواہش ہے کہ آپ کا پروگرام برطانیہ کے لئے ضرور ہو، میں نے کہا کہ میں انشاء اللہ یہ سفر ضرور کروں گا، مجھ سے انھوں نے بذریعہ فیکس میرے پاسپورٹ کا فوٹو مانگا تاکہ اسکو ضروری کاروائی کیلئے برطانیہ بھیج دیا جائے، انھوں نے بتلایا کہ انشاء اللہ جلد ہی کاغذات آجائیں گے۔

جون کے آخری ہفتہ کے ابتدائی دنوں میں ان کا لندن سے فون آیا کہ آپ کے کاغذات جمعیۃ علماء دہلی کے دفتر میں قاری حماد صاحب کے پاس بھیج دیئے گئے ہیں، آپ دہلی جا کر ان سے لیں ویزا اور ٹکٹ وغیرہ کی کاروائی اور انتظام انھیں کے ذمہ کیا گیا ہے، میں انھیں دنوں کانپور کے دو تین روزہ سفر سے واپس آیا تھا، میں نے ان سے کہا کہ ایک ہفتہ بعد میں دہلی جاؤں گا۔

جولائی کے پہلے ہفتہ میں دہلی پہونچا، قاری حماد صاحب میرا انتظار کر رہے تھے میرے کاغذات ان کے پاس موجود تھے، قاری حماد صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ خود اپنا کام کریں کسی کو واسطہ بنائیں گے تو اس میں تاخیر ہوگی، میرا بھی باہر کے سفر کے بارے میں یہی تجربہ ہے کہ دوسروں کے ذریعہ کام کرانے میں کافی ذہنی الجھن رہتی ہے، اور وقت پر کام بہت کم ہو پاتا ہے دوسروں کا احسان مند بھی ہونا پڑتا ہے، چنانچہ میں خود ہی

برٹش سفارت خانہ گیا وہاں معلوم ہوا کہ اب ویزا وغیرہ کا کام صفدر جنگ انکلیو میں سفارت خانہ کی شاخ میں انجام پاتا ہے، میں وہاں سے آٹو رکشہ سے صفدر جنگ پہونچا، برانچ کے باہر ہی ایک صاحب ویزا کا فارم لئے کھڑے تھے میں نے ان کو پچاس روپئے دیئے انھوں نے بہت اطمینان سے فارم بھرا اور مزید رہنمائی کی۔

میں ویزا فارم لے کر عمارت کے اندر گیا اور بیٹھا ہوا اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد ایک نوجوان میری کرسی کے بغل میں آکر بیٹھ گیا اور اپنا نام خالد بتلایا اور یہ بتلایا کہ وہ بدایوں کا رہنے والا ہے، اس نے کہا کہ وہ اسی جگہ اسی شعبہ میں کام کرتا ہے، پھر اس نے کہا کہ آپ کا نمبر دیر سے آئے گا، میں آپ کا کام اسی جگہ کر دیتا ہوں، چنانچہ اس نے میرا فارم لے کر چند منٹ میں اس کی کارروائی مکمل کی اور کہا کہ آپ اس کو لے کر کھڑکی نمبر ۶ پر جائیں اور ویزا کی فیس جمع کرا دیں۔ ۲۹ سو ویزا کی فیس اور مزید ۲۰ روپیہ دیکر میں نے ویزا فارم جمع کرا دیا پھر وہاں سے ایک بند لفافہ میں کاغذات کے ساتھ مجھے کھڑکی نمبر ۲ پر بھیجا گیا، وہاں ایک خاتون کام کر رہی تھیں انھوں نے تین سو روپے مزید لئے اور کہا کہ آپ کل شام چھ بجے آکر اپنا پاسپورٹ لیجائیں، اس طرح میرا کام اس نوجوان محمد خالد کی وجہ سے پندرہ بیس منٹ میں نمٹ گیا اور میں دفتر جمعیۃ علماء اپنے مقر پر دو گھنٹہ کے اندر اندر آ گیا۔

دوسرے روز چھ بجے شام کو جب میں وہاں پہونچا تو آویزاں لسٹ پر میرا نام نہیں نہیں تھا، مجھے تھوڑی تشویش لاحق ہوئی، میں اپنے نمبر والی پرزی لے کر اندر گیا اور ایک صاحب سے کہا کہ میرا نام لسٹ پر نہیں ہے حالانکہ مجھے آج ہی بلایا گیا تھا، تو انھوں نے بتلایا کہ اگر آپ کا نام لسٹ پر نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا ویزا لگ گیا، لسٹ پر ان کا نام آویزاں ہوتا ہے جن کو انٹرویو کے لئے بلایا جاتا ہے، آپ کا انٹرویو نہیں ہوگا، اور واقعہ یہ ہے کہ تھوڑی دیر میں میرے ہاتھ میں برطانیہ کا ویزا لگا ہوا میرا پاسپورٹ تھا میں نے اللہ کا شکر ادا کیا، اس لئے کہ اگر مجھے انٹرویو کے لئے بلایا جاتا تو شاید میں سوالات کا

صحیح جواب نہیں دے پاتا، اس لئے کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے کون سوسائٹی بلا رہی ہے لندن کے علاوہ کسی دوسرے شہر کا نام بھی میرے ذہن میں نہیں تھا، مجھے کس شہر میں جانا ہے مجھے نہیں معلوم تھا۔ مولوی اسماعیل کس جگہ رہتے ہیں اس جگہ کا نام بھی نہیں معلوم تھا، اور ان سب کے ساتھ انٹرویو کا انجام معلوم۔

بہر حال صرف دو دن کے اندر بلا کسی پریشانی کے برطانیہ کا ویزا لگ گیا، اگر یہی معاملہ کسی عرب کنٹری کا ہوتا اس کے لئے ہفتوں خوار ہونا پڑتا اور پھر بھی انجام نامعلوم ہوتا۔

میں نے ایک ایجنٹ کے ذریعہ ۲۰ جولائی اتوار کی شب میں لندن کے لئے ایرانڈیا سے اپنی سٹ بک کرائی، اور دوسرے روز گھر واپس آگیا۔

ایک نئی بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر ایرانڈیا کی فلائٹ سے سنیچر یا اتوار کو سفر کیا جائے تو اس کا ٹکٹ عام دنوں سے مہنگا ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ عام دنوں کا ٹکٹ اکتیس ہزار روپے میں ہے مگر سنیچر اور اتوار کی فلائٹ کا ٹکٹ ۲۶ ہزار کا تھا، مولوی اسماعیل وغیرہ کی رائے یہی تھی کہ اتوار ہی کے روز کا ٹکٹ لیا جائے اس روز چھٹی کا دن ہوتا ہے، لوگوں کو ایرپورٹ آنے میں سہولت ہوگی، اس لئے مجھے یہی مہنگا والا ٹکٹ خریدنا پڑا۔

۱۹ جولائی کو مجلس عاملہ جمعیۃ علماء میں شریک ہونا تھا اس لئے غازی پور سے ۱۸ جولائی کو بعد نماز جمعہ بنارس کے لئے روانہ ہوا، جمعہ سے پہلے میرے بڑے داماد کے بڑے بھائی مئو سے اپنی گاڑی لے کر آئے تھے کہ آپ بنارس گاڑی سے جائیے میں بنارس میں آسٹیشن پر آپ سے ملوں گا اور آپ کو رخصت کر کے مئو واپس جاؤں گا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور بااصرار ان کو گاڑی سے بنارس بھیجا اور خود اپنے پروگرام کے مطابق بعد جمعہ اطمینان سے بچوں سے رخصت ہوا اور ان کو اللہ کے سپرد کر کے دہلی اور پھر دہلی سے لندن کے طویل سفر پر نکلا۔

دہلی جمعیۃ علماء کی مجلس عاملہ میں شرکت کرنے کیلئے میرے عزیز دوست مولانا ابو القاسم نعمانی اور ان کے چھوٹے بھائی حافظ عبدالکلام بھی جارہے تھے، انکی ہمراہی کی

وجہ سے دہلی تک کا سفر آرام سے کٹا ۔ ۱۹ر جولائی کی صبح سات بجے ہم لوگ دہلی پہونچ گئے اور دن میں مجلس عاملہ میں شرکت کی، مولانا قاری حماد صاحب سے پاسپورٹ اور ٹکٹ لیا ان سے معلوم ہوا کہ ایرانڈیا کی فلائٹ جس سے مجھے سفر کرنا ہے ۲۰ر جولائی کو صبح ۷ بجے ہے، اس وجہ سے مجھے رات ہی میں ڈھائی تین بجے ایرپورٹ کے لئے نکلنا ہوگا، دو تین گھنٹے آرام کرنے کے بعد میری آنکھ ٹھیک دو بجے کھل گئی، اسی وقت غسل کیا اور تیار ہو کر نیچے آیا اور آئی ٹی او سے آٹو رکشہ سے ایرپورٹ پہونچا اور ایرپورٹ کی ضروری کاروائی پوری کرکے اندر پہونچا، جہاز اپنے مقررہ وقت سے بیس منٹ تاخیر سے روانہ ہوا، معلوم ہوا کہ یہ جہاز لندن ایرپورٹ پر ہندوستانی وقت سے تقریباً تین بجے اترے گا اور اس وقت لندن میں گیارہ کا وقت ہوگا یعنی تقریباً نو گھنٹے کا یہ مسلسل سفر تھا، بیچ میں کہیں جہاز کو اترنا نہیں تھا۔

جہاز میں جب میں داخل ہوا تو میری سٹ پر ایک خاتون اپنے بچوں کو لیکر قبضہ جمائے ہوئے تھیں مجھ کو اچھا نہیں معلوم ہوا کہ ان کو اٹھاؤں اس لئے میں جہاز کے پیچھے ایک سٹ پر بیٹھا، جہاز میں رش بہت تھا، سٹ بھی تنگ تھی بڑی شکل سے یہ ۹ گھنٹے کا سفر طے ہوا، میرے جہاز کا نمبر ۱۱۱ تھا۔ ایرانڈیا جہاز کی سروس بہت اچھی ہوتی ہے ملازمین بااخلاق ہوتے ہیں، ناشتہ اور کھانے کا بھی معقول انتظام ہوتا ہے، ضرورت کی چیز فوراً حاضر کر دیتے ہیں، کھانے میں میں نے سبزی لی، جہاز پر گوشت کے بارے میں بہت شبہ رہتا ہے، میں رات بھر کا جاگا ہوا تھا تھوڑی دیر نیند آگئی، ساڑھے اٹھائیس ہزار فٹ کی بلندی پر جہاز اڑ رہا تھا اور اس کی رفتار تقریباً ساڑھے نو سو کیلو میٹر فی گھنٹہ تھی، آسمان پر جہاز اڑا تو زمین نگاہ سے غائب ہوگئی اور بار بار یہ دعا زبان پر جاری ہو رہی تھی سُبحان الذی سخر لنا هٰذا وما کنا له مقرنین۔ یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ اس پورے جہاز میں میرے علاوہ کوئی مسلمان شکل مسافر نہیں تھا اور نہ کسی کے لباس و انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ مسلمان ہے، ایسا تو نہ ہوگا کہ جہاز میں کوئی

مسلمان نہ ہو مگر ہم نے دوسروں میں اپنے کو اتنا ضم کر لیا ہے کہ ہماری پہچان اور شناخت ختم ہو گئی ہے، جہاز لندن کے وقت سے ٹھیک گیارہ بجے دن میں لندن ایرپورٹ پر اتر گیا۔

لندن ایرپورٹ کا داخلی حصہ بہت خوبصورت ہے، بہت وسیع اور بہت کشادہ بھی، انتظام اتنا چست ہے کہ مسافر کو امیگریشن میں ذرا بھی پریشانی نہیں ہوئی عموماً کاؤنٹر پر لڑکیاں بیٹھی نظر آئیں جو بڑی پھرتی سے مسافروں کو نمٹا رہی تھیں، ہندوستان اور عرب ملکوں میں امیگریشن کاونٹر پر پہونچنے کے بعد مسافر جو تھکا ماندہ ہوتا ہے اس کا مزید کس بل نکل جاتا ہے۔

میں جب کاؤنٹر پر پہونچا تو مجھ سے اس پر بیٹھی خاتون نے پوچھا آپ لندن میں کہاں جائیں گے، میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ مجھے کہاں جانا ہے، پھر اس نے پوچھا کتنے روز یہاں رہیں گے میں نے کہا دو تین ہفتہ، پھر اس نے پوچھا آپ کا سفر کس مقصد کے لئے ہے میں نے کہا کہ مجھے مذہب پر لیکچر دینا ہے، میری اس سے یہ گفتگو ایک اردو جاننے والی دوسری خاتون کے ذریعہ ہوئی، پھر اس نے کچھ نہیں پوچھا اور میں دو تین منٹ میں وہاں سے رخصت ہو کر سامان کے پاس آیا، سامان آچکا تھا، میں نے اسے لیا اور باہر نکل آیا، کسی نے میری سامان کی چیکنگ بھی نہیں کی۔

میں ایرپورٹ سے جب باہر آیا تو میرے استقبال کے لئے مولوی اسماعیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود تھے۔ ۲۲ / ۲۳ سال کے بعد میں مولوی اسماعیل سے مل رہا تھا اس عرصہ میں میرے اندر بہت تبدیلی آگئی ہے مگر مولوی اسماعیل میں الحمدللہ کوئی خاص تبدیلی نظر نہیں آئی اس لئے میں نے انھیں فوراً پہچان لیا مولوی اسماعیل کے ساتھ تین آدمی جو دوسرے تھے ان کا نام حاجی محمد عمر، قاری یوسف سیدات اور مولوی مشتاق تھا، مولوی مشتاق ہی اپنی گاڑی لے کر آئے تھے۔

حاجی محمد عمر صاحب عمر رسیدہ بزرگ ہیں اور معلوم ہوا کہ میری کتابوں کو خوب

بقیہ صنا پر

آخرش شہرِ طیبہ میں ہم آ گئے

محمد ابوبکر غازی پوری

عشق کی منزلوں سے گذرتے ہوئے　　　باادب اپنے قدموں کو رکھتے ہوئے
لڑکھڑاتے ہوئے پھر سنبھلتے ہوئے　　　آخرش شہرِ طیبہ میں ہم آ گئے
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پا گئے

بے نصیبوں کو بھی اب نصیبہ ملا　　　اپنی قسمت پہ روتا تڑپتا رہا
میری قسمت بھی جاگی بفضلِ خدا　　　آخرش شہرِ طیبہ میں ہم آ گئے
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پا گئے

ساعتِ ہجر آخر ختم ہو گئی　　　دولتِ دین و دنیا بہم ہو گئی
آنکھ پڑتے ہی جالی پہ نم ہو گئی　　　آخرش شہرِ طیبہ میں ہم آ گئے
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پا گئے

کیا بتاؤں کہ ہم کو یہاں کیا ملا　　　جو نہ اب تک ملا تھا وہ سب مل گیا
خاکِ طیبہ ملی دل رُبا مل گیا　　　آخرش شہرِ طیبہ میں ہم آ گئے
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پا گئے

بے سہارا تھے ہم کو سہارا ملا　　　غرقِ طوفان تھے اب کنارا ملا
غم کے ماروں کو اس در پہ چارا ملا　　　آخرش شہرِ طیبہ میں ہم آ گئے
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پا گئے

میرے دیدہ کو یاں روشنی مل گئی — روح مردہ کو یاں زندگی مل گئی
فکر غافل کو یاں آگہی مل گئی — آخرش شہر طیبہ میں ہم آگئے
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پا گئے

جالیوں سے مسلسل میں لپٹا رہا — آنسوؤں سے گناہوں کو دھوتا رہا
"السلام علیک" کو پڑھتا رہا — آخرش شہر طیبہ میں ہم آگئے
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پا گئے

تا ابد کوئے جاناں ہی منزل رہے — در رسول خدا ہی کا حاصل رہے
دید ہم کو یہاں ان کی حاصل رہے — آخرش شہر طیبہ میں ہم آگئے
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پا گئے

تاب فرقت کہاں کہ یہاں سے ٹلوں — سبز گنبد کے سایہ میں جیتا رہوں
موت آئے تو یارب یہیں پر مروں — آخرش شہر طیبہ میں ہم آگئے
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پا گئے

صلا کا بقیہ ۔

(۳) فذلک فاخترای قصر تریدا — وزرنی فانی منک غیر بعیدا

میں نے اپنے رب کو کھلی آنکھ دیکھا، تو میرے رب نے مجھ سے کہا کہ اے ابن سعید تجھے میری رضا مبارک ہو ۔

تم رات کی تاریکی میں رنجیدہ انسان کے آنسو اور بیدار دل کے ساتھ بہت نمازیں ادا کرنے والے تھے ۔

اب تمہارے سامنے یہ محلات ہیں جس محل کو چاہو پسند کرو اور میری زیارت کر دیا تم سے دور نہیں ہوں ۔

مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونیوالا دو ماہی دینی و علمی
مجلہ
زمزم
جلد ۷
شمارہ ۳
۱۴۲۵ھ
جمادی الاولیٰ
و
جمادی الثانیہ
مدیر مسئول مدیر التحریر
محمد ابوبکر غازی پوری
سالانہ چندہ ۔۔۔۔۔۔ ۷۰/ روپے
پاکستان کیلئے پاکستانی ۱۲۰/ روپے سالانہ
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے
دس ڈالر امریکی
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور۔ یوپی
فون نمبر ۲۲۲۵۳۳، ۲۲۲۱۷۵۷-۰۵۴۸
پن کوڈ ۲۲۲۰۰۱

محمد اجمل مفتاحی

فہرستِ مضامین

کتبہ — شمس الحسن اوروی

محمد اجمل مشتاق

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امریکہ نے عراق کو جتنا لقمہ تر سمجھا تھا عراق اس کیلئے اس سے زیادہ کڑوا گھونٹ ثابت ہو رہا ہے، عراق کی عوام نے عراق پر امریکی قبضہ کے خلاف پر تشدد اور دلیرانہ مزاحمت سے امریکیوں کو بتلا دیا ہے کہ تم عراق کی سرزمین پر سکھ اور چین کی نیند نہیں سو سکو گے، یہاں تم کو کانٹوں کا فرش بچھا ملے گا، اور تمہارا عراق پر قبضہ کا خواب پورا نہیں ہو سکیگا۔

ایک سال پہلے جب امریکی فوجوں نے عراق کو لہو لہان کر کے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اور اس کی آبادیوں کو کھنڈروں میں تبدیل کر کے اور ہزار ہا ہزار انسان کی جان کا قتل کر کے عراق پر قبضہ کرنے اور صدام سے عراقی عوام کو اور دنیا کو نجات دلانے کا جو اعلان کیا تھا اور صدر بش نے دنیا کے عوام کے عمومی احتجاج اور اقوام متحدہ کی عزت و ناموس کو پامال کرنے کے باوجود بڑے فخر سے یہ کہا تھا کہ اب عراق میں امن و سکون کا دور ہو گا، عراقی عوام نے صدام کے ظلم و استبداد سے نجات پالی ہے، عراق میں اب دودھ کی نہریں جاری ہونگی. اور عراق کے کھنڈرات کو ہم پھر سے گل و گلزار بنادیں گے، دنیا کے دانشوروں نے اور جنکو عراق تاریخ سے واقفیت ہے سمجھ لیا تھا کہ امریکہ کا صدر بش نہایت غلط فہمی میں ہے اسے عراق کی تاریخ ہی معلوم نہیں ہے، عراق کی تاریخ گواہ ہے کہ وہاں کی عوام نے کبھی اور تاریخ کے کسی دور میں اپنے اوپر غیر ملکی تسلط کو گوارا نہیں کیا ہے۔

صدر بش کو معلوم نہیں تھا کہ (اور اگر معلوم تھا تو اس کو جنگی جنون نے اس کی

عقل کو ماؤف کر دیا تھا) اس نے امریکی فوجوں کو ایک ایسے دلدل میں پھنسا دیا ہے جس سے نکلنا اس کیلئے بہت مشکل ہوگا، اسے معلوم نہیں تھا کہ عراق اس کیلئے ایک دوسرا ویتنام بننے جا رہا ہے، اسے معلوم نہیں تھا کہ عراق امریکی فوجوں کیلئے انتہائی خطرناک کھائی ثابت ہوگا جس سے نکلنا امریکہ کیلئے بہت مشکل ہوگا۔

ایک سال کے بعد امریکہ کا زعم ٹوٹ رہا ہے، اس کے غرور اور گھمنڈ کی ہوا نکلتی جا رہی ہے۔ اور امریکی صدر بش کی عزت داؤ پر لگی ہوئی ہے، آج عالمی رائے عامہ امریکہ کے خلاف ہے اتحادی ممالک میں شگاف پڑ گیا ہے، اسپین نے اپنی فوج بلالی ہے، روس نے اپنے کام کرنے والے آٹھ سو روسیوں کو روس بلا لیا ہے، دوسرے ممالک بھی عراق میں بگڑتی ہوئی صورت حال کو دیکھتے ہوئے اپنے سابق موقف پر غور کر رہے ہیں، خود امریکہ اور برطانیہ میں رائے عامہ ٹونی بلیر اور بش کے خلاف ہے، صدر بش کا الکشن میں جیتنا مشکل نظر آرہا ہے اس سال صرف اپریل میں ڈیڑھ سو سے زائد امریکی اور اتحادی فوج ماری گئی ہے، عراق میں امریکہ نے اپنی فتح کا پرچم لہرا دیا تھا مگر صرف ایک سال میں ساڑھے آٹھ سو سے زائد امریکی مارے جا چکے ہیں کئی ہزار زخمی ہو کر اپنی زندگی کو رو رہے ہیں، پچاسوں واقعات امریکی فوجوں میں خودکشی کے ہو چکے ہیں، امریکیوں اور اتحادی افواج کیلئے عراق کی زمین قبرستان بنتی جا رہی ہے، فلوجہ اور نجف میں امریکیوں نے آگ کی بارش برسا دی مگر عراقی عوام کے عزم و حوصلہ کو وہ پست نہیں کر سکا، فلوجہ میں بالآخر اس نے پسپائی کا راستہ اختیار کر لیا، امریکہ سمجھ رہا تھا کہ شیعہ اور سنی میں اختلاف کی آگ بھڑکا کر وہ اپنا الو سیدھا کرتا رہے گا، مگر ہوا اس کے برخلاف آج عراق میں شیعہ سنی متحد ہو کر اپنے مشترک دشمن کے خلاف مشترک کاروائی کر رہے ہیں، بش اس سے حواس باختہ ہو گیا ہے، اپنی امید کے خلاف شیعہ اور سنی اتحاد کو دیکھ کر اس کے ہوش گم ہو چکے ہیں اور اس کی امیدوں پر پانی پھر چکا ہے۔

نجف اور فلوجہ میں امریکہ کی بے پناہ بمباری نے سیکڑوں عراقی عوام ختم ہو چکے ہیں جس کا عرب دنیا پر بہت خراب اثر پڑا ہے، اور عربوں کی قومی غیرت بیدار ہو چکی ہے

اس کا سب سے زیادہ اثر سعودیہ میں دیکھا جا رہا ہے، سعودی عوام اور سعودی علماء، سعودی حکومت کی امریکہ نواز پالیسی کے علی الرغم اپنے غم وغصہ کا برملا اظہار کر رہے ہیں، سعودی حکومت نے اس جرم کی پاداش میں سیکڑوں اماموں اور خطیبوں کو مساجد کی امامت اور خطابت سے الگ کر دیا، ان کی ملازمت ختم کر دی، مگر اس سے سعودی عوام کا غم وغصہ اور بھڑک اٹھا ہے اور امریکہ کے خلاف ان کے جذبات کا طوفان بڑھتا جا رہا ہے۔

سعودی حکومت میں مفتی عام کا عہدہ دینی اعتبار سے سب سے بڑا دینی عہدہ ہوتا ہے، آجکل اس عہدہ پر خاندان آل شیخ کے شیخ عبدالعزیز ادام اللہ عمرہ ہیں، انھوں نے سعودی حکام کی بالکل پرواہ نہ کرتے ہوئے اور عراقیوں پر امریکہ کے ظلم وستم سے انتہائی نالاں اور برافروختہ ہوکر تمام عرب دنیا کے مسلمانوں سے اپنے عراقی بھائیوں کی مدد کرنے اور امریکہ کے خلاف ہر قسم کا اقدام کرنے کا فتویٰ دے دیا ہے، شیخ عبدالعزیز کا یہ انتہائی جرأتمندانہ اور مومنانہ قدم ہے، جس سے سعودی حکومت کی آنکھوں کے پردے کھل گئے ہیں، سعودی حکومت کی مجال نہیں ہے کہ شیخ پر ہاتھ ڈال سکے اگر اس نے امریکہ کے اشارہ پہ بے وقوفی کا ثبوت دیا اور مفتی عام کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو سعودیہ ہی میں نہیں بلکہ پوری عرب دنیا میں اس کا ردعمل بہت شدید ہوگا جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور ہو سکتا ہے کہ یہی چیز سعودی حکام کی حکومت کیلئے "آخری کیل" ثابت ہو۔

سعودیہ میں امریکیوں کے خلاف کس قدر نفرت کا جذبہ پیدا ہو چکا ہے اسکا اندازہ سعودیہ میں ہونے والے ان دھماکوں سے ہو رہا ہے جو وہاں کے مجاہدین، ظلم کا بدلہ اپنی جان دے کر ظالموں سے لے رہے ہیں، ابھی مئی کی ۲ر تاریخ کو ینبوع شہر میں امریکیوں اور برطانیوں پر حملے ہوئے جسمیں سات آٹھ غیر ملکی مارے گئے ہیں، اس حملہ نے سعودیوں کے ہوش اڑا دیئے ہیں، اور صدر بش کی بھی آنکھ چوندھیا گئی ہے، ینبوع وہ شہر ہے جس کو سعودیہ میں اقتصادی اعتبار سے ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے، اور وہاں کے تیل کے کارخانوں میں زیادہ تر امریکی اور برطانوی ہیں، آج انکی زندگی داؤں پر لگی ہوئی ہے

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیا اور شرم کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ تھی۔ (بخاری)

حیا مسلمانوں کا زیور ہے، حدیث پاک میں اس کو ایمان کا ایک شعبہ قرار دیا گیا ہے آپ صلے اللہ علیہ وسلم جہاں اور اخلاق میں انتہائی کمال کو پہونچے ہوئے تھے وہیں آپ حیا میں بھی بہت ممتاز تھے، جس انسان میں حیا ہوتی ہے وہ بہت سی معصیتوں اور گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اس لئے اسلام میں حیا کو بہت اہمیت دی گئی ہے، جس انسان میں حیا، نہ ہو تو وہ جانور سے بدتر ہو جاتا ہے، اور جب بے حیائی کا طوفان آگے بڑھتا ہے تو انسانی معاشرہ گندگیوں سے آلودہ ہو جاتا ہے، اگر اس کا کسی کو مشاہدہ کرنا ہو تو یورپ اور مغربی ملکوں کا سفر کرے وہاں کی زندگی میں حیا نام کی کوئی چیز نہیں ہے، تو وہاں کے باشندوں کی زندگی دیکھ کر انسانیت کراہ اٹھتی ہے۔

مشرقی ممالک میں بھی بے حیائی کا زور بڑھتا جا رہا ہے، عورتوں اور مردوں کے رنگ ڈھنگ میں مغربی اور یورپی آثار کی پوری جھلک دکھائی دے رہی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا یہ معاشرہ بھی ہر روز گندگیوں میں ڈوبتا جا رہا ہے، مسلمان گھرانے میں بھی بے پردگی اور بے حیائی کے ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں کہ دانتوں میں انگلیاں دبا لینا پڑتا ہے، اسلام میں حیا کے پہلو پر جتنا زور دیا گیا تھا آج مسلمان دین سے دوری کی وجہ سے

اس پہلو کو اتنا ہی نظر انداز کرتے جارہے ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان من خیارکم احسنکم اخلاقا یعنی تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو۔ (بخاری)

حسن اخلاق کی اسلام میں بڑی تاکید ہے، اس سے انسان کی قیمت اور قدر میں اضافہ ہوتا ہے اس کی عزت بڑھتی ہے اور لوگوں کی نگاہ میں وہ محترم ہوتا ہے، بداخلاق انسان بے وقار اور بے عزت ہوتا ہے، لوگ اس کو گری نگاہ سے دیکھتے ہیں، وہ دنیا والوں کی نگاہ میں بھی گرا رہتا ہے اور اللہ کے یہاں بھی اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کھانے میں کبھی کوئی عیب نہیں نکالا، اگر وہ پسند کے مطابق ہوتا تو آپ اس کو کھاتے اور اگر پسندیدہ خاطر نہ ہوتا تو اس کو آپ چھوڑ دیتے۔ (بخاری)

کھانے کے سلسلہ میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہی عادت مبارکہ تھی، کھانا پسند کے مطابق ہے تو اس کو کھالیتے اور کھانا مرغوب نہ ہوتا تو اس کو چھوڑ دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ آپ کھانے میں عیب نکالیں اور اس کی برائی کریں، ہر کھانے کی چیز اللہ کی نعمت ہے، اور اللہ کی نعمت کی برائی نہیں کی جاسکتی، ہاں انسان کا مزاج اور اس کی طبیعت الگ الگ ہے ضروری نہیں ہے کہ ہر کھانا ہر انسان کی پسند کا ہو، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بشر تھے، کھانے کی کچھ چیزیں آپ کو مرغوب تھیں اور کچھ مرغوب نہیں تھیں جو مرغوب غذا ہوتی اس کا استعمال فرماتے اور نامرغوب غذا کو چھوڑ دیتے، کسی غذا کو مرغوب نہ ہونے کی وجہ سے نہ کھانا اور بات ہے اور اس کی برائی کرنا یہ اور بات ہے، پست سطح کے لوگ کھانے میں عیب نکالتے ہیں یہ انتہائی غیر اسلامی طریقہ ہے، وہی غذا جو آپ کو مرغوب نہیں ہے کسی کو مرغوب ہوسکتی ہے تو پھر کھانے میں عیب نکالنے کا کیا مطلب ہے۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم لم یکن یسرد الحدیث کسردکم یعنی تم لوگ جس طرح جلدی جلدی بات کرتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بات کرنے کا یہ طریقہ نہیں تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات میں ہمیں ہر طرح کی باتیں ملتی ہیں، اور زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات حاصل نہ ہوں، ہم بات کرتے ہیں تو بات کیسے کریں، بات کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ مسلسل زبان چلتی رہے چاہے مخاطب کو بات سمجھ میں آئے چاہے نہ آئے اور اس کو بات کرنے کا موقع ملے یا نہ ملے، صرف ہم بات کرتے رہیں اس کو ہم بڑی ہوشیاری اور کامیابی سمجھتے ہیں، مگر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا جب دوسروں سے گفتگو کرتے تو اس کا پورا لحاظ رکھتے کہ مخاطب آپ کی بات پوری طرح سمجھ لے، آہستہ رفتار سے اور ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے، بسا اوقات ایک بات دو دو تین تین بار دھراتے تاکہ آپ کی بات سامنے والا پورے طور پر سمجھ لے، آپ اس کا بھی موقع دیتے کہ اگر مخاطب کچھ کہنا چاہتا ہے تو وہ بھی اپنی بات کہے، یہی گفتگو کا اسلامی طریقہ ہے، دوسروں کے جذبات کی رعایت ہر حال میں ضروری ہے۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا العائد فی ھبتہ کالعائد فی قیئہ یعنی ہبہ کر کے اس کو واپس لینے والا ویسا ہی ہے جیسے کوئی شخص قے کر کے اس کو چاٹے۔

کسی کو کسی چیز کا ہدیہ کرنا اور ہبہ کرنا رواداری اور محبت کی علامت ہے، اس سے محبت بڑھتی ہے اور آپس کے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں، اچھے لوگ ہدیہ کرنے کو احسان نہیں سمجھتے اور نہ کسی لالچ اور دنیاوی غرض سے کسی کو ہدیہ کرتے ہیں، اگر کسی نے کسی طمع اور لالچ یا کسی دنیاوی غرض حاصل کرنے کیلئے کسی کو کچھ لیا دیا ہے تو اس کا نام ہدیہ یا ہبہ نہیں رکھا جائے گا اور نہ اس پر اسے کوئی ثواب ملے گا یہ تو ایک طرح کی رشوت ہوئی، ہدیہ میں اخلاص اور صدق نیت شرط ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

مصالح مرسلہ اور استصحاب

کتابوں اور مجلات کو ادھر ادھر کر رہا تھا کہ مجلہ القاسم دیوبند کا ایک شمارہ نظر آیا جس کو عالمی موتمر ابنائے قدیم دیوبند نے جاری کیا تھا، پھر وہ بند ہو گیا۔ القاسم کے اس شمارہ میں میرا ایک مضمون مطبوعہ نظر آیا۔ جس کا عنوان تھا "مصالح مرسلہ اور استصحاب"۔ مضمون نگار کو اس کی قدیم تحریر جب نظر آتی ہے تو اسے وہ دلچسپی سے پڑھتا ہے۔ میں نے بھی اس مضمون کو پڑھا تو اپنا ایک قدیم مضمون پڑھ کر بے انتہا خوشی ہوئی، یہ مضمون میری نگاہ سے اوجھل تھا۔ اب اسکو دوبارہ زمزم میں شائع کیا جا رہا ہے تاکہ یہ محفوظ ہو جائے اور اہل علم اس سے فائدہ اٹھائیں۔

القاسم شمارہ ۵ جلد ۲ جنوری ۱۹۸۳ء مطابق ربیع الاول ۱۴۰۳ھ میں یہ مضمون اس حاشیہ کے ساتھ شائع ہوا تھا۔

یہ مضمون دراصل میرے اس طویل مقالہ کا تتمہ ہے جو رسالہ دارالعلوم دیوبند میں "امام ابوحنیفہ اور قیاس" کے نام سے مسلسل چھ قسطوں میں شائع ہوتا رہا ہے اور اب کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ مصالح مرسلہ اور استصحاب کی بحث جو اسی موضوع سے متعلق تھی بعض عوارض کی وجہ سے رہ گئی تھی جسے اب اس رسالہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اب جب امام ابوحنیفہ اور قیاس مقالہ شائع ہو تو اس مضمون کا اس کے

ساتھ اضافہ مناسب معلوم ہوا۔ محمد ابوبکر غازی پوری

مصالح مرسلہ کی تعریف :۔ احناف کے سوا بعض ائمہ نے خصوصاً موالک اور شوافع نے ایک لفظ مصالح مرسلہ کا دلائل شرعیہ کے ضمن میں استعمال کیا ہے، جو دلائل اربعہ شرعیہ کے سوا ایک مستقل دلیل ہے، اس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ ادلۂ شرعیہ سے حکم نہ معلوم ہونے کی شکل میں اپنی رائے سے اس حکم پر عمل کیا جائے جو مصلحت کا تقاضا ہے شوکانی ارشاد الفحول میں فرماتے ہیں :

القسم الثالث مالم يعلم اعتباره ولا الغاءه وهو الذى لا يشهد له اصل معين من اصول الشريعة بالاعتبار وهو المسمى بالمصالح المرسلة ص۲۰۳	تیسری قسم مناسب کی وہ ہے جس کے اعتبار یا عدم اعتبار کا علم نہ ہو اور جس کے اعتبار کرنے پر شریعت کے اصول میں سے کوئی اصل شہادت بھی نہ دے اسی کا نام مصالح مرسلہ ہے۔

اور ارشاد الفحول میں ابن برہان کے حوالہ سے اس کی تعریف یوں کی گئی ہے :

قال ابن برهان هى مالا تستند الى اصل كلى ولا جزئى ايضاً ص۲۲۵	ابن برہان نے کہا ہے کہ مصالح مرسلہ وہ دلیل ہے جو کسی اصل کلی یا جزئی کی طرف منسوب نہ ہو۔

ابن قدامہ حنبلی اس کا جواب دیتے ہوئے کہ اس کو ہم قیاس نہیں کہہ سکتے۔ فرماتے ہیں :

ولا نسميه قياسا لان القياس يرجع الى اصل معين۔ (روضۃ الناظر ص۲۱۵ ج۱)	ہم اس کا نام قیاس نہیں رکھتے ہیں اس وجہ سے کہ قیاس تو کسی اصل معین کی طرف راجع ہوتا ہے۔

(اور مصالح مرسلہ میں کسی اصل کا اعتبار نہیں ہوتا)

اور استاذ عبدالوہاب خلاف علم اصول الفقہ میں فرماتے ہیں۔

المصلحۃ المرسلۃ ای المطلقۃ فی اصطلاح الاصولیین المصلحۃ التی لم یشرع الشارع حکما لتحقیقہا ولم یدل دلیل شرعی علی اعتبارہا۔

مصلحت مرسلہ یعنی مطلقہ اہل اصول کے نزدیک اس مصلحت کو کہتے ہیں جس کے بروئے کار لانے کا کوئی شرعی حکم نہ ہو اور نہ اس کے اعتبار کرنے پر کوئی دلیل شرعی۔

ان عبارتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ مصالح مرسلہ کے نام سے جو چیز ہمارے سامنے لائی جاتی ہے اس کا تعلق محض اپنی رائے سے ہے، شریعت نے اس طرح کی مصلحتوں کا کوئی اعتبار نہیں کیا ہے اور نہ اس کو اس نے مستقل کوئی دلیل شرعی قرار دیا ہے آئیے اب یہ بھی معلوم کرلیں کہ اس سلسلہ میں علماء امت کی رائے کیا ہے۔

مصالح مرسلہ کے قائلین

ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

فذہب مالک وبعض الشافعیۃ الی ان ہذہ المصلحۃ حجۃ لان ذلک من مقاصد الشرع۔

امام مالک اور بعض شوافع اس مسئلہ کو حجت سمجھتے ہیں، اس لئے کہ مصلحت کا اعتبار مقاصد شرع میں سے ہے۔

(روضۃ الناظر ص۲۴۵ ج۱)

شوکانی یہ بیان فرماتے ہوئے کہ مصالح مرسلہ کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ہے۔ فرماتے ہیں:

الاول من لا تمسک بہا والثانی الجواز مطلقا وہو المحکی عن مالک۔ (ص۲۴۵)

یعنی پہلا مسلک تو یہ ہے کہ اس سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی اور دوسرا مذہب یہ ہے کہ اس سے استدلال مطلقاً جائز ہے اور یہی مسلک امام مالک کا نقل کیا جاتا ہے۔

ابن قیم اور ابن تیمیہ نے بھی اس کے جائز ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس پر القیاس فی التشریع الاسلامی میں ان دونوں بزرگوں کا بڑا طویل اور زوردار کلام موجود ہے۔

مجوزین کے دلائل

جو لوگ مصالح مرسلہ کے قائل ہیں وہ اس بارے میں دو بات کہتے ہیں، پہلی بات کا حاصل یہ ہے کہ انسانی مصلحتیں کسی خاص حد میں منحصر نہیں ہیں، ہر روز نئے نئے مسائل پیش آتے رہتے ہیں اور ان کا حکم معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے، دلائل شرعیہ یعنی قرآن وحدیث، اجماع اور قیاس سے سب کا حکم معلوم نہیں کیا جاسکتا، اگر ہم نے پیش آمدہ مسائل میں فیصلہ کا دارومدار صرف انھیں دلائل پر رکھا جس کا شرع نے اعتبار کیا ہے تو بہت سی انسانی مصلحتیں معطل ہو کر رہ جائیں گی، حالانکہ ان کا تقاضا ہوتا ہے کہ حالات اور زمانہ کے اعتبار سے ان کی رعایت کی جائے اور اس کے مطابق کوئی حکم شرعی مقرر کیا جائے، نیز ان مصلحتوں کے نظر انداز کرنے میں اسلامی تشریعات کا دروازہ تنگ کرنا ہے اور گویا اس بات کا اعلان کر دینا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ بدلے ہوئے حالات کا ساتھ نہیں دے سکتی۔

(علم اصول الفقہ صہ ۸۵)

اور دوسری دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اسلامی قوانین میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ سے لیکر ائمہ مجتہدین تک سب نے مصالح کا اعتبار کیا ہے اور محض مصلحتوں کی بنیاد پر احکام صادر کئے ہیں اور اس سلسلہ میں ان مصلحتوں کے اعتبار کرنے کیلئے انھوں نے کسی شاہد شرعی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ (علم اصول الفقہ صہ ۸۵)

مصالح مرسلہ کے منکرین

یہ ہیں وہ دلائل جو مصالح مرسلہ کے قائلین پیش کرتے ہیں، ان کے مقابلہ میں علماء کرام کا ایک دوسرا گروہ ہے جو مصالح مرسلہ کا اعتبار نہیں کرتا، اس میں سر فہرست امام ابوحنیفہ ہیں اور بعض نے جمہور کی طرف اس قول کی نسبت کی ہے۔ ابن ہمام فرماتے ہیں!

والمختار رده اذ لا دليل — پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ یہ دلیل مردود ہے

علی الاعتبار — اس لئے شریعت نے اس کا اعتبار نہیں کیا ہے۔

(تیسیر شرح تحریر ص۳۱۵/۳)

اور صاحب روضۃ الناظر علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں۔

والصحیح ان ذلک لیس بحجۃ — صحیح بات یہ ہے کہ وہ حجت نہیں ہے

ص ۴۱۵/۱۷۰

اور پھر آگے چل کر یہ بتلایا ہے کہ مصلحتوں کے پیش نظر اگر آدمی کو یہ اختیار دیدیا جائے کہ وہ خود فیصلہ کرلیا کرے تو شریعتِ اسلامیہ بازیچۂ اطفال بن جائے گی اور ہر شخص شارع کا منصب اختیار کرلے گا۔ فرماتے ہیں۔

کان وضعًا للشرع بالرای وحکما بالعقل المجرد۔ — یعنی یہ شریعت سازی ہوگی اور محض عقل سے فیصلہ کرنا ہوگا۔

(ایضاً ص۴۱۷/۱۷۰)

منکرین کے دلائل

جنھوں نے مصالح مرسلہ کا انکار کیا ہے انھوں نے اپنے انکار کی بنیاد مندرجہ ذیل دلائل پر رکھی ہے۔

پہلی بات تو وہی ہے جس کا ابھی ذکر ہوا کہ جن دلائل کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا ہے اس پر مسائل کی بنیاد رکھنا حقیقت میں تشریع کا منصب اپنے ہاتھ میں لے لینا ہے، نیز وہ فرماتے ہیں کہ شریعت نے خود ساری مصلحتوں کی رعایت کر رکھی ہے اور شرعی نصوص اور شرعی دلائل جس کا شریعت نے اعتبار کیا ہے خود وہ اپنے عموم اور شمول کے اعتبار سے قیامت تک آنے والے سارے قضایا اور مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، استنباط اور قیاس کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور یہ اسی لئے ہے کہ امت کسی حرج میں مبتلا نہ ہو، اور پھر یہ کہ شرعی جتنے بھی مصالح ہیں اس کی طرف شریعت نے خود توجہ فرمائی ہے، اس لئے اب مزید کسی کو اپنی طرف سے عقل ورائے کی پیروی کرکے کوئی فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ابن ہمام اسی کا

جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

قالوا فتخلو وقائع ؟ قلنا | لوگوں نے کہا ہے کہ اگر مصالح کا اعتبار نہ
نمنع الملازمة لان العمومات | ہوگا تو بہت سے مسائل صحیح حکم سے
والاقیسة شاملة وبتقدیر | رہ جائیں گے ہم عرض کریں گے کہ ہمیں یہ لازمہ
عدمه ففی کل مدارك خاص | تسلیم نہیں ہے اس لئے کہ نصوص کے عموما ت
حکمه الاباحة الاصلیة فلم تخل | اور قیاسات شرعیہ عام ہیں اور اگر بفرض محال
عن حکم الشارع ۔ | یہ بات نہ بھی ہو جب بھی شرع نے اباحت اصلیہ
(تحریر مع تیسیر ص ۳۱۵/۴۳) | کا اعتبار کیا ہے (اسلئے کوئی مسئلہ شرعی حکم سے
خالی نہیں ہوگا)

تیسری بات جو سب سے اہم ہے وہ یہ کہ مصالح کی بنیاد پر اگر حاکم وقت یا عام انسان کے فیصلہ کرنے کا دارومدار رکھدیا گیا تو ایک ہی واقعہ میں مختلف حکم ہوگا، اور ہر آدمی اپنی اپنی مصلحتوں کے مطابق عمل کرے گا، اور ہر شخص کو اس حکم میں اپنی ذاتی خواہش اور رجحان کا دخل ہوگا، نتیجہ یہ ہوگا کہ شرعی حدود و قیود کے دائرہ سے نکل کر اپنی من مانی کرتا پھرے گا، اور پھر شریعت اسلامیہ ایک تماشا بن کر رہ جائے گی ۔ (علم اصول الفقہ ص ۸۵)

چوتھی بات یہ ہے کہ شریعت نے سب مصلحتوں کی رعایت خود ہی نہیں کی ہے کہ ہمیں بھی ہر ہر مصلحت کی رعایت کرنا واجب اور ضروری ہو، ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

لانه ما عرف من الشارع | مصالح مرسلہ کے اعتبار نہ کرنے کی وجہ یہ
المحافظة علی الدماء بکل طریق | ہے کہ خود شریعت نے ہر ہر مصلحت کا اعتبار
لذلك لم یشرع المثلة وان کانت | نہیں کیا ہے مثلاً شارع نے خون کی حفاظت
ابلغ فی الردع والزجر ولم یشرع | کے سارے طریقے اختیار نہیں کئے چنانچہ
القتل فی السرقة والشراب الخمر | قاتل کے لئے اس نے مثلہ کرنے کو جائز نہیں
فاذا اثبت حکما لمصلحة من هذه | رکھا حالانکہ یہ قتل سے زیادہ روکنے والی

المصالح لم يعلم ان الشارع حافظ على تلك المصلحة باثبات ذلك الحكم كان وضعًا للشارع بالرأى وحكما بالعقل المجرد

(ص ۱۴۱ / ۱۲)

چیز تھی چوری میں اور شراب میں اس نے قتل کی سزا نہ رکھی اس لئے اب کوئی اگر ان مصلحتوں کے پیش نظر اپنی طرف سے ان مصلحتوں کا اعتبار کر کے کوئی حکم ثابت کرے گا درانحالیکہ وہ جانتا ہے کہ شریعت نے ان مصلحتوں کی پابندی نہیں کی ہے وہ محض رائے اور عقل سے شریعت سازی کے جرم کا مرتکب ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ معتبر علماء کا اتفاق ہے کہ مقادیر کے باب میں قیاس جاری نہ ہوگا اور یہ کہ قیاس کا حکم یہ ہے کہ اصل کا حکم فرع تک کسی علتِ مشترکہ کی وجہ سے متعدی ہو نہ یہ کہ کسی مصلحت کو علت قرار دیدیا جائے یا کسی چیز کو رکن اور شرط قرار دیدیا جائے نیز اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ مصلحت کے وجود کی وجہ سے قیاس جائز نہ ہوگا بلکہ قیاس کیلئے کوئی قابلِ اعتبار علت ہونی چاہیئے جس پر حکم کا مدار ہو، فرض کرو کہ کسی مقیم کو کوئی حرج در پیش ہے تو تم اس کو بھی قصر صلوٰۃ کا حکم دیدو اس وجہ سے کہ قصر صلوٰۃ کی مصلحت تمہارے نزدیک حرج کا پایا جانا ہے تو یہ قیاس نہ ہوگا اسلئے کہ دفع حرج رخصت اور افطار کی مصلحت ہے افطار اور قصر صلوٰۃ کی علت تو سفر ہے اور علت پر حکم کا مدار ہوتا ہے نہ کہ مصلحت پر۔

اسی طرح اگر ریشم کے حرام ہونے کی مصلحت کوئی یہ سمجھے کہ اس سے فقراء کا دل ٹوٹتا ہے اور چونکہ گھر میں پہننے میں یہ بات نہیں پائی جاتی اس لئے یہ سمجھ کر کہ حرمت کی مصلحت مفقود ہے اور گھر میں اس کا استعمال کرے تو یہ جائز نہ ہوگا اس لئے کہ ریشم سے جو منع کیا گیا ہے اس نہی کی بنیاد کسی مصلحت پر نہیں ہے بلکہ نفس حریر ہی حرام ہے اب آدمی چاہے تو اس کی مصلحت بھی تلاش کرے یہ بات الگ ہے۔

اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ نماز کی حکمت اقامت ذکر ہے اور یہ مصلحت چونکہ دوسرے

اذکار میں مشغول ہونے سے حاصل ہو رہی ہے اس لئے اگر نماز چھوٹ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور تارک صلوٰۃ گنہگار نہیں ہوگا تو اس کا یہ سمجھنا غلط ہوگا اس لئے کہ اقامت صلوٰۃ ہی مقصود بالذات ہے نہ کہ اس کی وجہ کوئی مصلحت ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۳۶)

حاصل کلام یہ ہوا کہ مصلحتوں کے اوپر شرع احکام کی بنیاد نہیں ہے بلکہ ان کی بنیاد علتوں پر ہے اگرچہ ان علتوں کے ضمن میں مصالح کا بھی اعتبار کیا گیا ہے اس سے ہمیں انکار نہیں بلکہ میں آگے چل کر بتلاؤں گا کہ جو مصالح مرسلہ کے منکرین ہیں وہ مطلقاً مصالح کا انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ انھوں نے بھی بعض جگہ پر مصلحتوں کا اعتبار کیا ہے، یہاں ہماری گفتگو مصالح مرسلہ یعنی مطلقہ میں ہے کہ آیا اسے شرعی دلیل قرار دیا جا سکتا ہے کہ نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اسے شرعی دلیل قرار نہیں دیا جا سکتا ورنہ اس سے قول بالرای کا دروازہ کھل جائے گا اور امت ایک عظیم فتنہ میں مبتلا ہو جائے گی بلکہ بسا اوقات احکام شرعیہ منصوصہ میں بھی تصرف کرنے کی انسان میں جرأت پیدا ہو جائے گی اور یہ صرف اندیشہ کا اظہار ہی نہیں ہے بلکہ واقعہ ہے، چنانچہ یحییٰ بن یحییٰ اللیثی فقیہ اندلس اور مالکیہ کے مشہور عالم کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اندلس کے ایک بادشاہ کو جس نے عمداً رمضان میں افطار کر لیا تھا، یہ فتویٰ دیا کہ اس سے دو ماہ کا روزہ رکھنا ہے اور اس سے کفارہ کو ساقط کر دیا اور مصلحت یہ بیان کی کہ ان بادشاہوں کو کفارہ دینا آسان ہے اور ایک غلام کا آزاد کر دینا ان کیلئے مشکل نہیں اس لئے ان کیلئے یہی مصلحت ہے کہ یہ دو ماہ مسلسل روزہ رکھیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ مصلحت اپنی جگہ ناقابل انکار ہے لیکن فقیہ اندلس کا یہ فتویٰ صریح نص قطعی کے خلاف ہے اس لئے کہ کتاب و سنت کا فیصلہ یہ ہے کہ رمضان میں جو عمداً روزہ توڑتا ہے پہلے وہ غلام آزاد کرے روزہ رکھنے کا حکم بعد کا ہے اور اس وقت جب کہ اس کو اعتاق رقبہ پر قدرت نہ ہو، اور اس حکم میں شاہ و گدا کی کوئی تفریق نہیں ہے، آپ خود غور فرمائیں کہ اس مصلحت پر عمل کرنے کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا نکلا کہ ایک نص شرعی قرآنی کی صریح مخالفت کا ارتکاب کیا گیا، مصالح مرسلہ کا انکار اسی لئے کیا جاتا ہے کہ اس طرح کے اور بھی دروازے کھلیں گے جن کا بند کرنا دشوار ہوگا، اور اس سے بھی دلچسپ مگر قابل عبرت

واقعہ ابن قیم کا ہے، ایک طرف تو ابن قیم قیاس اور رائے کے شدید مخالف ہیں لیکن یہی جب مصلحتوں کے اعتبار کرنے پر آگئے تو ربٰو جیسی حرام چیز کو بھی جائز قرار دیدیا، چنانچہ اس بارے میں جو کچھ انھوں نے کہا ہے اسے میں القیاس فی الشرع الاسلامی سے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

سب سے پہلے انھوں نے ربوا النسیہ اور ربوا الفضل میں سے پہلے کی تحریم کو اصل اور حقیقی قرار دیا ہے اور دوسرے کی تحریم کو اصل نہیں بلکہ سد ذرائع میں سے تسلیم کیا ہے، یعنی ربوا الفضل اس وجہ سے حرام ہے کہ وہ ربوا النسیہ جو ربوا حقیقی اور اصلی ہے اس کا ذریعہ بنتا ہے اور جو چیز کسی حرام کا ذریعہ بنے وہ حرام ہوا کرتی ہے اس وجہ سے ربوا الفضل حرام ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

لاتبیعوا الدرھم بالدرھمین فانی اخاف علیکم الرماء والرماء ھو الربٰو۔
(القیاس فی الشرع الاسلامی ص۲۰۳)

یعنی آنحضورؐ نے فرمایا کہ تم ایک درہم کے عوض دو درہم فروخت نہ کرو اس وجہ سے کہ مجھے ربٰو کا اندیشہ ہے یعنی فی نفسہٖ ایک درہم کا تبادلہ دو درہم سے ممنوع نہیں بلکہ اس وجہ سے ممنوع ہے کہ وہ ربٰو کا ذریعہ بنتا ہے۔

پھر بحث کرتے ہوئے یہ بتلایا ہے کہ ربوا الفضل میں سے بعض وہ چیز ہیں جس کو شریعت نے باوجود اس کے کہ اس میں ربٰو کا معنی پایا جاتا ہے جائز قرار دیا ہے جیسے عرایا اور اسی قسم سے سونے اور چاندی کے وہ سامان بھی ہیں جن کا استعمال شرعاً جائز ہے مثلاً عورت کے زیورات اور چاندی کی انگوٹھی وغیرہ۔ فرماتے ہیں کہ ان مباح اور جائز سونے اور چاندی کے سامانوں کا تفاضل کے ساتھ تبادلہ ہو تو جائز ہے اور دلیل یہ ہے کہ اب یہ سونا اور چاندی سامان کی شکل آجانے کے بعد اثمان کی جنس سے باقی ہی نہ رہے بلکہ ان کا حکم کپڑے اور دوسرے سامانوں کا ہوگیا، اس لئے جسطرح کپڑے اور عام سامانوں کے تبادلہ میں تساوی کی شرط نہیں ہے اسی طرح ان سونے اور چاندی کے سامانوں میں تساوی کی شرط نہ ہوگی اور بیع ان کی تفاضلاً جائز ہوگی۔

ان الحلية المباحة صارت	یعنی مباح زیورات جو مباح صنعت سے
بالصنعة المباحة من جنس الثياب	تیار ہوں وہ کپڑے اور سامانوں کی جنس سے
والسلع لا من جنس الاثمان۔	ہیں وہ اثمان کی جنس سے نہیں ہیں۔

اور پھر صاف صاف کہدیا فلا يجري الربو بينها اس لئے اس میں ربٰو کا تحقق نہیں ہوگا۔ اور چونکہ بہت سی چیزیں مصلحتاً حرام ہوا کرتی ہیں اس وجہ سے اگر کبھی مصلحت کا تقاضا ہو تو وہ جائز بھی ہو جائیں گی۔ فرماتے ہیں۔

وما حرم سداً للذريعة	یعنی جو چیز سد ذریعہ کے طور پر حرام ہوتی
ابيح للمصلحة الراجحة	ہے کبھی مصلحت راجحہ کی وجہ سے جائز ہو جایا
(ص۲۱)	کرتی ہے۔

جیسے ریشم کہ اس کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ ریشم کے استعمال میں تشبہ بالنساء ہے اس وجہ سے یہ حرام ہے، لیکن کبھی حاجت اور مصلحت کی بنا پر اس کو جائز بھی کہدیا جاتا ہے، اسی طرح جائز زیورات میں بھی یہ بات ہونی چاہئے کہ مقدار کے تفاضل کے ساتھ بیچا اور خریدا جا سکے کیونکہ

لان الحاجة تدعوا الى ذلك	کبھی اس کی حاجت ہوا کرتی ہے اور تفاضل
وتحريم التفاضل انما كان سداً للذريعة۔	کی حرمت تو محض سد ذریعہ کے طور پر تھی۔

اور فرماتے ہیں کہ :

فهذا محل القياس ومقتضى	یہی اصل قیاس ہے اور شرعی اصول اسی
اصول الشرع ولا تتم مصلحة	کا مقتضی ہے اور لوگوں کی مصلحت اسی طرح
الناس الا به (ص۲۱)	پوری ہوگی۔

آپ اس پوری بحث کو پڑھ جائیے اور دیکھئے کہ کس طرح محض اپنی رائے سے مصلحت کی خاطر ایک ایسی چیز کو جائز کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جس کے جواز کی شریعت میں قطعاً گنجائش نہیں ہے اور اس طرح سنت ثابتہ اور حدیث صحیح کے خلاف محض اپنی رائے سے ایک غلط

بات کو صحیح بات قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے، ایک طرف آنحضورؐ کی یہ حدیث ہے۔

الحنطۃ بالحنطۃ والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح والذھب بالذھب والفضۃ بالفضۃ مثلاً بمثل یداً بید والفضل ربٰو۔	یعنی گندم، جو، کھجور، نمک، سونا اور چاندی کا آپس میں تبادل بغیر کسی کمی بیشی برابر اور ہاتھوں ہاتھ ہوگا اور زیادتی کے ساتھ بیع وشرا، سود قرار پائے گی۔

اس حدیث میں صراحت کے ساتھ سونے اور چاندی کو تفاضل کے ساتھ بیچنے کی ممانعت کی جا رہی ہے اور اسے نا جائز قرار دیا جا رہا ہے، اور دوسری طرف ابن قیم فرماتے ہیں کہ زیورات کی شکل میں آجانے کے بعد ثمنیت سے خارج ہو جاتے ہیں اور ان کی جنس بدل جاتی ہے اس وجہ سے اب کمی بیشی کے ساتھ ان کی خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ خرید و فروخت مباح ہے، کیا یہ تحلیل ما حرم اللہ کا ارتکاب نہیں ہے میں پوچھتا ہوں کہ کیا سونے اور چاندی کا ڈلا زیورات کی شکل میں ڈھل جانے کے بعد وہ سونا اور چاندی نہ رہا، کیا پانی اسی وقت تک پانی ہے جب تک کنویں اور دریا میں رہے۔ پیالہ کی شکل اختیار کر لینے کی وجہ سے وہ پانی نہ رہا؟ تعجب ہے کہ ابن قیم جیسا انسان جو رائے اور قیاس کا شدید مخالف ہے محض اپنی رائے اور وہمی مصلحت کی خاطر ربٰو جیسے نازک مسئلہ میں اس قدر دلیر کیسے ہو گیا، ایک چیز جس کی حرمت ابدی ہے اور جس کی حرمت پر قرآن و حدیث ناطق ہیں اس کے جائز کرنے کی آخر یہ کوشش کیوں کی جا رہی ہے۔

پھر میں کہتا ہوں کہ ایک طرف ابن قیم اور ان کے استاذ ابن تیمیہ حیل شرعیہ کے شدید مخالف ہیں۔ خود ابن قیم فرماتے ہیں:

والحیل باطلۃ فی الشرع	یعنی شریعت میں حیلے باطل ہیں۔

(ص ۲۱۱)

دوسری طرف کیا انھوں نے خود اس مسئلہ میں حیلوں کا دروازہ نہیں کھول دیا اور کیا

اب یہ نہیں ہوگا کہ جیسے سونا یا چاندی تفاضل کے ساتھ بیچا ہوگا وہ زیورات کی شکل میں کرکے فروخت کرے گا، آخر آپ اسے اب روکنے کا کیا طریقہ اختیار کریں گے، کیا اس سے ربٰو کا دروازہ نہیں کھلے گا اور حرام کا ارتکاب اس حیلہ کی شکل میں نہ ہوگا۔

یہ ہے اپنی رائے سے مصلحت کے نافذ کرنے اور اس پر حکم شرعی نافذ کرنے کا کرشمہ۔

میں ابن قیم کی اس پوری بات پر تبصرہ کرنا نہیں چاہتا، اس وقت یہ میرا موضوع نہیں ہے البتہ یہاں اتنا ضرور اشارہ کردینا چاہتا ہوں کہ سونے اور چاندی کی بیع میں تفاضل کی حرمت اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس میں فلاں مصلحت ہے بلکہ فی نفسہٖ سونا اور چاندی اس حرمت تفاضل کی موجب ہے اس لئے جہاں جس شکل میں پائے جائیں گے ان کی بیع تفاضل کے ساتھ حرام ہوگی۔ ایک دفعہ پھر آپ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو دیکھ جائیے اور اس کی روشنی میں اس مسئلہ کو سمجھئے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ اگر احکام کی بنیاد مصالح ہی پر ہوتی تو پھر رسول کی بعثت کی حاجت نہ ہوتی اور لوگ براہمنہ بن کر رہ جاتے اسلئے کہ وہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ ہمیں رسول کی حاجت نہیں، احکام کی معرفت اور تادیب اخلاق کے لئے ہماری عقل کافی ہے وہ جسے اچھا کہدے اچھا ہے اور جسے بُرا کہدے وہ شئی بُری ہے اور اگر کسی کی اچھائی اور برائی کا فیصلہ عقل نہ کرسکے تو حسب حاجت و مصلحت ضروری چیز کو لے لیا جائے اور غیر ضروری سے صرف نظر کیا جائے۔

بہر حال ان خرابیوں اور مضرتوں کے پیش نظر علماء نے مصالح کا انکار کیا ہے، اب آئیے یک نظر قائلین مصالح مرسلہ کی دونوں دلیلوں کا جائزہ بھی لیتے چلیں جس کو انھوں نے اپنے مسلک کے جواز میں پیش کیا ہے۔

مصالح مرسلہ کے قائلین کے دلائل پر ایک نظر

پہلی دلیل جس کا حاصل یہ تھا کہ اگر مصلحتوں کا اعتبار نہ کیا گیا تو شریعت کا دائرہ تنگ

ہوجائے گا۔ اس کا جواب گذر چکا ہے کہ اصول ثلثۃ اور قیاس سے ہر مسئلہ کا حل معلوم کیا جا سکتا ہے، نیز اباحتِ شرعیہ کا حکم شرعی موجود ہے، اس وجہ سے شریعت کے دائرہ کی تنگی کا سوال ہی نہیں دوسری بات یہ ہے کہ ہم صرف مصالح مرسلہ کے منکر ہیں وہ مصلحتیں جن کا شریعت نے کسی درجہ میں اعتبار کیا ہے اس سے ہمیں انکار نہیں، چنانچہ ارشاد الفحول میں شوکانی لکھتے ہیں۔

قال امام الحرمین ذهب الشافعی ومعظم اصحاب ابی حنیفة الی تعلیق الاحکام بالمصالح المرسلة بشرط الملائمة للمصالح المعتبرة المشهود لها بالاصول صـ ۲۲۵	یعنی امام حرمین کا قول ہے کہ حضرت امام شافعی اور امام ابوحنیفہؒ کے بیشتر اصحاب کا مسلک ہے کہ مصالح مرسلہ پر احکام کا مدار ہو سکتا ہے بشرطیکہ ان مصلحتوں کے موافق ہو جن کا اعتبار کیا گیا ہے اور جس کے اعتبار کی شہادت اصول شرعیہ میں موجود ہے۔

خود ابن ہمام نے تحریر میں تصریح کی ہے کہ

المناسب ان کان معتبر النص اواجماع فالمؤثر	یعنی مصلحت مرسلہ (جس کی مناسبت ثابت ہو) کا نص اور اجماع سے اعتبار ثابت ہو تو وہ دلیل مؤثر ہے۔

قائلین مصالح مرسلہ کی دوسری دلیل یہ تھی کہ صحابہ اور تابعین سے اس کا ثبوت ہے مثلاً حضرت ابوبکرؓ کا مصلحت کی خاطر قرآن کی تدوین کرنا، حضرت عمرؓ کا عام مجاعت میں حدود کا موقوف کر دینا وغیرہ۔ تو اس سلسلہ میں دو گذارش ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ صحابۂ کرام کا معاملہ عام امتیوں سے جدا ہے ان کو کتاب وسنت نے معیار بتلایا ہے اور ان کی اتباع و پیروی کا ہمیں حکم دیا ہے اور قرآن خود ناطق ہے کہ ان کی اتباع موجب رضائے الٰہی اور دخول جنت کا ذریعہ ہے، اس لئے صحابہ کو ایک طرح کا حق تشریع حاصل ہے، اس لئے ان کا عمل ہمارے لئے اس حیثیت سے قابلِ تقلید ہے کہ وہ صحابہ کا عمل ہے خواہ اس کی بنیاد کسی حکمت پر ہو یا نہ ہو، اور وہ حکمت ہمیں معلوم ہو کہ نہ ہو، جس طرح کتاب وسنت کی اقتدار محض اس وجہ سے ہمیں کرنی ہے کہ یہ خدا اور رسول کا حکم ہے، مصالح کی بنیاد پر

ہمیں اقتدا نہیں کرنی تھی کہ جب جب مصلحتیں اور حکمتیں ہمیں معلوم ہوں اقتدار واجب اور ضروری ہو ورنہ نہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام کا بھی معاملہ ہے ان کو شریعت اسلامیہ میں ایک درجہ میں تشریع کا حق حاصل تھا اور یہی وجہ ہے کہ رسول کے بعد انسانوں میں صرف صحابہ کرام ہی کا عمل حجت ہے اور کسی کا نہیں، حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

پس لحال قضائے مستخلفین در مسئلہ یا فتویٰ ایشاں در حادثہ ظاہر شود آں دلیلِ شرعی باشد کہ مجتہد بہ آں تمسک نماید (ازالۃ الخفا ص۱۹)	یعنی اگر خلفائے راشدین کا فیصلہ اور فتویٰ کسی مسئلہ میں ظاہر ہے تو وہ دلیل شرعی ہے مجتہد اسے دلیل بناتا ہے۔

آنحضورؐ کا ارشاد ہے:

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔	میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کی پیروی کروگے راہ یاب ہوگے۔

غرض یہ کرنا ہے کہ صحابہ کے اوپر ہر شخص کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ صحابی اور غیر صحابی دونوں کو ایک ترازو میں تولا جائے۔ پھر یہ کہ حضرت ابوبکرؓ کا فیصلہ اور قرآن کی تدوین کی کوشش یہ محض رائے کا فیصلہ نہیں تھا بلکہ ان کے پیش نظر حفاظتِ قرآن کا مسئلہ تھا اور قرآن کی آیت پیش نظر تھی۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جو مسئلہ شریعت میں معتبر ہو اس کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، نیز یہ کہ گذشتہ بیان سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ مصالح مرسلہ سے انکار کی اصل وجہ صرف یہ ہے کہ اس سے قول بالرائے اور عمل بالتشہی کا دروازہ کھلتا ہے اور صحابہ کی ذوات گرامی اس مظنہ سے بہت دور ہے ان کے بارے میں کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا کہ ان کا کوئی عمل محض رائے اور خواہش نفس کی بنیاد پر صادر ہوا ہے اسلئے صحابہ کرام کے اس طرز عمل کو اپنے لئے حجت بنا کر صحابہ کرام ہی والا حق کوئی دوسرا حاصل کرنے کی کوشش کرے تو اسے رد کردیا جائے گا اسلئے کہ کسی دوسرے کے بارے میں ہم نہیں کہہ سکتے

کر وہ قول بالرائے اور اتباع ہویٰ سے بچ سکے گا۔

بہر حال معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو از روئے شرع یہ اختیار ہے اور خصوصاً خلفائے راشدین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی رائے سے بھی کوئی فیصلہ کر سکیں۔ اس لئے اب یہ ضرورت نہیں رہی کہ میں یہ بھی بتلاؤں کہ حضرت عمرؓ نے عام مجاعت میں حدکیوں موقوف کر دی تھی اس کا صاف جواب یہ ہے کہ اس کا انہیں حق حاصل تھا مگر میں یہاں مصالح مرسلہ کے قائلین کو بتلانا چاہتا ہوں کہ حضرت عمرؓ کے اس عمل کو اپنی تائید میں پیش کرنا بڑی بھول ہے اس وجہ سے کہ اولاً تو آپ کا قاعدہ ہے کہ:

ان لا یعارض التشریع لہذہٖ المسئلة حکما او مبدءاً ثبت بالنص او الاجماع۔	اس مصلحت کی وجہ سے جو قانون وضع کیا جائے وہ کسی ایسے حکم اور اصل کے معارض نہ ہو جس کا ثبوت نص اور اجماع سے ہے۔

اور یہاں حضرت عمرؓ کا یہ عمل صریح نص قرآنی کے مخالف ہے آخر اس کی آپ کیا توجیہ کریں گے، اس لئے صاف بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس بارے میں استحسان پر عمل کیا تھا اور اس کی توضیح یہ ہے کہ قحط عام میں کبھی آدمی مضطر ہو جاتا ہے اور حالتِ اضطرار میں حرام کھا لینے کی اجازت ہے فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ (سورہ بقرہ)

اس لئے اس بات سے شبہ پیدا ہو گیا کہ عام مجاعت میں چوری کرنے والے نے ہو سکتا ہے کہ حالت اضطرار میں چوری کا گناہ کیا ہو، جو معاف ہے، اور شرعی اصول ہے کہ شبہات سے حدود دور ہو جاتے ہیں۔ ادرءوا الحدود بالشبہات۔ ہمارے نزدیک یہی وہ بات تھی جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے حد جاری نہیں کی۔

استصحاب حال کے قائلین اور اس کی تعریف

اب تک آپ نے یہ معلوم کیا کہ مصالح مرسلہ کے نام سے جو دلیل پیش کی جاتی ہے اس کا محققین علماء نے انکار کر دیا ہے اور ان کے انکار کی وجہ بھی آپ کے سامنے آ چکی ہے، اب آئیے استصحاب حال کا بھی حال معلوم کریں جو مصالح مرسلہ ہی کی طرح ایک غیر شرعی دلیل ہے، جس کا شریعت نے کوئی اعتبار نہیں کیا ہے کہ استصحاب حال کی تعریف کی گئی ہے۔

معناہ ان ما ثبت فی الزمن الماضی فالاصل بقاءہ فی الزمن المستقبل۔ (ارشاد الفحول صـ۲۲۰)

یعنی استصحابِ حال کا مطلب یہ ہے کہ جو حکم زمانۂ ماضی میں ثابت ہو وہ حکم زمانۂ مستقبل میں بھی باقی رہے۔

اور امام سرخسی فرماتے ہیں:

وھو التمسك بالحكم الذی كان ثابتا الیٰ ان یكون الدلیل المزیل۔ (اصول سرخسی صـ۲۲۵)

استصحابِ حال نام ہے اس حکم سے دلیل پکڑنے کا جو پہلے ثابت رہا ہو تا آں کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قائم ہو جائے۔

استصحاب حال کے قائلین

استصحابِ حال سے جو لوگ استدلال کرتے ہیں ان میں حنابلہ، مالکیہ اور شافعیہ کی ایک بڑی جماعت اور ظاہریہ ہیں۔ ارشاد الفحول میں شوکانی لکھتے ہیں۔

انہ حجۃ وبہ قالت الحنابلۃ والمالكیۃ واكثر الشافعیۃ والظاھریۃ سواء كان فی النفی او الاثبات۔ (صـ۲۲)

یعنی استصحاب حال یہ حجت ہے اور اسی کے قائل حنابلہ، مالکیہ اور اکثر شافعیہ اور ظاہریہ ہیں نفیاً و اثباتاً دونوں شکل میں اس سے استدلال جائز ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ان حضرات کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ چونکہ یہ کوئی دلیل شرعی نہیں ہے اس وجہ سے اس پر فتویٰ کا مدار نہیں رکھا جا سکتا، الّا یہ کہ دلائل شرعیہ سے مسئلہ کا حکم معلوم نہ ہو سکے ارشاد الفحول میں ہے۔

" خوارزمی نے کافی میں لکھا ہے کہ یہ دلیل فتویٰ کا اخیری مدار ہے، مفتی سے جب کسی مسئلہ کے بارے میں سوال ہوگا تو پہلے کتاب وسنت اجماع اور قیاس سے حکم معلوم کریگا اگر ان سے مسئلہ کا حکم معلوم نہ ہو سکا تو اخیری درجہ میں وہ استصحاب حال سے حکم حاصل کرے گا، نفیاً و اثباتاً دونوں طرح، پس اگر تردد حکم کے زوال میں ہو تو اس کے بقا کا حکم ہوگا اور اگر تردد اس حکم کے ثبوت میں ہو تو اصل عدم ثبوت ہوگا"

(صـ۲۰۰)

اور امام اسحاق شیرازی شافعیہ کے امام فرماتے ہیں :

وذلك طريق يفزع اليه المجتهد عند عدم ادلة الشرع (کتاب اللمع ص۸۲)	یعنی استصحاب حال کے اختیار کرنے پر مجتہد اس وقت مجبور ہوتا ہے جب ادلۂ شرعیہ میں اسے حکم نہ مل سکے۔

معلوم ہوا کہ استصحاب حال ادلۂ شرعیہ معتبرہ سے الگ ایک دلیل ہے جس کا لوگوں نے ضرورۃً اعتبار کر لیا ہے اور چونکہ پہلے مصالح مرسلہ کی بحث میں یہ بات تفصیل سے معلوم ہو چکی ہے کہ اس دلیل غیر شرعی کے اعتبار کی جو وجہ یہ حضرات بیان کرتے ہیں وہ ہمیں تسلیم نہیں ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک یہ کہنا بالکل صحیح نہیں ہے کہ ادلہ شرعیہ اربعہ قضایائے متجددہ کے بارے میں فیصلہ کرنے سے کسی بھی زمانے میں قاصر ہے، اس لئے محض اس عذر کی بنا پر کسی غیر شرعی دلیل کا اعتبار کر لینا اور اسکو مدار حکم بنانا ہمارے نزدیک قطعاً جائز نہیں ورنہ یہاں بھی وہی خرابی لازم آئے گی جو مصالح مرسلہ کی بحث میں تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے یعنی اہواء اور خواہشات کا دروازہ کھلتا رہے گا اور لوگ استصحاب حال کی آڑ میں جائز اور ناجائز کی حدود سے تجاوز کرتے رہیں گے، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اس کو مسائل شرعیہ کیلئے حجت تسلیم نہیں کیا ہے۔ چنانچہ امام سرخسی فرماتے ہیں :

والنوع الرابع استصحاب الحال لاثبات الحكم ابتداءً وهذا خطأ محض وهو ضلال محض ممن يتعمده۔	یعنی چوتھی قسم استصحاب حال ہے جس سے کسی حکم کو ابتداءً ثابت کیا جاتا ہے، اس کا اگر کوئی آدمی قصداً و عمداً استعمال کرتا ہے تو وہ بڑی غلطی کرتا ہے۔

ابن قیم نے بھی اس طرح کی بات کہی ہے یعنی وہ بھی اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں، فرماتے :

وبالجملة فالاستصحاب لا يجوز الاستدلال به الا اذا اعتقد انتفاء الناقل۔ (اعلام الموقعین ص۲۲۲)	یعنی خلاصۂ کلام یہ ہے کہ استصحاب حال سے استدلال اسی وقت جائز ہو سکتا ہے جبکہ اس بات کا یقین ہو کہ تبدیل حکم کی دلیل مفقود ہے۔

احناف بھی مطلقاً اس کے عدم جواز کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس سے کسی حکم جدید کو ثابت نہیں کیا جا سکتا البتہ حکم ثابت کے خلاف کوئی حکم لگانے کی شکل میں اس کے دفع کے لئے اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے، مندرجہ ذیل مثال سے اس بات کو سمجھئے ۔

فرض کیجئے کہ ایک آدمی گم ہے، پتہ نہیں چلتا کہ زندہ ہے یا مر گیا، اور یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ ہے کہاں تو حنفیہ کہتے ہیں کہ استصحاب حال کی وجہ سے اسے زندہ شمار کیا جائے گا اور جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ مر چکا ہے اس کی موت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ اب اگر کوئی آکر یہ دعویٰ کرے کہ وہ مر چکا ہوگا اس وجہ سے اس کی وراثت تقسیم کی جائے اور اس کی بیوی کو اجازت ہو کہ وہ دوسری شادی کرے اور اس کا عقد اجازہ فسخ کیا جائے تو یہ باتیں اس وقت تک قابل تسلیم نہ ہوں گی جب تک اس کی موت پر کوئی قطعی شہادت نہ پیش کی جائے ورنہ مدعی موت کا دعویٰ مردود ہوگا اور اس کے زندہ ہی ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن اس استصحاب حال کی وجہ سے کوئی جدید حکم کا اثبات ممنوع ہوگا۔ مثلاً یہ سمجھ کر کے چونکہ وہ زندہ ہے اور اس کی موت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اس وجہ سے کسی کی وفات پر جس سے اس کا رشتہ ہو اس کی وراثت میں سے اس کا بھی حصہ لگایا جائے، یہ صحیح نہ ہوگا۔ اس وجہ سے کہ اس کی حیات محض اعتباری ہے اور کسی حکم کا اعتبار حقائق پر ہوا کرتا ہے نہ کہ اعتبارات اور مفروضات پر۔

یہ ہے وہ بنیادی فرق جو استصحاب حال کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے ائمہ کے مابین ہے، اور اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کی دقت نگاہ کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ امام صاحب نے کس طرح شرعی مقاصد کی رعایت کی ہے اور شریعت کی حفاظت کے سلسلے میں ان کی نگاہ کتنی دور رس تھی، ورنہ محض ظن اور تخمین پر احکام کے انکار اور اثبات کا دروازہ کھول دیا جاتا تو نہ معلوم شریعت کی ہیئت کیا ہوتی۔

محمد ۱۰ جمل مفتاحی

نورالدین نوراللہ الاعظمی — قسط ۲

مردوں کی روحوں کا آپس میں تعارف بات چیت اور ملنا جلنا ہوتا ہے

حافظ ابن قیم کی کتاب الروح کی ایک فصل کی تلخیص و ترجمانی

سوال :- روحوں کی آپس میں ملاقات ایک دوسرے کی زیارت اور بات چیت ہوتی ہے یا نہیں ؟

جواب :- یہ بڑا اہم بالشان سوال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ روحوں کی دو قسم ہے۔ ایک قسم ان روحوں کی ہے جو مبتلائے عذاب ہیں، اور ایک قسم کی وہ روحیں ہیں جو نعمتوں اور راحتوں میں ہوتی ہیں۔

جو روحیں عذاب میں گرفتار ہیں تو وہ عذاب ہی میں رہتی ہیں، ان کو ایک دوسرے کی زیارت اور ملاقات کا موقع حاصل نہیں ہوتا ہے۔ اور وہ روحیں جو نعمتوں میں ہوتی ہیں اور جنھیں کہیں آنے جانے سے محبوس کر کے روکا نہیں گیا ہے، ان کی آپس میں ملاقات اور بات چیت ہوتی ہے، اور ہر روح اپنے جیسے عمل کرنے والی روح کے ساتھ ہوتی ہے، اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک رفیق اعلیٰ میں ہے۔

خدا کا ارشاد ہے :

" اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ کا انعام ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور

صالحین کے ساتھ ہوں گے، اور ان لوگوں کی رفاقت بہترین رفاقت ہوگی۔

اور یہ معیت دنیا میں بھی ثابت ہے اور برزخ میں بھی اور دار الجزاء میں بھی اور آدمی ان تینوں جگہوں میں ان کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرے گا۔

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم آپ کی صحبت سے اس دنیا میں ہٹ کر رہیں گے اس لئے کہ جب آپ اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو آپ کا مقام بلند ہوگا، ہم آپ کو دیکھ نہیں سکیں گے، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔ (۱)

اور اللہ کا ارشاد ہے۔ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

اے نفس مطمئنہ تو لوٹ جا اپنے رب کی طرف خوش خوش پس داخل ہوجا میرے بندوں میں اور داخل ہوجا جنت میں۔

فادخلی فی عبادی کا مطلب ہے کہ تو میرے بندوں کے ساتھ ہوجا، یہ روح سے موت کے وقت کہا جاتا ہے۔

اور معراج کے قصہ میں ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سے ملاقات کی اور آپس میں ان انبیاء علیہم السلام کی بات چیت ہوئی، ان انبیاء علیہم السلام نے قیامت کے بارے میں گفت گو کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کا علم نہیں تھا، پھر حضرت موسیٰ سے پوچھا گیا تو ان کو بھی اس کا علم نہیں تھا پھر حضرت عیسیٰ سے

---

(۱) اس آیت کا ترجمہ اوپر گذر چکا۔

اس کے بارے میں گفتگو ہوئی تو انھوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی کچھ نشانیاں بتلائی ہیں، حضرت عیسیٰ نے دجال کے نکلنے کا ذکر کیا اور کہا کہ مجھے اس وقت زمین پر اتارا جائے گا اور میں اسے قتل کروں گا الیٰ آخرالحدیث، اس حدیث کو حاکم، بیہقی وغیرہ محدثین نے ذکر کیا ہے۔

یہ حدیث اس بارے میں نص اور صریح ہے کہ روحیں آپس میں بات چیت کرتی ہیں اور اللہ جل شانہٗ کا شہداء کے بارے میں ارشاد ہے۔

یہ لوگ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں، اللہ کے یہاں سے روزی پاتے ہیں اور دنیا میں رہنے والے اہل ایمان کے حالات سے خوشی حاصل کرتے ہیں اور اللہ نے ان پر جو انعام اور مہربانی فرمائی ہے اس سے وہ خوش ہوتے ہیں۔

اس ارشاد ربانی میں روحوں کی آپس میں ملاقات تین طرح سے ثابت ہوتی ہے اول، جب آیت سے پتہ چلا کہ شہداء زندہ ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔

دوم - یہ شہداء بعد میں آنے والے مسلمانوں کو دیکھ کر اور ان سے مل کر خوش ہوتے ہیں۔

سوم - قرآن میں یستبشرون کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب عربی زبان میں ایک دوسرے کو خوشخبری دینا ہوتا ہے جیسے یتباشرون کا یہی معنی ہوتا ہے۔

اور روحوں کی ملاقات کے بارے میں تواتر سے خواب ذکر کئے گئے ہیں۔

(۱) صالح بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سلمی کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا، میں نے ان سے پوچھا اللہ آپ پر رحم کرے، دنیا میں آپ بہت غمگین اور ملول رہا کرتے تھے، تو انھوں نے فرمایا، اس کا بدلہ مجھے اللہ نے یہ دیا کہ اب میں ہمیشہ خوش اور مسرور رہتا ہوں، پھر میں نے ان سے معلوم کیا کہ جنت میں آپ کا درجہ کون ہے، تو بتلایا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، یعنی انبیاء، شہداء، صدیقین اور صالحین کے ساتھ ہوں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، تو انھوں نے بتلایا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے لقاء حاصل ہوئی ہے۔

(۳) صخر بن راشد فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا، میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ پر موت طاری نہیں ہوچکی ہے؟ تو انھوں نے کہا کیوں نہیں؟ تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ تو عرض کیا کہ اللہ نے میری ساری گناہیں بخش دی ہیں، پھر میں نے پوچھا، اور حضرت سفیان ثوری کا کیا حال ہے، تو انھوں نے کہا واہ واہ ان کا کیا کہنا وہ تو انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی صحبت کے مزے لوٹ رہے ہیں۔

حافظ ابن ابی الدنیا یقظہ بنت ارشد کی حدیث میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ مروان محلی نامی ایک شخص میرا پڑوسی تھا، اور وہ بہت عبادت گزار قاضی تھا، جب اس کا انتقال ہوا تو مجھے بڑا رنج ہوا پھر میں نے اس کو خواب میں دیکھا، میں نے اس سے پوچھا، اے اللہ کے بندے تمہارے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا؟ تو اس نے کہا کہ اللہ نے مجھے جنت میں داخل کیا ہے، میں نے کہا کہ اس کے بعد کیا ہوا، تو اس نے بتلایا کہ میرا مقام اصحاب یمین تک پہونچا دیا گیا ہے میں نے پوچھا پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ تو اس نے کہا کہ مجھے مقربین میں کر دیا گیا، میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے اپنے ساتھیوں میں سے کس کو کس کو دیکھا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں نے حسن بصری، ابن سیرین اور میمون بن سیاہ کو دیکھا ہے۔

حماد فرماتے ہیں کہ ان سے ہشام بن حسان نے بصرہ کی ایک دیندار عورت کے بارے میں بتلایا کہ اس نے ان سے اپنے ایک خواب کا تذکرہ کیا، اس نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک اچھے گھر میں داخل ہوئی، پھر ایک باغ میں داخل ہوئی، وہ باغ بہت بڑا حسین اور خوبصورت تھا، میں نے دیکھا کہ اس باغ میں ایک شخص سونے کے تخت پر ٹیک

لگائے ہوئے بیٹھا ہے، اس کے اردگرد ہاتھ میں جام لئے خدام ہیں میں ابھی اس منظر پر
تعجب ہی کر رہی تھی کہ کسی نے کہا کہ یہ مروان محلی ہیں جو اچھل کر اپنے تخت پر بیٹھ گئے ہیں،
پھر میں خواب سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ اسی وقت میرے دروازہ سے مروان محلی کا جنازہ
گزر رہا تھا۔

اور صریح احادیث میں بھی روحوں کے ملنے اور ان کے آپس میں تعارف کا بھی تذکرہ
ہے ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے کہ جب بشر بن برار رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انکی والدہ
کو شدید غم لاحق ہوا اور انھوں نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ قبیلہ
بنی سلمہ کا کوئی نہ کوئی فرد مرتا ہی رہتا ہے تو کیا مردوں کا آپس میں تعارف ہوتا ہے اگر ایسا
ہو تو میں بشر کو سلام بھیجوں؟ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، اے ام بشر اس
ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مردہ کا آپس میں ایک دوسرے سے ایسا ہی تعارف
ہوتا ہے جیسے چڑیاں درختوں پر ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرتی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے یہ سن کر قبیلہ بنی سلمہ کا جب کوئی آدمی مرتا تو بشر کی والدہ اس کے پاس پہونچتیں اور اس
سے کہتیں کہ بشر کو میرا سلام کہنا۔

ابن ابی الدنیا عبید بن عمیر کی روایت بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ اہل قبور خبریں
معلوم کرتے رہتے ہیں، جب ان کے پاس کوئی مردہ آتا ہے تو اس سے وہ پوچھتے ہیں کہ فلاں
کا عمل کیسا رہا، تو وہ کہتا ہے کہ اچھا رہا، اسی طرح سے دوسروں کے بارے میں پوچھتے ہیں،
اور مردہ ان کو ان کے بارے میں بتلاتا رہتا ہے، اور جب وہ کسی ایسے شخص کے بارے میں
پوچھتے ہیں جس کا انتقال ہو چکا ہوتا ہے، تو وہ مردہ ان سے کہتا ہے کہ کیا وہ تمہارے پاس
نہیں پہنچا، تو قبر والے کہتے ہیں کہ نہیں آیا ہیں، تو آنے والا کہتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون
اس کا ٹھکانا کہیں اور ہوا۔

صالح المری فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات بزرگوں سے پہونچی ہے کہ روحیں موت کے وقت
ملاقات کرتی ہیں، مردوں کی روحیں اس مرنے والے کی روح سے پوچھتی ہیں کہ تمہارا

ٹھکانا کیسا تھا، تمہارا مسکن اچھے بدن میں تھا یا خراب بدن تھا؟ صالح یہ کہہ کر رونے لگے اور خوب روئے۔

عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ جب مردہ کی وفات ہوتی ہے تو اس کے سامنے روحیں آتی ہیں اور اس سے دوسروں کے بارے میں دریافت حال کرتی ہیں کہ فلاں نے کیا کیا، اور فلاں کا عمل کیسا رہا، اور فلاں کا کیا حال ہے، اور جب کسی کے بارے میں مردہ بتلاتا ہے کہ وہ تو مرچکا اور اس کی ملاقات ان روحوں سے نہیں ہوئی ہے تو وہ کہتی ہیں کہ اسے جہنم میں لیجایا گیا۔

سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ جب باپ مرتاہے تو اس کا بیٹا اس کا اسی طرح اس کا استقبال کرتاہے جیسے سفر سے واپس آنے والا کا استقبال کیا جاتاہے۔

عبید بن عمیر کہا کرتے تھے کہ اگر میں ان لوگوں کی ملاقات سے مایوس ہوجاؤں جو اہل خانہ میں سے وفات پاچکے ہیں تو میں غم سے مرجاؤں گا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ جب کسی مومن کی وفات ہوتی ہے تو اللہ کی رحمت میں رہنے والے اس کا استقبال اس طرح کرتے ہیں جیسے دنیا میں جنگ میں فتح کی خوشخبری سنانے والے کا استقبال کیا جاتاہے، یہ بندے کہتے ہیں کہ دیکھو یہ تہمارا بھائی ہے، جو دنیا میں سخت مصیبت میں تھا، پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے، اور فلاں کا کیا حال ہے، اور فلاں عورت کی شادی ہوئی یا نہیں اور جب وہ کسی ایسے آدمی کے بارے میں پوچھتے ہیں جس کا اس سے پہلے انتقال ہوچکا ہوتاہے اور وہ بتلاتاہے کہ وہ تو مرچکاہے تو وہ انا للہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے جہنم میں لیجایا گیا۔

مسمع بن عاصم فرماتے ہیں کہ میں نے عاصم جحدری کو ان کے مرنے کے دو سال بعد خواب میں دیکھا، میں نے ان سے پوچھا آپ کہاں ہیں تو انھوں نے جواب دیا واللہ میں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہوں، میں اور میرے کچھ اصحاب ہر جمعہ کی شام اور صبح بکر بن

محمد اجمل مفتاحی

از نورالدین نوراللہ الاعظمی

ارشادات مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

طلاق کے مسئلہ میں یہودیت اور عیسائیت میں افراط و تفریط

۱۔ طلاق کے مسئلہ میں پہلے دینوں میں افراط اور تفریط پائی جاتی تھی، عیسائی مذہب میں سرے سے طلاق دینا ہی جائز نہیں ہے جب ایک دفعہ نکاح ہوگیا اب وہ مرد اسے طلاق دے نہیں سکتا۔ یہودیوں کے نزدیک طلاق کی کوئی تعداد ہی نہیں ہزار طلاق اگر کوئی دے دے بیوی کو پھر بھی رکھ سکتا ہے۔

دین اسلام کا طلاق کے بارے میں معتدل رویہ

۲۔ اسلام چونکہ فطری دین ہے اس لئے وہ صحیح بات بیان کرتا ہے، تعلقات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تعلق وہ ہوتا ہے جو خدا کا جوڑا ہوا ہوتا ہے، اس کو توڑنے کا انسان کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور نہ بندہ اس کو توڑ سکتا ہے جیسے باپ بیٹے کا تعلق ہے، بھائی بہن کا تعلق ہے، اب بھائی سو مرتبہ کہے کہ تو میری بہن نہیں لیکن یہ رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا، باپ سو مرتبہ کہے تو میرا بیٹا نہیں، یا بیٹا سو مرتبہ کہے کہ تو میرا باپ نہیں تو یہ رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا کیوں کہ یہ رشتہ اللہ کا جوڑا ہوا ہے، تو جس طرح اس کے جوڑنے میں بندہ کا اختیار نہیں اسی طرح اس کے توڑنے میں بھی بندہ کو کوئی اختیار نہیں۔

تعلق کی دوسری قسم وہ ہوتی ہے جسے انسان خود جوڑتا ہے، جیسے میاں بیوی کا رشتہ

اور جس مقصد کے لئے جوڑتا ہے اگر وہ مقصد پورا نہیں ہو رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو توڑنے کا بھی اختیار دیا ہے، نکاح کا مقصد میاں بیوی میں خوشگوار تعلق قائم کرنا ہے، آپس کی موانست ہے اور اولاد کی پیدائش ہے، اگر یہ مقصد پورا نہیں ہوتا تو اس کا حل بھی شریعت میں موجود ہے۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے ابغض الحلال عند اللہ الطلاق اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے، البتہ بوقت ضرورت اس کی اجازت فرمائی ہے، یہ نہیں کہ مرد طلاق دے ہی نہیں سکتا جیسا کہ عیسائیت میں ہے۔ ہماری شریعت نے یہودیوں کی طرح معاملہ کھلا بھی نہیں رکھا کہ جتنی چاہے طلاق دو پھر اس عورت کو بیوی بنا کر رکھ لو۔

شیعیت کی اصل یہودیت ہے

۳ - حضرت شیخ جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں جہاں فرقوں کا ذکر ہے اس میں فرماتے ہیں کہ شیعیت کی اصل یہودیت ہے، یہودی تین طلاق دینے کے بعد بیوی کو رکھ لیا کرتے ہیں شیعہ بھی یہی کہتے ہیں کہ تین طلاق کے بعد بیوی رکھی جا سکتی ہے، اور اب یہی حال غیر مقلدوں کے گھر سے بھی برآمد ہو رہا ہے وہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاق کے بعد بیوی رکھی جا سکتی ہے۔

حلالہ اور حرامہ

۴ - ایک شخص نے تین طلاق دی پھر غیر مقلدوں کے ساتھ میرے پاس آیا، اور مجھ سے مسئلہ پوچھا، میں نے اس کو یہ آیت سنائی فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی بیوی تین طلاق کے بعد شوہر کیلئے حلال نہیں تا آنکہ کسی اور سے نکاح نہ کرلے، تو جلدی سے مجھ سے کہنے لگا، آپ حلالہ کے قائل ہیں؟ میں نے کہا آپ حرامہ کے قائل ہیں؟ عجیب بات ہے کہ اگر تو حلال فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ ہی سے پھر گیا تو تو قرآن کا منکر ہے۔

غیر مقلدین اکثر شور کیا کرتے ہیں کہ یہ حلال کرتے ہیں، حلالہ کے قائل ہیں، حلالہ کا ثبوت تو خود قرآن سے ہے، یہ قرآن کے منکر ہیں مگر ان کو اس کی پرواہ نہیں۔

جواب دینے کا ایک سنت طریقہ سوال پر سوال بھی ہے

۵ - جواب کا ایک سنت طریقہ یہ بھی ہے کہ سوال پر سوال کر دو، بخاری شریف میں جو قیاس کا باب ہے، اس میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے مسئلہ پوچھا کہ اگر میں اپنے والد کی طرف سے حج کر دوں تو ادا ہو جائے گا؟ اب اس کا جواب تو یہی تھا کہ حضرت پاک فرماتے ہاں، لیکن آپ نے اس سے سوال کیا کہ اگر تیرے والد کے ذمہ کسی کا قرض ہوتا تو تیرے ادا کرنے سے وہ ادا ہو جاتا یا نہیں؟ اس نے کہا کہ ادا ہو جاتا حضرت پاک نے فرمایا جس طرح بندے کا قرض اتر جاتا ہے اسی طرح اللہ کا قرض بھی ادا ہو جاتا ہے۔

تو جواب دینے کا ایک سنت طریقہ یہ بھی ہے کہ سوال پر سوال کر کے جواب دیا جائے۔

دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے، جو اصل پر چلے اس کے ذمہ دلیل نہیں اصل خود مستقل دلیل ہے

۶ - جس طرح ہر مقدمے میں ایک مدعی اور ایک مدعا علیہ ہوتا ہے، بحث میں بھی ایک مدعی ہوتا ہے اور دوسرا مدعیٰ علیہ، مدعی وہ ہوتا ہے جو خلاف اصل ہوتا ہے اس کے ذمہ دلیل ہوتی ہے، مسئلہ طلاق میں غیر مقلد مدعی ہے کیونکہ جو ایک کو ایک کہتا ہے وہ اصل کے مطابق کہہ رہا ہے اس کے ذمہ دلیل نہیں، جو دو کو دو کہتا ہے وہ اصل کے مطابق کہہ رہا ہے اس کے ذمہ دلیل نہیں، جو تین کو تین کہہ رہا ہے وہ اصل کے مطابق کہہ رہا ہے اس کے ذمہ دلیل نہیں، جو تین کو ایک کہتا ہے وہ اصل کے خلاف کہتا ہے اس کے ذمہ دلیل ہے جو اصل پر چل رہا ہے اس کے ذمہ دلیل نہیں کیونکہ اصل خود مستقل دلیل ہوتی ہے۔

غیر مقلدین اور تین طلاق، ان سے چار سوال

۷ - (۱) ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اب غیر مقلد سے مسئلہ پوچھا کہ ایک مجلس میں میں نے تین طلاقیں دی ہیں کیا حکم ہے؟ وہ کہنے لگا ایک ہوتی ہے، پھر اس نے کہا کہ میں نے نو طلاقیں دی ہیں، غیر مقلد نے کہا کہ نو بھی ایک ہی ہے، وہ کہنے لگا تین ایک تھیں، چھ دو ہو گئیں، اور نو تین ہو گئیں، مولوی صاحب کہتے ہیں نو بھی ایک ہی ہے، اب

غیر مقلد صحیح حدیث پیش کرے کہ تو طلاقیں ایک ہوتی ہیں قیامت تک ایسی حدیث نہیں پیش کر سکتے ۔

(۲) ایک آدمی نے تین مجلسوں میں تین طلاقیں دیں، ایک صبح کو ایک دوپہر کو ایک شام کو اب یہ تین مجلسوں کی تین طلاقیں ہیں لیکن غیر مقلدین اس کو بھی ایک کہتے ہیں لیکن وہ اس پر قیامت تک دلیل پیش نہیں کر سکتے ۔

(۳) ایک شخص نے ایک طلاق پیر کو دی دوسری منگل کو تیسری بدھ کو غیر مقلدین کہتے ہیں یہ بھی ایک ہوئی لیکن صراحت کے ساتھ حدیث پیش کریں کہ تین دنوں میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں، قیامت تک ایسی حدیث پیش نہیں کر سکتے ۔

(۴) چوتھا سوال یہ ہے ایک شخص نے مہینے کے پہلے ہفتہ میں ایک طلاق دی دوسرے ہفتہ میں دوسری تیسرے ہفتہ میں تیسری طلاق دی تین ہفتوں میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہیں یا تین، وہ کہتے ہیں کہ ایک ہے، اس پر قرآن وحدیث سے قیامت تک دلیل پیش نہیں کر سکتے ۔

گناہ اس تین طلاق میں ہے جو ایک مجلس میں اکٹھی دی گئی ہوں

۸ ۔ بعض صحابہ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں، اب کیا حکم ہے؟ صحابی نے فرمایا تجھے گناہ بھی ہوا اور بیوی بھی گئی، جب آپ یہ پیش کرتے ہیں تو غیر مقلد شور کرتے ہیں کہ ایک مجلس کا لفظ دکھاؤ، اس میں ایک مجلس کا لفظ نہیں ہے، لیکن پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ گناہ صرف انھیں تین طلاق پر ہے جو ایک مجلس میں دی جائیں، جو تین طہروں میں دی جائیں کوئی نہیں کہتا کہ گناہ گار ہوا ہے، صحابہ کرام بار بار فرمارہے ہیں کہ عصیت ربك وبانت امرأتك فلا تحل لك من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی، تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی اب وہ تیرے لئے حلال نہیں ہے اِلا یہ کہ وہ کسی اور سے شادی کرلے، اس میں ایک مجلس کا لفظ آئے یا نہ آئے جب اس میں گناہ کا لفظ آگیا تو اس سے وہی تین طلاقیں مراد ہیں جو اکٹھی ایک مجلس میں دی جائیں ۔

دوسری قسط

مدیر زمزم کے نام

اکابر کے کچھ خطوط

مکاتیب حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

محب عزیز و فاضل مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا ایک ان لینڈ ڈاک کے ذخیرہ میں اچانک سامنے آیا جس پر ۹ / اپریل ۱۹۹۶ء کی تاریخ پڑی ہوئی ہے، معلوم نہیں یہ کہاں دبا رہ گیا۔ جواب کی اس اضطراری تاخیر کو امید ہے کہ آپ معاف کریں گے۔

سب سے پہلے والد صاحب مرحوم کی وفات پر دلی تعزیت قبول کیجئے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، اور درجات بلند کرے، انھوں نے آپ جیسا خلف الرشید چھوڑا جو ان کے لئے ان شاء اللہ باعث مسرت و رفع درجات ہوگا، چونکہ یہ راقم بھی اس مرحلے سے گذر چکا ہے، اس لئے اس کے اثرات سے واقف ہے، لیکن کان أمر اللہ قدرا مقدورا۔

آپ کی فاضلانہ کتاب وقفۃ مع اللامذھبیہ پر نظر ڈالی تھی اس کا نام بھی بہت پسند آیا تھا، یہاں بعض دوسرے فاضل اساتذہ کے مطالعہ میں رہی ہے،

بہتر ہے کہ آپ اصلاحی و ایجابی مسائل پر جو تعاون علی الخیر و تعاون علی الاصلاح کے لئے معاون ہوں، اور ملت میں اتحاد پیدا کریں، قلم اٹھائیں"(۱)، امید ہے کہ آپ نے ہماری کتاب اضواء پر نظر ڈالی ہوگی، اس کا ترجمہ بھی بعصائر کے نام سے شائع ہوگیا ہے، خدا کرے کسی موزوں و بہتر موقع پر آپ سے ملاقات بھی ہو، ہم بھی انشاء اللہ والد صاحب کے لئے مغفرت و رفع درجات کیلئے دعا کریں گے۔

والسلام

دعاگو و طالب دعا ابوالحسن علی ندوی

۱۵/ جولائی ۱۹۹۶ء

رائے بریلی

محبی! زید لطفہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپ کا خط مورخہ ۲۷/ ستمبر وقت پر مل گیا تھا، اس سے مسرت ہوئی، دعوت نامہ تار مل گیا ہے اور آپ شریک بھی ہوں گے۔

---

(۱) حضرت مولانا نے یہ مشورہ اس وقت دیا تھا جب مولانا کو الدیوبندیہ کتاب کے مشتملات کا تفصیلی علم نہیں تھا، پھر جب ان کو اس پر اطلاع ہوئی اور خود ان کے خلاف غیر مقلدوں نے کتابیں لکھیں اور ان کو کافر و مشرک، زندیق کہا تو مولانا کی رائے بدل گئی تھی، اور پھر مولانا نے خود ایک کتاب عربی میں "الاضواء" کے نام سے لکھی اور رد غیر مقلدیت کے بارے میں میری کوششوں اور کاوشوں کی داد دی، اور دعاؤں سے یاد فرمایا، مولانا نے غیر مقلدیت کے فتنہ سے عرب کے ذمہ داروں کو واقف کرانے کے لئے اور اس کے برے اثرات سے انکو آگاہ کرنے کیلئے نجی طور پر جو کوششیں کی تھیں ان کا علم بھی مجھ کو ہے مگر از راہ مصلحت ان کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ الاضواء ان کا عربی رسالہ اس سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔

آپ نے جس داخلی فتنہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس میں شدت ہو گئی ہے، خود ہمارے خلاف ایک ضخیم کتاب عربی میں لکھی گئی ہے، ہم سے جو کچھ ہو سکتا ہے اپنے انداز پر اس فتنہ کے ازالے کیلئے کر رہے ہیں۔

آپ کے احساسات وجذبات قابلِ قدر ہیں، اور اس سے مکمل اتفاق ہے، اسی طرح آپ اس راہ میں جو کوششیں کر رہے ہیں ان کی قدر کرتا ہوں[1]۔ آپ سے ملاقات کی خواہش اور اشتیاق ہے، امید ہے کہ اس کانفرنس کے موقع پر آپ سے ملاقات ہوگی۔

والسلام

مخلص۔ ابوالحسن علی ندوی

رائے بریلی

۱۰ر صفر ۱۴۰۹ھ

محب فاضل ومحترم زید لطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ مورخہ ۲۶ ر محرم الحرام جو آپ نے دو بجے شب میں لکھا تھا، پہونچا، باعثِ مسرت ہوا، میں ۳۰ ر دسمبر کو لکھنؤ آ گیا تھا، مگر بعض پریشانیوں اور بحرانی معروفیتوں میں مبتلا رہا، اس سے مسرت ہوئی کہ روداد چمن آپ کی نظر سے گذری، اور آپ کو پسند آئی، یہ بات مصنف کے لیے بھی مسرت اور تقویت کی باعث ہوگی۔

آپ نے جس مسئلہ کے متعلق لکھا ہے، اس مسئلہ کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں

---

(۱) اس خط سے معلوم ہوا کہ مولانا کو بھی غیر مقلدیت کے فتنہ کا شدید احساس ہو گیا تھا، اور ان کے خلاف قلم اٹھانے کو مولانا پہلے جو اتحاد کے خلاف سمجھتے تھے، اب وہ خود اس فتنہ سے بے چین نظر آ رہے تھے اور میری تحریروں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے۔

آپ جب سفر کی پوزیشن میں ہوں، تو آپ مجھے لکھیں، یا چند دن کے لئے آجائیں، تعارفی خطوط بڑی خوشی سے لکھ دوں گا، لیکن یہ سب حضرات نہایت مشغول ہیں اور مجھے اس میں بہت شک ہے کہ ان سے کوئی منظم فائدہ اٹھایا جا سکے، جہانتک مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ کا تعلق ہے اس سال تو اس کی گنجائش نہیں، اور آئندہ بھی میں آپ کو مشورہ نہ دوں گا، اس میں غیر ضروری نصاب اور دروس میں آپ کا بڑا وقت ضائع ہوگا، اور آپ بہت ضیق محسوس کریں گے میں اب اس مسئلہ پر غور کروں گا۔ (۱) اس وقت تو آپ ڈابھیل میں ہیں طویل سفر آپ کیلئے مشکل ہے۔ آپ غازی پور آئیں، اور میں لکھنؤ یا رائے بریلی میں موجود ہوں تو آپ مجھ سے مل لیں ممکن ہے اس وقت میرے ذہن میں کوئی بہتر تجویز آجائے۔ جہاں تک ادب اور جدید اسالیب کا تعلق ہے، مصر کا قیام زیادہ مفید ہے، وہاں ہر وقت لکھنے پڑھنے کی فضا رہتی ہے، لیکن کہیں بھی داخلہ لیجئے گا تو تین چار سال ضابطہ کی تعلیم میں گذارنے پڑیں گے جس سے اب آپ بلند ہو چکے ہیں بہرحال آپ دو تین دن کیلئے میرے پاس قیام کریں تو میں مختلف صحبتوں میں اس پر آپ سے تبادلۂ خیال کروں گا۔

امید کہ آپ ہر طرح بخیر ہوں گے والسلام

دعاگو ابوالحسن علی

۲۹/۱/۷۷ء

---

(۱) عربی زبان سے تھوڑی بہت شد بد حاصل ہو جانے کے بعد یہ شوق پیدا ہو گیا تھا کہ سعودیہ یا شام میں کسی عربی زبان کے ماہر عالم کے پاس جا کر استفادہ کیا جائے یا مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ مل جائے تو اس شوق کی تکمیل کچھ آسانی سے ہو جائیگی، اس بارے میں مولانا سے خط و کتابت ہوئی تھی، یہ خط اس سلسلہ کے خطوط میں سے ایک کا جواب ہے ———

مولانا کا یہ جواب بڑی بصیرت پر مبنی تھا اور میرے لئے بالکل صحیح مشورہ تھا اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر دے اگر انھوں نے میری رعایت میں مجھے کہیں لگا دیا ہوتا یا میرا داخلہ بھی مدینہ یونیورسٹی

محب فاضل ومکرم زید لطفہ سلام علیکم

عنایت نامہ مورخہ ۱۷ مارچ پہونچکر باعث مسرت ہوا، مجھے تعجب تھا کہ میرے خط کی کوئی رسید نہیں آئی، شاید ملا نہیں، اب آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ ڈابھیل میں نہیں تھے، کتاب کے بارے میں ہمارے دینی حلقوں میں اب تک بالکل سکوت ہے، مجھے جماعتی عصبیت کے ایسے تجربے ہو رہے ہیں جو اس سے پہلے نہیں ہوئے تھے، امام شافعیؒ کے اس شعر کو زندہ جاوید اشعار اور عالم گیر صداقتوں میں سمجھتا ہوں جس کی صداقت کا بیسویں بار تجربہ

وعین الرضا عن کل عیب کلیلة
کما أن عین السخط تبدی المساویا

جہاں تک جماعتِ اسلامی کا تعلق ہے ان کا حال مولانا کے بارے میں اور ان پر تنقید کے سلسلہ میں بریلیوں سے بالکل مختلف نہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ع One way Traffic کا قانون نافذ ہے کہ ہم چاہے جس پر تنقید کریں، ہم پر کوئی تنقید نہیں کر سکتا، آپ سے بے تکلف ہونے کی بنا پر اتنی بات زبان قلم پر آگئی (۱)

میں ہو جاتا جو مولانا کے توسط سے کوئی مشکل امر نہیں تھا تو معلوم نہیں میں اس وقت کہاں کھڑا ہوتا، مولانا میرے مزاج سے طویل مراسلت کی وجہ سے واقف ہو چکے تھے، اس لئے بلا رو رعایت بالکل صائب اور بہت صحیح مشورہ دیا رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وابلغ علیہ من شآبیب رحمتہ ورفع درجتہ فی علیین۔

(۱) مولانا نے جماعت اسلامی کے افکار وآراء اور دین کے بارے میں انکے بنیادی نظریات کے سلسلہ میں ایک کتاب "عصر حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح" کے نام سے لکھی تھی، چونکہ حضرت مولانا کا اسلوب نقد وجرح بہت محتاط ہوتا تھا اس وجہ سے اپنے حلقوں میں اس کتاب کی ویسی پذیرائی نہ ہو سکی تھی جس کی مولانا کو توقع تھی، البتہ جماعتِ اسلامی کے حلقہ میں کہرام مچ گیا تھا، اس خط میں مولانا اپنوں اور جماعت اسلامی دونوں کے رویوں کے بارے میں اپنا خیال ظاہر فرما رہے ہیں، یعنی شکایت دونوں طبقوں سے مولانا کو تھی۔

اس خط سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مولانا مجھ سے بہت سی وہ باتیں کہہ جاتے تھے جو بعض دوسروں

آپ کی علمی ودینی ترقیات اور جسمانی صحت کے لئے دعا کرتا ہوں، اور دعا کا طالب ہوں۔

والسلام

مخلص ابوالحسن علی ندوی

۴ر اپریل سنہ ۷۹ء

ندوہ ۔ لکھنؤ

۱۳ر ۹/ ۹۹ھ

محب فاضل ومحترم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

عنایت نامہ مورخہ ۵ر جمادی الثانیہ قدرے تاخیر سے ملا، مختارات وزارت تعلیمات حکومت سعودیہ نے شائع کی ہے، یہ اسی کا آفسٹ ہے، جی چاہا کہ نئی طباعت کا ایک نسخہ بھی آپ کے پاس بھیجدوں، انشاءاللہ دوسرا حصہ بھی جلد شائع ہو جائے گا۔

تفہیم کا عربی ترجمہ تیار ہے، انشاءاللہ اسی مہینہ میں پریس سے باہر آجائے گا، عزیزی مولوی نورعالم صاحب نے ترجمہ کیا ہے، میں نے اس میں خاصے اضافے کر دیئے ہیں، آپ دیکھ کر خوش ہوں گے[1] میرا اس وقت گجرات کا سفر نہیں ہے، ورنہ آپ کو ضرور مطلع کرتا۔

والسلام

ابوالحسن علی

سے نہیں کہہ سکتے تھے، میرے پاس جو مولانا کے خطوط کا مجموعہ تھا اگر وہ ضائع نہ ہوا ہوتا تو مولانا کے مزاج وطبیعت کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو سکتا تھا۔

(۱) مولانا کا میرے ساتھ لطف وکرم اور شفقت کا جو معاملہ تھا اسکو سوچتا ہوں تو آج حیران رہ جاتا ہوں، مولانا کی بیشتر عربی کتابیں اسی طرح ان کے دستخطوں سے مزین مدینہ پہونچی ہیں۔ مولانا کی یہ کتاب التفسیر السیاسی للاسلام نام سے چھپی تھی جو عصر حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح کتاب کا ترجمہ تھا۔

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمار سلفیت

بخاری شریف میں یہ حدیث کہاں ہے؟

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی صبح صبح مرزا گوشہ نشین تشریف لائے تھے، وہ آپ سے ملنا چاہتے تھے، میں نے ان سے کہا کہ اس وقت آپ آرام فرما رہے ہیں، تو یہ کاغذ دے کر گئے ہیں کہ آپ بیدار ہوں تو آپ کو دیدوں۔

باپ ۔ بیٹا میرا چشمہ تمہاری والدہ کے کمرہ میں ہے، تم پڑھو کیا لکھا ہے۔

بیٹا ۔ اباجی، مرزا گوشہ نشین پوچھتے ہیں کہ یہ حدیث لوکان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی (یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری ہی تابعداری کرتے) بخاری شریف میں کہاں ہے، مزید یہ لکھا ہے کہ ایک دیوبندی نے کہا ہے کہ اگر بخاری شریف میں یہ حدیث کوئی دکھلا دے تو وہ دکھلانیوالے کو پانچ بار لکھنو اسلام کرے گا اور لکھنؤ کے ہوٹل سے بالائی والا زردہ کھلائے گا۔

باپ ۔ بیٹا۔ ہمارے مولانا ثناء اللہ صاحب شیخ الاسلام نے اپنی کتاب مذہب اہلحدیث

میں لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری شریف میں ہے۔ (دیکھو ۱۲ مطبوعہ اگست ۱۹۱۵ء)

بیٹا۔ اباجی مرزا گوشہ نشین نے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب کی کتاب ہی میں یہ حدیث دیکھ کر بخاری کے حوالے سے گزشتہ رات کو تقلید کے رد میں بڑی زوردار تقریر کی تھی، اس پران کو ایک دیوبندی نے پکڑ لیا کہ تمہارے شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری شریف میں ہے دکھلاؤ بخاری شریف میں کہاں ہے مرزا گوشہ نشین بیچارے صرف اہلحدیث ہیں نہ بخاری جانتے ہیں نہ علم عربی سے بھی واقف نہیں ہیں، تو وہ دوڑے آپ کے پاس آئے تھے۔

باپ۔ تم بخاری شریف کو دیکھ لیتے ہمارے شیخ الاسلام نے حوالہ دیا ہے تو یہ حدیث ضرور بخاری شریف میں ہو گی ہمارے علماء یوں ہی ہوائی نہیں اڑاتے ہیں۔

بیٹا۔ اباجی میں نے صبح سے اپنا سارا وقت بخاری شریف ہی کی ورق گردانی میں خرچ کیا ہے، مجھے یہ حدیث بخاری شریف میں نظر نہیں آئی، پھر صوفی جن کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے کہا کہ صوفی گوشہ نشیں بخاری شریف کو زیادہ جانتے ہیں ان کے پاس جاؤ، صوفی شہ نشین نے اندر ہی سے کہہ دیا کہ پی، ایچ، ڈی کلو سے تحقیق کرو، میں صبح سے مارا مارا پھر رہا ہوں اس حدیث کا کوئی بخاری شریف میں اتہ پتہ بتلاتا ہی نہیں، صوفی گوشہ نشیں ابھی ابھی اہلحدیث ہوئے ہیں، ان کے بدک جانے کا خطرہ ہے۔

باپ۔ بیٹا۔ ہے واقعی فکر کی بات، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب کا وقار بھی مجروح ہوگا کہ انھوں نے بخاری پر افترا کیا ہے۔

بیٹا۔ تو اباجی کیا شیخ الاسلام صاحب نے ہوائی اڑائی ہے، بخاری شریف میں یہ حدیث نہیں ہے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

ضعیف حدیث اگر قابل استدلال نہیں تو اس سے استدلال کیوں؟

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی آج صوفی باغ میں جلسہ ہے، مرزا گوشہ نشیں اور صوفی شہ نشیں کی تقریر ہوگی، موضوع ہے، تقلید کا رد، مرزا گوشہ نشیں میرے پاس آئے تھے کہ تقلید کے رد والی کوئی حدیث میں انکو نوٹ کرادوں۔

باپ ۔ بیٹا، کار خیر میں حصہ لینا چاہیے، تم نے انکو حدیث نوٹ کرادی نا؟

بیٹا ۔ اباجی میں نے قرآن و حدیث کو بہت الٹا پلٹا مجھے تقلید کے رد میں نہ کوئی آیت نظر آئی اور نہ حدیث، اور ائمہ کی تقلید مت کرو اس معنی کی کوئی موضوع حدیث بھی نہیں ملی۔

باپ ۔ ہمارے مولانا ثناء اللہ صاحب شیخ الاسلام امرتسری نے اپنی کتاب " اہلحدیث کا مذہب" میں بخاری شریف کی ایک حدیث نقل کی ہے، وہ حدیث بخاری شریف کی ہے اور بڑی زور دار ہے، اس سے تقلید کا خوب رد ہوگا۔

بیٹا ۔ اباجی شیخ الاسلام صاحب نے بخاری شریف کی تقلید کے رد میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ لوکان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری ہی تابعداری کرتے۔

مگر اباجی ہمارے شیخ الاسلام صاحب نے بخاری کا غلط حوالہ دیا ہے، اور بخاری شریف پر افترا کیا ہے، یہ حدیث بخاری شریف کے کسی کونہ میں نہیں ہے۔

باپ ۔ بیٹا ۔ اگر بخاری شریف میں نہیں ہے تو کیا ہوا صحیح حدیث تو ہے، ہم تو تمام صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں، اس حدیث سے تقلید کا رد بڑے زوردار طریقہ پر

ہوگا۔ ہمارے مولانا ثناء اللہ صاحب شیخ الاسلام نے بھی تقلید کے رد میں اس
حدیث کو ذکر کیا ہے۔

بیٹا۔ اباجی افسوس تو یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح بھی نہیں ہے، یہ حدیث بہت ضعیف ہے
ہمارے شیخ الاسلام صاحب نے اس کا ضعف ظاہر نہیں کیا حالانکہ ہمارے
علماء لکھتے ہیں کہ اگر کوئی حدیث ضعیف ہو تو اسے بیان کرتے وقت یہ بتانا
ضروری ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اگر کوئی شخص اس کے ضعف کو جاننے
کے باوجود بیان نہیں کرتا ہے تو وہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق
گنہگار اور عوام الناس کو دھوکہ دینے والا ہے۔

(مقدمہ صلوٰۃ الرسول محقق ص ۳۵)

باپ۔ بیٹا، ایسا نہیں ہوسکتا کہ یہ حدیث صحیح نہ ہو، جب ہمارے شیخ الاسلام
مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس کو ضعیف نہیں کہا ہے
تو یقیناً یہ حدیث صحیح ہوگی، ہمارے شیخ الاسلام صاحب عوام کو دھوکہ دینے والا
اور گناہ کا کام نہیں کریں گے۔

بیٹا۔ اباجی، پی ایچ ڈی رحمت علی نے اس حدیث کی تحقیق کی ہے، وہ فرماتے ہیں۔
کہ اس حدیث میں ایک راوی مجالد بن سعید ہے، عام طور پر محدثین اس کو ضعیف
کہتے ہیں، امام یحیٰی بن معین فرماتے ہیں کہ وہ قابلِ احتجاج نہیں ہے، امام احمد
فرماتے ہیں کہ وہ محض ہیچ تھا، امام نسائی اور امام دارقطنی کہتے ہیں کہ وہ ضعیف
اور کمزور تھا، امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام یحیٰی بن سعید اس کی تضعیف کرتے تھے
اور امام عبدالرحمٰن بن مہدی اس سے روایت نہیں لیا کرتے تھے، ابو حاتم فرماتے
ہیں کہ وہ قابلِ احتجاج نہیں اور حدیث میں قوی نہیں، امام ابن حبان فرماتے
ہیں کہ اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے اور امام ابن سعد فرماتے ہیں کہ وہ حدیث
میں ضعیف تھا۔ اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ وہ کمزور اور ضعیف تھا اور آخر میں

اس کے حافظہ میں نمایاں خرابی پیدا ہوگئی تھی،

(۱)
(میزان الاعتدال ص ۳/۴۴ تہذیب التہذیب ص ۲-۱۴/۱۰۷ تقریب ص ۳۴۶)

اباجی جب اتنے سارے محدثین اس راوی کو مجروح اور ضعیف اور ناقابلِ احتجاج بتلاتے ہیں تو جس حدیث کا راوی ایسا کمزور ہو وہ حدیث کتنی کمزور ہوگی اور اس سے دلیل پکڑنا کیسے جائز ہوگا۔

باپ۔ بیٹا میں تو شیخ الاسلام پر اور ان کے علم پر، ان کے زہد و تقویٰ پر بڑا اعتماد کرتا تھا، بڑا ناز کرتا تھا، مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اتنی کمزور حدیث سے تقلید کا رد کریں گے اور اس قسم کی حدیث سے دلیل پکڑیں گے، ہم لوگ جو الزام دوسروں کو دیتے ہیں اب دوسرے یہی الزام ہم کو دیں گے کہ ہم لوگ بھی ضعیف حدیث کو قبول کرتے ہیں۔

بیٹا۔ اباجی مرزا گوشہ نشیں کو آج رد تقلید والے جلسہ میں تقریر کرنی چاہئے یا نہیں؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

ائمہ کی تقلید واجب بھی ہے اور شرک بھی ہے

"یہ معمہ ہے نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا"

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی تقلید کے بارے میں ہمارے علماء کی واضح بات بتلائیں کہ تقلید جائز ہے کہ ناجائز؟

باپ۔ بیٹا، فتاویٰ نذیریہ ہمارے فتاویٰ کی کتابوں میں سب سے معتبر کتاب ہے،

---

(۱) بحوالہ الکلام المفید از مولانا محمد سرفراز صفدر صاحب ص ۳۲۰ ص ۳۲۱

اس میں لکھا ہے کہ تقلید نہ کسی آیت قرآنیہ سے ثابت ہے اور نہ کسی حدیث سے اور نہ کسی امام نے اپنی تقلید کرنے کی اجازت دی ہے، تقلید کے بطلان پر بہت اچھے اچھے رسالے تصنیف ہو چکے ہیں۔ (ص ۱۹۴/۱۶۷)

اس سے معلوم ہوا کہ تقلید جس کا ثبوت نہ قرآن سے ہے اور نہ حدیث سے یہ باطل چیز ہے۔

بیٹا۔ مگر اباجی ہمارے نواب بھوپالی صاحب تو فرماتے ہیں۔

ووجب علی العامی تقلیدہ یعنی عامی آدمی پر مجتہد کی تقلید واجب ہے۔ (لقطۃ العجلان ص ۱۳۷)

اور اس پر حضرت معاذ والی حدیث سے استدلال کیا ہے، یعنی تقلید کا وجوب حدیث سے ثابت کیا ہے، اور شیخ الکل فی الکل حضرت میاں صاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب معیار الحق میں فرماتے ہیں، تقلید کی چار قسم ہے، اول واجب ہے اور ایک قسم مباح لکھی ہے۔

باپ۔ واجب کونسی تقلید ہے، اور مباح کون سی، اباجی میاں صاحب فرماتے ہیں کہ عوام کیلئے بلا تعین کسی بھی امام کی تقلید واجب ہے، اور تعین کے ساتھ مباح ہے یعنی تقلید غیر شخصی واجب ہے اور تقلید شخصی مباح ہے۔

بیٹا دیکھو نواب صاحب اور میاں صاحب کی یہ بات آؤٹ نہ ہو کہ تقلید واجب اور مباح ہے، اس ماہ کی ۵ تاریخ کو صوفی غمگین حنفی کو محدث شکنجبین حفظہ اللہ نے تقلید کے بارے میں مناظرہ کا چیلنج دیا ہے، اگر یہ بات آؤٹ ہوگئی تو صوفی غمگین کا مناظرہ جیت جانا یقینی ہے۔

بیٹا۔ اباجی، مگر اباجی جب تقلید قرآن سے ثابت ہے اور نہ حدیث سے تو تقلید واجب یا مباح کیسے ہوگئی، اباجی میاں صاحب والی کتاب معیار الحق میں یہ بھی لکھا ہے کہ، جو کوئی مجتہد کے قول پر عمل کرے گا تو وہ دونوں جہان میں ثواب

پائے گا۔ (صفحہ ۶۹)

اباجی اگر تقلید حرام اور شرک ہے تو مجتہد کی تقلید کرنے والے کو دونوں جہان میں ثواب کیوں ملے گا۔

باپ ۔ بیٹا۔ اپنے علماء کی ان گورکھ دھندوں والی تحریروں کو دیکھ کر میرا دماغ چکرانے لگا ہے۔

بیٹا ۔ اباجی ہمارے علماء علمی میدان میں گورکھ دھندا کیوں چلاتے ہیں۔

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

فرقہ ناجیہ کون فرقہ ہے؟

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی ، فرقہ ناجیہ یعنی جنت میں جو فرقہ جائے گا وہ کون فرقہ ہے ؟

باپ ۔ بیٹا، فرقہ ناجیہ یعنی جنت میں جانے والا گروہ صرف اہلحدیث کا ہے، ایک مقلد بھی جنت میں نہیں جائے گا ، تقلید شرک ہے، ضلالت ہے، گمراہی ہے ہمارے علماء نے مختلف کتابوں میں اس کی تصریح کر دی ہے کہ فرقہ ناجیہ صرف اہلحدیث کا گروہ ہے ، اور تقلید شخصی سراسر حرام اور ناجائز ہے ، اس لئے کوئی مقلد حنفی، شافعی ، مالکی، حنبلی جنت میں نہیں جائیگا۔

بیٹا ۔ یہی بات میں نے صوفی بدرالدین سے کہی تھی مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ تحقیق ہماری جماعت کے نچلے درجہ کے لوگوں کی ہے ، جماعت میں جن کا درجہ شیخ الکل فی الکل کا ہے یعنی میاں سید نذیر حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی تحقیق یہ ہے کہ موجودہ دور میں اہلسنت والجماعت صرف مقلدین ہیں۔

باپ ۔ بیٹا، ایسا نہیں ہوسکتا، میاں صاحب نے تو تقلید کے رد میں بڑی معیاری کتاب

معیار الحق نام کی لکھی ہے۔

بیٹا۔ اباجی اس کتاب میں تو یہ لکھا ہے جو صوفی بدر الدجیٰ کہہ رہے تھے انھوں نے معیار الحق کتاب ہی سے اس کا ثبوت دیا ہے، میاں صاحب فرماتے ہیں۔

"بموجب حکم خدا اور رسول کے سب اہل سنت کے مقتدائے صحابہ اور تابعین اور مجتہدین ائمہ اربعہ اور سوائے ان کے اور مقلدین ان کے فرقہ ناجیہ میں داخل تھے آج کے دن عادت ایسی ہو گئی ہے کہ سوائے اہل مذاہب اربعہ کے کوئی نہیں رہا اور روایت بھی کسی مذہب کی سوائے مذاہب اربعہ کے اکثر کو نہیں ملتی" (معیار الحق ص۴۵)[1]

اباجی صوفی بدر الدجیٰ کہتے ہیں کہ میاں صاحب نے صاف صاف اقرار کر لیا ہے کہ اس زمانہ میں فرقہ ناجیہ کا اطلاق جس پر ہوگا وہ صرف چاروں مذاہب ہی والے ہیں یعنی فرقہ ناجیہ اب مذاہب اربعہ ہی میں منحصر ہے۔

باپ۔ بیٹا میاں صاحب کی یہ بات بڑی خطرناک ہے، اب ہم اہلحدیثوں کا کیا ہوگا، ہم نے تو اب تک یہی شور مچا رکھا تھا کہ فرقہ ناجیہ صرف اہلحدیث کا فرقہ ہے، مقلدین صرف گمراہ ہیں، چاروں مذاہب کتاب و سنت سے دور ہیں۔

بیٹا۔ اباجی میاں صاحب سے پہلے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی کچھ ایسا ہی کہہ دیا ہے۔ ابن تیمیہ اس شخص کا رد کرتے ہوئے جو یہ کہتا ہے کہ میں مذاہب اربعہ کی پابندی نہیں کرتا فرماتے ہیں:

وان اراد انی لا اتقید بہا کلہا بل اخالفہا فہو مخطئ فی الغالب قطعا اذ الحق لا یخرج عن ہذہ الاربعۃ فی عامۃ الشریعۃ۔ (مختصر الفتاوی ص۹۱)

اگر اس شخص کی مراد یہ ہے کہ میں کسی مذہب کی پیروی نہیں کروں گا اور سب[2] کی

---

(۱) از الکلام المفید مولانا سرفراز صفدر ص۱۱۱ (۲) ایضاً

مخالفت کروں گا۔ تو وہ یقینی طور پر بیشتر مسائل میں غلطی کرے گا اس لئے کہ اکثر مسائل شرعیہ میں حق انھیں چاروں مذاہب کے اندر ہے۔

باپ۔ بیٹا اس کا تو صاف مطلب یہ ہوا کہ ہم لوگ جو ان مذاہب کی تقلید نہیں کرتے ہیں عام طور پر حق ہمارے ساتھ نہیں ہیں، اور اکثر مسائل شرعیہ میں خطا کار ہیں۔

بیٹا۔ اباجی بالکل یہی مطلب ہے۔ میاں صاحب اور شیخ الاسلام دونوں بزرگوں نے ہماری جماعت کو سخت دھکا دیا ہے۔

بیٹا۔ اباجی ان دونوں بزرگوں کے اس سخت دھکا دینے کے بعد ہماری جماعت کیسے اپنے کو سنبھال پائے گی؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

مادام شگفتہ کا مطالبہ اور صوفی جنگلاہٹ کی بوکھلاہٹ

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی مادام شگفتہ کو ان کے شوہر نے تین طلاق دے کر اپنی زوجیت سے الگ کر دیا ہے۔ وہ صبح اپنی رام کہانی لے کر صوفی جنگلاہٹ حفظہ اللہ کے پاس گئی تھیں اور مایوس واپس آئیں۔

باپ۔ بیٹا صوفی جنگلاہٹ حفظہ اللہ تو فتویٰ کے بڑے ماہر ہیں انھوں نے چالیس ایسے ہی کیس کو چٹکی بجاتے حل کر دیا ہے، اور ساری مطلقہ عورتیں اپنے شوہروں کو واپس گئیں، یہ اکتالیسواں کیس کیسے گڑبڑا گیا۔

بیٹا۔ اباجی صوفی جنگلاہٹ نے جب چٹکی بجاتے اس کیس کو بھی حل کرنا چاہا تو مادام شگفتہ نے کہا کہ مجھے آپ کا فتویٰ نہیں چاہیئے، امام احمد بن حنبل کا فتویٰ بتلاؤ کہ وہ کیا کہتے ہیں اس لئے کہ نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں کہ ان کو دس لاکھ حدیثیں

یاد تھیں، اور آٹھ لاکھ مردوں اور ساٹھ ہزار عورتوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تھی، اور وہ اپنے زمانہ میں ایسے ہی تھے جیسے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اپنے اپنے زمانہ میں تھے، اور ان کے زمانہ میں ان کے جیسا علم اور تقویٰ والا کوئی دوسرا نہیں تھا، اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دینی امور میں انھیں کی اقتدار کرنے کا حکم دیا تھا۔ (التاج المکلل)

باپ - تو بیٹا صوفی جنگلاہٹ حفظہ اللہ نے کیا جواب دیا۔

بیٹا - ابا جی کچھ نہیں، مادام شگفتہ کہہ رہی تھیں کہ وہ دائیں بائیں جھانکتے رہے اور گم صم بیٹھے رہے، تھوڑا میں نے انتظار کیا اور پھر میں واپس آگئی۔

ابا جی صوفی جنگلاہٹ نے مادام شگفتہ کا جواب کیوں نہیں دیا؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

ص۵ کا بقیہ:-

کا یہ اقتصادی و تجارتی مرکز کو شدید خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔

امریکہ نے دہشت گردی ختم کرنے کا عزم کیا تھا، آج اس کی بدترین اور ظالمانہ اور غیرانسانی پالیسی کی وجہ سے پوری دنیا دہشت گردی کے خوف سے ہراساں ہے، اور بے شرم بش اور بے شرم ٹونی بلیر آج بھی بے غیرت بنے دندناتے پھر رہے ہیں کہ انھوں نے عراق اور افغانستان پر جو حملہ کا پروگرام بنایا تھا وہ بہت درست تھا، وہ پروگرام انسان دوستی پر مبنی تھا، وہ دہشت گردی کو ختم کرنے کیلئے تھا، ان کے اس جھوٹ کا پردہ فاش ہوچکا ہے اور دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد امریکہ کا صدر بش اور برطانیہ کا پرائم منسٹر ٹونی بلیر ہے۔

ص۳۲ کا بقیہ:-

عبداللہ مزنی کے پاس جمع ہوتے ہیں، اور تم لوگوں کی خبریں معلوم کرتے ہیں، میں نے کہا کہ کیا آپ لوگوں کی روحیں جمع ہوتی ہیں یا جسم بھی، تو انھوں نے کہا کہ بدن تو مٹی میں مل گئے روحوں کی ملاقات ہوتی ہے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

قسط ۲

برطانیہ کا سفر

ہم لوگ مولوی مشتاق کی گاڑی پر بیٹھ کر مولوی اسماعیل کے گھر کے لئے نکلے، مولوی اسماعیل کا گھر لندن کے ایک مضافاتی علاقہ کلپٹن (CLOPTAN) میں واقع ہے، اور لندن ایرپورٹ سے تقریبًا گھنٹہ سوا گھنٹہ کا راستہ ہے، آج چونکہ اتوار تھا، اس وجہ سے دوکانیں عام طور پر بند تھیں، البتہ راستہ میں کچھ جگہیں ایسی بھی نظر آئیں جہاں پوری مارکٹ کھلی تھی، اور بازاروں کی چہل پہل نظر آرہی تھی، لندن شہر بڑا صاف ستھرا اور نظام کا پابند ہے، گاڑی میں لوگ بیٹھے ہیں تو ہارن نہیں بجاتے ٹرافک کا نظام بہت پختہ اور عمدہ ہے، سڑکیں کشادہ اور چم چم کرتی نظر آتی ہیں، کلپٹن کے راستہ میں ایک جگہ کا نام (STAMFORD HILL) ہے، یہاں یہودی کثیر تعداد میں آباد ہیں، یہودیوں کا عام طور پر لباس ایک لانبا گھٹنوں تک کا کوٹ اور مخصوص قسم کی پیکون یا پتلون نما پیجامہ ہوتا ہے۔ ۹۵ فی صد یہودی خواہ جوان ہو یا بوڑھا ڈاڑھی رکھتا ہے، ہر بڑے چھوٹے کے سر پہ ہیٹ نما ٹوپی ہوتی ہے، چھوٹے بچوں کا بھی یہی لباس ہوتا ہے، عورتوں کا لباس بھی ساتر ہوتا ہے، مجھے لندن میں مختلف یہودی آبادیوں سے گذرنا ہوا میں نے ہر جگہ کا منظر یہی دیکھا، یہودی بہت کٹر قسم کے مذہبی ہوتے ہیں اور اپنی مذہبی رسوم و عبادات کے سختی سے پابند نظر آتے ہیں، ان کا میل ملاپ دوسروں سے نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے،

عام زندگی میں وہ عیسائیوں سے بھی دور دور ہی رہتے ہیں، اپنے کام سے کام رکھو یہ یہودی زندگی کی بہت خاص بات ہے۔

ہم لوگ لندن کے شہر پر طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے پون گھنٹے میں مولوی اسماعیل کے گھر کلیپٹن آگئے، یہاں حاجی نصر اللہ خاں صاحب[1] اور بعض دوسرے احباب ہمارے منتظر تھے۔

ان حضرات سے مل کر سفر کی کلفت دور ہوگئی، ناشتہ اور کھانے سے فارغ ہو کر میں اپنی آرام گاہ میں چلا گیا اور عصر تک سوتا رہا، چونکہ رات بھر کا جاگا ہوا تھا، اسلئے بڑی

---

(۱) حاجی نصر اللہ خاں صاحب کا تعلق گجرات سے ہے، عرصہ دراز سے برطانیہ میں مقیم ہیں اور یہاں کے سماجی اور دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، اللہ نے ان سے اس بلاد کفر وضلالت میں بڑا کام لیا ہے اور لے رہے ہیں، بہت سی مساجد اور مدرسے انکی جد وجہد اور محنت سے برطانیہ میں قائم ہوئے ہیں۔

مولانا مسیح اللہ خاں صاحب سے بیعت وارشاد کا اور مولانا اسعد صاحب مدنی سے عقیدت ومحبت کا تعلق ہے، برطانیہ میں ایک شہر بینی ٹن ہے وہیں اس وقت ان کا قیام ہے، یہ اپنے شہر سے پیرانہ عمری میں سوا دو سو یا ڈھائی سو کیلومیٹر کا سفر کر کے آئے تھے، بہت سیدھے سادھے اور متواضع شخص ہیں، مزاج میں مزاح ہے، انکی صحبت سے خواہ کتنی بھی طویل ہو گراں باری نہیں ہوتی، میرے پورے قیام برطانیہ کے دوران بیشتر جگہوں پر یہ میرے ساتھ ساتھ تھے، لندن شہر سے باوجود اس کی وسعت کے ایسے واقف ہیں جیسے کوئی اپنے محلہ کی گلی کوچوں سے واقف ہوتا ہے ایک معذان کی رفاقت میں پورے لندن شہر کو ہم نے گھوم پھر کر دیکھا۔ اللہ ان کی عمر کو دراز کرے، مولوی اسماعیل سے ان کا خصوصی تعلق ہے، برطانیہ میں بہت سے دینی ودعوتی پروگرام (۱) دونوں کی مشترک کوششوں سے انجام پاتے ہیں۔

گہری نیند آئی، سو کر اٹھا تو طبیعت بہت ہلکی پھلکی محسوس ہوئی۔

آج عصر بعد میرا ایک پروگرام تھا، یہاں عموماً دینی پروگرام مساجد ہی میں ہوتے ہیں، معلوم ہوا کہ میرا پروگرام (PLASHETGARAVE) جگہ نام کی ایک مسجد میں ہے، یہ جگہ لندن شہر ہی میں ہے مگر کلیٹن سے اچھا خاصا فاصلہ ہے، ہم لوگ تیار ہو کر اپنے اس پروگرام کیلئے چل پڑے اور عصر کی نماز حسب پروگرام یہاں کی اسی مسجد میں ادا کی گئی جہاں مجھے تقریر کرنی تھی۔

برطانیہ میں عام طور پر مساجد بہت شاندار ہیں، کشادہ جگہوں پر انکو بنایا گیا ہے، اندر اور باہر سے بہت صاف ستھری، تقریباً تمام مساجد میں بہترین قالین بچھے ہوئے آپ کو نظر آئیں گے۔ استنجا خانہ اور باتھ روم بھی بہت صاف ستھرے وضو کی جگہ چمکتی دمکتی دکھائی دے گی۔ وضو کے بعد ہاتھ پوچھنے کیلئے جو تولیہ ہوتے ہیں وہ بہت صاف، بعض جگہ چھوٹے چھوٹے تولیے ہوتے ہیں آپ اس سے وضو کا پانی خشک کر کے ایک ڈرام جیسی شکل میں ڈال دیجئے، ایک تولیا ایک ہی آدمی استعمال کرے گا اس کو دوسرا استعمال نہیں کرے گا۔ تقریباً سبھی مسجد میں مہمان خانہ کا نظم بھی ہوتا ہے، اور بہت سی مساجد میں پورا باورچی خانہ اپنے تمام لوازمات کے ساتھ موجود ہوتا ہے کہ مہمان جب چاہے کھانا بنالے اور جب چاہے ناشتہ اور چائے کا انتظام کرلے، اور یہ سارا انتظام مساجد کمیٹی ہی کی طرف سے ہوتا ہے، ہم نے بہت سے گرجوں کو بھی دیکھا، گرجوں میں جتنی بے رونقی نظر آئی اسی اعتبار سے مساجد پر رونق اور پرشکوہ نظر آئیں، نمازیوں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہوتی ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ نوجوان طبقہ بھی بڑی تعداد میں نظر آتا ہے۔

برطانیہ میں شور و ہنگامہ کو پسند نہیں کیا جاتا اسی وجہ سے گاڑیوں میں ہارن کا بجانا بھی معیوب ہے۔ میوزک جہاں بجتے ہیں اس کی آواز بھی بہت دھیمی ہوتی ہے بعض ہوٹلوں میں جانا ہوا تو وہاں ٹیلیویژن پر میوزک بج رہا تھا مگر اس کی آواز بہت ہلکی اور مدھم تھی جو کانوں کو بھلی معلوم ہو رہی تھی، اور ہوٹل میں آنے جانے والوں کیلئے

کسی ناگواری کا باعث بھی نہیں تھی ۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ برطانیہ میں مساجد میں لاؤڈاسپیکر پر اذان تو ہوتی ہے مگر اس کی آواز باہر نہیں جاتی، البتہ گھروں میں ایک مائک فٹ ہوتا ہے جس کا سلسلہ مساجد کے مائک سے جڑا ہوتا ہے اس وجہ سے ہر گھر میں اذان کی آواز سنی جاتی ہے، مساجد میں جو تقاریر ہوتی ہیں وہ بھی اسی نظام کے تحت گھر میں بیٹھ کر آدمی سن لیتا ہے، مساجد میں گھن گرج کے ساتھ تقریریں ہوتی ہیں مگر مسجد کے باہر کچھ نہیں سنائی دیتا اور گھروں میں آپ بڑے اطمینان سے پوری تقریر سن سکتے ہیں، یہاں کی مساجد میں عموماً ایسی مشینیں فٹ ہوتی ہیں کہ اگر آپ کے پاس موبائیل ہے اور وہ آن ہے تو مسجد میں داخل ہونے کے بعد وہ خود جام ہو جاتا ہے، اور یہ کارنامہ اس مشین کا ہوتا ہے جو مسجدوں میں فٹ ہوتی ہیں، اس وجہ سے موبائیل آن ہونے کے بعد بھی اس کی گھنٹی نہیں بجتی ——————— PLASHETGARAV کی مسجد کا ذکر آگیا تو برطانیہ میں مساجد کے سلسلہ کی یہ باتیں بھی زیر قلم آگئیں، ذکر چل رہا تھا کہ ہم یہاں عصر کے وقت تقریر کیلئے پہونچے تھے، ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک نوجوان آیا اور بڑی عقیدت سے ملا، اور بتلایا کہ میرا نام محمد انور ہے اور میں گجرات کے شہر سورت کے قصبہ ترکیشور کا رہنے والا ہوں۔ اس نے مزید کہا کہ مجھے آپ سے غائبانہ تعارف ہے، آپ کی کتابیں پڑھ چکا ہوں، اور میری بڑی خواہش تھی کہ آپ کی زیارت کا موقع ملے ۔ آج لندن میں مجھے یہ موقع ملا۔ میں نے اس کی محبت کا جواب محبت سے دیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے میری حقیر ذات کو کہاں کہاں اور کیسے کیسے لوگوں سے متعارف کرادیا ہے ۔

اس کے بعد ایک دوسرے صاحب جو نوجوانی کی سرحد کو پار کر چکے تھے وہ بھی اسی طرح لپک کر اور بڑی عقیدت و محبت سے ملے، اور اپنا نام موسیٰ بتلایا، اور بتلایا کہ میں گجرات بھروچ شہر کا رہنے والا ہوں اور ڈابھیل میں آپ کا خادم اور شاگرد رہ چکا ہوں تو مجھے اپنے عزیز شاگرد موسیٰ سلمہٗ یاد آگئے یہ ڈابھیل میں بہت دنوں تک میرے لئے مطبخ سے کھانا لانے اور ہر جمعہ کو میرے کپڑے دھونے کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے۔

ان سے تقریباً ۲۵/۲۶ سال بعد لندن میں ملاقات ہو رہی تھی۔ اس اچانک ملاقات سے وہ بھی بہت خوش تھے اور مجھے بھی بڑی مسرت تھی، معلوم ہوا کہ وہی اس مسجد کے امام ہیں، میری تقریر سے پہلے انھوں نے ہی میرا سامعین سے تعارف بھی کرایا، چونکہ میرے پروگرام کی لوگوں کو خبر ہو چکی تھی اس وجہ سے مجمع اچھا خاصا تھا، میں نے تقریباً پون گھنٹہ تقلید کی اہمیت اور اس کی شرعی حیثیت پر تقریر کی، اس مجمع میں نوجوان بھی اچھی تعداد میں تھے اور اردو سمجھنے والے تھے، الحمد للہ تقریر کو لوگوں نے دلچسپی سے سنا اور لوگوں کو بات سمجھ میں آئی۔

مغرب کی نماز سے پہلے ہم لوگ حاجی عمر صاحب کے گھر آگئے، نماز مغرب بعد ان کے گھر ہی کھانا کھایا گیا اور پھر تھوڑی دیر کی نشست کے بعد ہم لوگ مولوی اسماعیل صاحب کے گھر آگئے عشاء کی نماز ان کے گھر کے ایک کمرہ ہی میں پڑھی گئی اور پھر میں تو اپنے کمرہ میں آگیا اور مولوی اسماعیل اور حاجی نصر اللہ خاں صاحب اور پاس پڑوس کے بعض دوسرے احباب کی مجلس رات دیر تک جمی رہی۔

مجھے بتلایا گیا تھا کہ یہاں فجر کا وقت دو بجے شب ہی سے شروع ہو جاتا ہے، میری ایک دفعہ آنکھ کھلی تو ڈھائی بج رہا تھا، میں نے سوچا نماز سے فارغ ہو جاؤں، مجھے فجر کی نماز سے پہلے نہانے اور اس کے بعد چائے پینے کی عادت ہے، نہانے کیلئے نیچے کی منزل میں جب غسل خانہ کے پاس پہونچا تو مجھے بجلی کا بٹن نہیں مل رہا تھا کہ اسے دبا کر غسل خانہ میں روشنی کر دوں، اپنے اپنے کمروں میں سب سوئے تھے، اندھیرے ہی میں میں نے غسل کیا، اب چائے کی خواہش تھی، مولوی اسماعیل کو جگانا نہیں چاہ رہا تھا جب دیر ہونے لگی تو میرے سر میں درد شروع ہو گیا اور میں پریشان ہو کر اپنے کمرہ میں سے نیچے آیا تو اتفاق سے میری کھٹ پٹ سے مولوی اسماعیل کی آنکھ کھل گئی، انھوں نے اسی وقت چائے بنا کر پلائی تو آرام ملا اور سر کا درد غائب ہوا۔

مجھے بہت ٹھنڈا پانی پینے کی عادت ہے، لندن کا موسم گرم بھی تھا میں نے برف

ڈال ڈال کر خوب ٹھنڈا پانی پیا تھا، اس کی وجہ سے گلے میں خراش پیدا ہو گئی تھی، اور بڑی تکلیف محسوس ہو رہی تھی، اس وقت یہ تکلیف زوروں پر تھی میں نے اپنا علاج کیا یعنی تیز گرم پانی سے دیر تک غرارہ کرتا رہا، الحمد للہ اس عمل سے بہت سکون ہوا اور پھر چند بار پورے دن میں یہ عمل دہراتا رہا تو خراش کی تکلیف بالکل ختم ہو گئی، پھر میں نے برطانیہ کے پورے قیام کے دوران تیز ٹھنڈا پانی پینے سے احتراز کیا۔

چائے اور نماز سے فارغ ہو کر مولوی اسماعیل نے کہا کہ گھر فون کر لیجئے، گھر پر فون کیا اور بچوں کی خیریت معلوم کی اور اپنے باعافیت لندن پہنچنے کی اطلاع دی، پھر اپنی بڑی بچی کو فون کیا اس سے اور داماد سے بات ہوئی یہ سب میرے لندن بخیریت پہونچ جانے کی خبر سے خوش تھے۔

میں غازی پور سے لندن فون کرتا تھا تو منٹ دو منٹ ہی میں سو روپے کے قریب خرچ ہو جاتا تھا، مولوی اسماعیل نے بتلایا کہ برطانیہ میں فون بہت سستا ہے، ساڑھے تین پونڈ یعنی ہندوستانی ڈھائی سو روپے کے آس پاس کی رقم میں ۴۰ منٹ تک دنیا کے جس حصہ میں چاہیں آپ بات کر سکتے ہیں، یہاں فون کرنے کیلئے کارڈ سسٹم ہے، میں نے غازی پور بات کی تو ایک منٹ لگا اور ایک منٹ تو بات کرنے لگا، آپ حساب لگالیں کہ کس قدر فون سستا ہے، اگر غازی پور سے ہندوستان کے بمبئی شہر میں آپ بات کریں تو دو منٹ میں پچاس روپیہ لگ جاتا ہے، پاکستان بات کیجئے تو سو روپے سے زیادہ لگتا ہے، اور لندن بات کریں تو دو سو روپیہ لگ جائے، اگر ہندوستان سے ۴۰ منٹ دوسرے ملکوں میں بات کریں تو ہزاروں کی رقم آپ کے جیب سے نکل جائے گی۔ اور یہاں لندن میں صرف ساڑھے تین پونڈ میں ۴۰ منٹ تک دنیا کے کسی حصہ میں بات کر سکتے ہیں۔

محمد ابوبکر غازی پوری

ایک مردِ حق گو و حق آگاہ کی
وفاتِ حسرت آیات

مجلہ انوار مدینہ لاہور سے معلوم ہوا کہ قافلہ حسین احمد کا پاکستان میں آخری سپہ سالار یعنی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ ۲؍ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۶؍جنوری ۲۰۰۴ء کو اپنی حیات مستعار کے ستر سال پورا کر کے اپنے خدا سے جاملے۔

حضرت قاضی صاحب کی رحلت کا حادثہ ان اہل حق کے لئے بہت بڑا جھٹکا ہے جو پاکستان میں حق کی سربلندی کے لئے جان داؤں پہ لگائے ہوئے ہیں، قاضی صاحب ان کے لئے بڑا سہارا تھے، اور ان کا وجود ان مجاہدین کے خون کو گرمائے رکھتا تھا۔
حضرت قاضی صاحب راہ سلوک و تصوف کے ایسے مرد حق آگاہ تھے جن کو صرف اپنی کٹیا اور خانقاہ ہی سے مطلب نہیں تھا، بلکہ وہ تصوف و سلوک کے جام و ساغر سے بادہ کشی کرنیوالے ایسے مرد آہن تھے جن کی پوری زندگی باطل سے ٹکرانے اور فرق باطلہ کے رد و ابطال میں گزری اس کے لئے ان کو بڑی آزمائشوں سے گذرنا پڑا، پیرانہ سالی میں پاکستانی حکومت نے انکو نظر بند کیا اور جیل کی ہوا کھلائی، مگر حضرت قاضی صاحب صاحبِ عزیمت تھے، پاکستان میں جانشین شیخ الاسلام تھے، ان کی تربیت حضرت مدنی جیسے اسلام کے مجاہد اور اللہ والے نے کی تھی، جن کی خود پوری زندگی مسلسل جہاد تھی اور جو پورے برصغیر میں اسلام کی ایسی شمع فروزاں تھے جو خطرناک آندھیوں اور دل دہلا دینے والی بجلیوں اور طوفانوں میں بھی

اپنی جگہ پر قائم رہی اور چلتی رہی، حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے اسی بطل جلیل کے پرتو تھے، ان کی زندگی کا عکس جمیل تھے، اور انھیں خصوصیات سے اللہ نے ان کو بھی نوازا تھا۔ جن سے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اپنے معاصرین میں ممتاز تھے، باطل کے خلاف آواز اٹھانا، حق کے لئے ڈٹ جانا اور لومۃ لائم کی پرواہ کئے بغیر دین وشریعت کی راہ دکھانا حضرت قاضی صاحب کا پوری زندگی کا مشن تھا۔ آپ کی رحلت کے بعد حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی کا نمونہ ہند وپاک میں اب دیکھنے کو نہیں ملے گا۔

آج کل "رواداری" کا دور ہے، اسلام پر حملہ ہو رواداری ہے تو کچھ نہ بولو، باطل طاقتیں پورے دم خم کے ساتھ میدان میں اتریں اور اسلام کے خلاف جو چاہیں سازشیں رچیں، مگر تم زبان سی لو رواداری ہے تو خاموش رہو، گمراہ فرقوں اور تحریکوں کے خلاف آواز بلند کرنا اور ان کی حقیقت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا بھی جرم بن گیا ہے، اس لئے کہ یہ بات رواداری کے خلاف ہے، اللہ والوں کو گمراہ اور مشرک کہا جائے صحابہ کرام کی عزت وناموس کو تار تار کیا جائے، دین کی غلط تشریح ہو، کتاب وسنت کی تحریف ہو، مگر آج کا روشن خیال طبقہ بے غیرتی اور بے حسی کے اس مقام پر ہے اس کے دل میں ذرا ٹیس نہیں اٹھتی اور اگر کسی نے ان گمراہ لوگوں کے خلاف اپنی زبان کھولی یا قلم چلایا، ان روشن خیالوں کی طرف سے شور سنائی دینے لگتا ہے کہ آجکل کا دور اتحاد کا ہے، مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے سے بچنا چاہئے، تشدد اور تعصب سے اپنے ذہن ودماغ کو صاف رکھو سب کے ساتھ رواداری برتو اتحاد اور رواداری کی اس خوشنما دعوت سے اپنی دینی بے غیرتی اور بے حسی پر پردہ ڈالے رہتا ہے۔

پاکستان میں حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کو بھی رواداری کے ایسے پجاریوں اور اتحاد کی دعوت کے ایسے نعرہ بازوں سے سابقہ رہا ہے، مگر حضرت قاضی صاحب نے ان نعرہ بازوں اور پجاریوں کو کبھی کوئی اہمیت نہیں دی، اور جو بات حق سمجھی اسے برملا

کہا، اور جس باطل تحریک اور فرقہ نے سر اٹھایا اس کے خلاف ان کا قلم چلا اور انکی آواز بلند ہوئی، اور انھوں نے اسلام کے قلعہ سے ان پر زبردست بمباری کی، یعنی حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ وہی تھا جو ان کے شیخ کا تھا، مرد مست قلندر بھی تھے، عبدیت و تواضع کا پیکر بھی تھے، صاحب قلم اور صاحب سنان بھی تھے جہادی میدان کے مرد آہن تھے، پیشانی پر عبادت کا نور تھا، سراپا اخلاق سراپا محبت بھولے بھالے ایسے کہ ان کو دیکھ کر دل گواہی دے کہ یہ اللہ کا وہ بندہ ہے جس کا دل دنیاوی اغراض و طمع سے خالی اور اللہ کی یاد سے آباد ہے۔

میری ملاقات حضرت قاضی صاحب سے صرف ایک مرتبہ مدینہ پاک میں ہوئی تھی اور اس ایک ملاقات نے حضرت قاضی صاحب کے سراپا کا نقش دل پر کچھ ایسا مرتسم کیا کہ آج بھی وہ میرے تصور کی نگاہوں میں بسے ہیں۔

حضرت مفتی عاشق الٰہی صاحب برنی مدینہ پاک میں قبا کے قریب کسی جگہ رہتے تھے مگر رمضان پاک میں وہ ایک ماہ کے لئے حرم پاک سے بالکل قریب ایک مدرسہ میں جو بخاریوں کا ہے وہاں آجاتے تھے، اور انکی یہ قیام گاہ علمائے ہند و پاک کا مرکز بن جاتی تھی، میرے لیے حضرت مفتی صاحب کی خاص شفقت تھی، عمرہ کے لئے جب میرا جانا ہوتا اور مدینہ پاک حاضری ہوتی تو میرا کھانا پینا سحر و افطار زیادہ تر حضرت مفتی صاحب کے ساتھ ہوتا، چند سال قبل کی بات ہے جب حضرت مفتی صاحب باحیات تھے، حسب معمول میں عمرہ کیلئے گیا اور مدینہ پاک کی حاضری کے موقع پر میرے قیام کی جگہ حضرت مفتی صاحب کی قیام گاہ تھی ایک روز بعد عصر میں حسب معمول ان کی خدمت میں پہونچا تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ تم کو پاکستان کے ایک بڑے عالم حضرت شیخ مدنی کے خلیفہ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب یاد کر رہے ہیں، بعد مغرب ان کا آدمی آئے گا اور تمہیں ان کے پاس لیجائے گا، حضرت قاضی صاحب سے میں پہلے سے واقف نہیں تھا، نہ ان کا نام سنا تھا، خیال گزرا یہ کون بزرگ ہیں اور مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں، مگر چونکہ مفتی صاحب نے ان کے نام کے ساتھ حضرت مدنی کے

خلیفہ کا بھی جملہ جوڑ رکھا تھا اس لئے اب مجھے خود بھی خواہش ہو گئی اس برگزیدہ ہستی سے ملاقات کی جائے، جس کو حضرت مدنی سے خلافت کی نسبت حاصل ہے، چنانچہ میں بعد مغرب حرم سے جلد ہی نکل کر مفتی صاحب کے پاس پہونچا اور پھر دس منٹ کے بعد دو تین آدمی مجھے لینے کیلئے آ گئے، ان کے ساتھ میں حضرت قاضی صاحب کی اقامت گاہ پر پہونچا وہ اوپر کے حصہ میں تھے، ہم ابھی سیڑھیاں طے کر رہے تھے کہ حضرت کھڑے ہو کر ہماری طرف بڑھے، اور لپک کر سینہ سے لگا لیا اور دس منٹ تک اپنے سینہ مبارک سے لگائے رکھا، چہرہ گلاب کی طرح خوشیوں سے کھل رہا تھا، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ چہرہ سے روشنی پھوٹ رہی ہے، میں نے اپنی زندگی میں بہت کم ایسا پر نور چہرہ دیکھا ہے، اور پھر انھوں نے رد غیر مقلدیت پر میری کتابوں کے بارے میں گفتگو شروع کی اور بہت بلند اور حوصلہ افزا کلمات سے نوازتے رہے، میں بھی آپ کے تواضع اور اپنائیت اور محبت اور بے تکلفی کے انداز سے ایسا متاثر ہوا کہ اس کا احساس کئے بغیر کہ میں کتنی عظیم اور بلند شخصیت کے سامنے ہوں، خوب باتیں کرتا رہا، حضرت اپنی دعاؤں سے نوازتے رہے، خورد نوازی کا ایسا مظاہرہ انھیں سے ہوتا ہے، جو عبدیت و فنائیت کا مظہر ہوتے ہیں، اخلاص کا پیکر ہوتے ہیں، دل کے اعتبار سے سمندر ہوتے ہیں، اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ حضرت والا کی نگاہ سے میری عربی کتاب مقدمة مع اللامذهبية اور بعض دوسری کتابیں اور تحریریں گذر چکی ہیں، اور حضرت نے اسے پسند فرمایا ہے، اور فتنۂ غیر مقلدیت سے حضرت کافی فکر مند ہیں، اور میری کتابوں کو اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے مفید پایا ہے۔

یہ مجلس پندرہ بیس منٹ کی تھی مگر اس کی یاد اب تک تازہ ہے، پھر میرا پاکستان جانا ہوا، میری خواہش تھی کہ میں حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں حاضری دوں مگر لاہور کے مخلصین نے مجھے اس موقع پر لاہور سے باہر جانے نہیں دیا، نواز شریف کا زمانہ تھا، علماء کی پکڑ دھکڑ بڑے زور و شور سے جاری تھی، مدارس دینیہ حکومت کے زیر عتاب تھے میری تقریر کا پروگرام بھی بہت محتاط طریقہ پر لوگ بنا رہے تھے، جس روز میری واپسی تھی اسی روز شب میں نواز شریف کی حکومت کا تختہ مشرف نے پلٹ دیا، جابروں کو

جابروں کے انجام سے عبرت حاصل نہیں ہوتی، کل جو نواز شریف کر رہا تھا آج وہی سب کچھ بلکہ اس سے بھی زیادہ مشرف کر رہا ہے، حکومت اور طاقت و قوت آجانے کے بعد انسان کو فرعون بنتے دیر نہیں لگتی، مگر وقت کے ان فرعونوں کو معلوم نہیں کہ ان کا انجام بھی حضرت موسیٰ کے زمانہ کے فرعون جیسا ہوگا، ذلت و رسوائی ہر ظالم و جابر کا مقدر ہے۔

حضرت قاضی صاحب نوراللہ مرقدہ سے وابستہ حضرت مولانا صفدر امین اکاڑوی تھے، اپنے شیخ کے عاشق زار اور حق کی وہی چنگاری اپنے سینہ میں دبائے ہوئے تھے جو حضرت قاضی صاحب کے سینہ میں دہک رہی تھی۔ اس سفر میں مولانا صفدر امین سے خوب ملاقاتیں رہیں، ان کی مجلس میں بیٹھ کر حضرت قاضی صاحب کی یاد تازہ ہوتی رہی۔

قاضی صاحب کی پوری زندگی بے مثال کردار، بے مثال عزیمت و جرأت اور دین کی راہ میں جد و جہد کا نمونہ تھی، حضرت قاضی صاحب نے یہی سبق پاکستان میں اپنے وابستہ لوگوں کو بھی سکھایا ہے، حضرت قاضی صاحب جس قافلۂ اہل حق کی سپہ سالاری کر رہے تھے وہ قافلہ انشاء اللہ انھیں خطوط پر گامزن رہے گا اور اپنا سفر طے کرتا رہے گا۔ جن خطوط پر حضرت قاضی صاحب گامزن تھے اور ان کی اس تحریک کو زندہ رکھے گا جس کے وہ سپہ سالار تھے، اور جس کی قیادت میں انھوں نے اپنی جان کھپا دی۔

میری معلومات کی حد تک پاکستان میں حضرت قاضی صاحب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری خلیفہ تھے، ان کے بعد یہ سلسلۃ الذہب ختم ہوگیا، حضرت مدنی کے شاگردوں کی تعداد پاکستان میں اب بھی کچھ نہ کچھ ہے، مریدین بھی ہیں مگر خلافت کی سعادت سے جو حضرات پاکستان میں بہرہ مند رہے ہیں، ان گنے چنے نفوس میں حضرت قاضی صاحب آخری شخص تھے، اس لائن سے بھی پاکستان کے مسلمانوں کا زبردست خسارہ ہے، حضرت قاضی صاحب کا حلقہ بڑا وسیع تھا اور پاکستان والوں میں آپ کی محبوبیت بے مثال تھی، آپ کی تربیت میں رہ کر سلوک و معرفت کی منزلیں طے کرنے والوں کی بڑی تعداد ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے حضرت قاضی صاحب کا تم فیض

جاری و باقی رکھے ۔

حضرت قاضی صاحب صرف ایک مربی قائد تحریک اہل سنت، مجاہد اور پیر طریقت ہی نہیں تھے، بلکہ آپ کا شمار پاکستان کے ذی علم قابل اعتماد اور چوٹی کے علماء میں ہوتا تھا، صاحب قلم ایسے تھے کہ ہزاروں صفحات آپ کے قلم کی زینت بنے ہوئے ہیں، مختلف موضوعات پر آپ کی درجنوں کتابیں ہیں، ان کتابوں سے حضرت قاضی صاحب کے وسیع اور عمیق علم کا اندازہ ہوتا ہے، قلم جب فرقہائے باطلہ کے رد میں اپنی جولانی دکھاتا ہے تو حضرت قاضی صاحب کی دینی غیرت و حمیت جوش مارتی ہوئی نظر آتی ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت اور صحابہ کرام کی عظمت و عقیدت سے سرشار قلم اعلان حق میں کسی مداہنت کا شکار نظر نہیں آتا ۔ اس دور قحط الرجال میں حضرت قاضی صاحب کا حادثہ وفات ہم سب کو خصوصًا اہل پاکستان کو بڑی آزمائش میں مبتلا کر دینے والا ہے، ایسا صاحب عزیمت انسان بہت دنوں کے بعد پیدا ہوتا ہے یعنی ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے تب جا کر کہیں بڑی مشکل سے جہاں میں ایسا دیدہ ور پیدا ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے، اور ان کے مشن اور ان کی تحریک کو زندہ رکھنے کا سامان پیدا کر دے ۔

صٹ کا بقیہ :-

یہی وجہ ہے کہ ہدیہ دے کر واپس لینا یہ انتہائی درجہ گری اور دنی حرکت ہے اور اس کے گھناؤنے پن کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال اس آدمی کی بتلائی ہے جو قے کرکے پھر اسے چاٹ لے، کیا کوئی شریف طبیعت اسکو گوارا کرے گی، جس طرح اس بات کو کوئی شریف اور اچھا آدمی گوارا نہیں کرے گا اسی طرح سے کسی شریف آدمی سے اس کی بھی توقع نہیں کی جا سکتی کہ ہدیہ کرنے کے بعد اس کو واپس لے کر اپنے کمینی طبیعت ہونے کا اعلان کرے ۔

مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونیوالا دوماہی دینی و علمی
مجلہ
زمزم
جلد ۷
شمارہ ۴
رجب شعبان
۱۴۲۵ھ
مدیر مسئول مدیر التحریر
محمد ابوبکر غازی پوری
سالانہ چندہ ــــ ۷۰/ روپے
پاکستان کیلئے پاکستانی ۱۲۰/ روپے سالانہ
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے
دس ڈالر امریکی
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازی پور۔ یوپی
پن کوڈ ۲۳۳۰۰۱
فون نمبر ۲۲۲۵۳۳، ۰۵۴۸-۲۲۲۱۷۵۷

محمد اجمل مفتاحی

فہرستِ مضامین

کتبہ

شمس الحسن محلہ کوٹ اوری

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالیہ الکشن میں جس طرح الٹ پلٹ ہوئی اور فرقہ پرست طاقتوں کو منہ کی کھانی پڑی اس انقلاب و تبدیلی میں مسلمانوں کے شعور اور ان کی حکمتِ عملی کا بڑا عمل و دخل ہے، انھوں نے بہت سمجھ بوجھ کر اپنے ووٹ کا استعمال کیا اور انھوں نے اس حکمتِ عملی کے ذریعہ ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کو نظر انداز کر کے کوئی بھی پارٹی بہت دنوں تک حکومت اور اقتدار کی گدی نہیں سجائے رہ سکتی۔ محض اکثریت کے ووٹوں کے بل بوتے پر کوئی مسندِ اقتدار تک نہیں پہونچ سکتا۔ اس کا احساس اب فرقہ پرست طاقتوں کو بھی ہو گیا ہے، اگرچہ اب بھی بہت سے متعصب فرقہ پرست اپنی راگ دوسری ہی الاپ رہے ہیں مگر سنجیدہ بی جے پی کے حلقے سمجھ چکے ہیں کہ مسلمانوں کو نظر انداز کرنا اور ان کے مسائل سے آنکھ بند کرنا اور گودھرا جیسے واقعات پر اترانا اور فخر کرنا ان کو بہت مہنگا پڑا ہے، اور آج ان کے ہاتھ سے جو مسندِ اقتدار چھن گئی ہے اس میں بہت بڑا دخل گودھرا فساد کا ہے۔

گودھرا فساد نے پوری دنیا میں بی جے پی کو بدنام کر کے رکھ دیا تھا، حکومت کی شبیہ کو بہت گھناؤنا بنا دیا تھا۔ مودی کی بیجا حمایت نے دہلی کی بلاجپائی حکومت پر سوالیہ نشان لگا دیا تھا، مگر اقتدار کی مستی میں بی جے پی کو اس کا احساس نہیں ہو سکا کہ مودی اس کی حکومت کو لے ڈوبے گا، اور مسلمانوں کے ساتھ نفرت اور دشمنی کی پالیسی دہلی کی حکومت کھا جائے گی، اور ہوا وہی جس کا بی جے پی اور فرقہ پرستوں کو وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ قدرت کے آسمانی فیصلہ نے بی جے پی اور فرقہ پرستوں کو جواس باختہ کر دیا ہے۔

اس موقع پر ہمیں ہندوستان میں بسنے والے اپنے ہندو بھائیوں کا بھی شکر گزار ہونا چاہئے کہ ان کی اکثریت نے مودی کی مسلمانوں کے ساتھ دشمنی اور زیادتی کو بہت بُری نگاہ سے دیکھا تھا، اور اس کے ظلم کے خلاف ان کا مسلسل احتجاج رہا، اور انھوں نے بھی بی جے پی حکومت کو اکھاڑ پھینکنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

اب کانگریس کی حکومت آئی ہے، کانگریس کو بہت دنوں کے بعد یہ دن دیکھنے کو ملا ہے، سابقہ کانگریس حکومتوں میں مسلمانوں کے ساتھ کانگریسیوں نے کچھ اچھا معاملہ نہیں کیا تھا، جس کا مزہ ان کو آج تک چکھنا پڑ رہا ہے، اب کانگریسیوں کو بہت سمجھ بوجھ سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کے مسائل سے چشم پوشی اور ان کے ساتھ کسی طرح کا بھید بھاؤ اور زیادتی کانگریس کو پھر بہت مہنگی پڑ سکتی ہے، ہمیں امید ہے کہ کانگریس نے سبق حاصل کر لیا ہوگا اور وہ اپنی سابقہ غلطیوں کا اعادہ نہیں کرے گی اور مسلمانوں کے ساتھ بھرپور انصاف ہوگا۔

اچھا ہے کہ کانگریس کی تنہا حکومت نہیں بن سکی، اگر ایسا ہوتا تو کانگریسیوں کا دماغ بھی آسمان پر ہوتا، ان کو گھیرنے اور ان کے فیصلوں کی نگرانی کے لئے کئی جماعتیں ہیں، جن کی حمایت اور تعاون سے کانگریس کی حکومت بن پائی ہے، یہ ساری جماعتیں وہ ہیں جن کا ذہن اور سوچ سیکولر ہے، فرقہ پرستوں سے ان جماعتوں کو نفرت ہے، ہمیں پوری امید ہے کہ ان جماعتوں کے ساتھ موجودہ کانگریس حکومت اپنا پانچ سالہ دور پورا کرے گی اور ملک کو اس کے دور میں ترقی، خوشحالی اور نیک نامی حاصل ہوگی۔

پڑوسی ملک پاکستان سے ملنے والی اطلاعات ہمارے لئے بڑی تشویش کا باعث ہیں، مشرف کی امریکہ نواز پالیسی اور اسلام کے ساتھ اس کی خفیہ دشمنی نے وہاں کی عوام خصوصًا دینی طبقہ کو بڑی فکر اور بڑی تشویش میں مبتلا کر دیا ہے، اسلامی جماعتوں اور اداروں کے ساتھ مشرف کی موجودہ کاروائیاں وہی ہیں جن کا اشارہ اس کو امریکہ سے مل رہا ہے۔ پاکستان کی موجودہ حکومت پوری طرح سے امریکہ کے دباؤ میں ہے اور اب اسی کے اشارہ پر

ایک دفعہ پھر قبائلی علاقہ میں بمباری کی جارہی ہے۔ مشرف کو نوشتہ تقدیر پڑھ لینا چاہیئے اس کی امریکہ نواز پالیسیاں خود اس کو اور اس کی حکومت کو کھا جائے گی۔

اسلام کی دعویدار سعودی حکومت کی امریکہ نواز پالیسی اور دین بیزاری اور مغربی طاقتوں کے سامنے سر جھکانے اور گھٹنا ٹیک دینے کی جو مثالیں ہمارے سامنے آرہی ہیں ان سے ہمارا سر شرم سے جھک گیا ہے، سعودی حکومت کی امریکہ اور مغربی دنیا سے مرعوبیت کا حال یہ ہے کہ اب ائمہ مساجد پر پابندی ہے کہ وہ امریکہ کے ظلم و جور کیخلاف آواز نہ بلند کریں، نمازوں میں قرآن کی وہ آیتیں تلاوت نہ کریں جن میں یہودیوں کا تذکرہ ہے، اور جہاد کا حکم ہے، نماز میں دعاء قنوت پڑھنا بھی جرم ہو گیا ہے۔

سعودی حکومت کی اس پالیسی نے سعودی عوام کو برگشتہ کر دیا ہے، اور اسلام پسند جماعتوں نے سعودی گورنمنٹ کے خلاف سخت ترین اقدامات کا فیصلہ کر لیا ہے۔ حال ہی میں سعودیہ میں جو متعدد دھماکے ہوئے ہیں جن میں بہت سی جانوں اور املاک کا نقصان ہوا ہے، یہ وہاں پر اسلام پسندوں کی سعودی حکومت سے بیزاری کی مثالیں ہیں، اگر سعودی گورنمنٹ نے امریکہ کے تئیں اپنی پالیسی نہیں بدلی تو آنے والے دن اس کیلئے بڑی مصیبتوں کے ہو سکتے ہیں۔ ہم کسی طرح کی دہشت گردانہ کارروائی کو جائز نہیں سمجھتے۔ اسلام پسندوں کی موجودہ کارروائیاں درحقیقت امریکہ اور امریکہ نوازوں کے خلاف ان کا انتہائی مگر جائز اقدام ہے، انھوں نے سمجھ لیا ہے کہ مسلمانوں پر جو ظلم و ستم کی تلوار تنی ہوئی ہے اس کا مقابلہ اسی طرح پر کیا جا سکتا ہے، سعودی حکومت کو اپنی امریکہ نواز پالیسی پر بڑی سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے ورنہ امریکہ نوازی کا سودا اس کو بہت مہنگا پڑ سکتا ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص قرض لے اور اس کی نیت قرض ادا کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کا انتظام فرما دیتا ہے، اور اگر کوئی اس غرض سے کسی سے قرض لے کہ وہ اس کا قرض واپس نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو برباد کر دیتا ہے۔ (بخاری)

انسانی معاشرہ میں ہر ایک دوسرے کا محتاج ہوتا ہے، اور آپس کی مدد و تعاون سے ایک دوسرے کا کام بنتا ہے، کبھی ضرورت ہوتی ہے تو کسی سے قرض بھی لینا پڑتا ہے، قرض لینے کی شریعت میں اجازت ہے، اگرچہ بلاضرورت قرض لینا کوئی اچھی بات نہیں ہے، آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم قرض سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ لیکن شدید ضرورت پر کسی سے قرض لیا جا سکتا ہے، اب قرض لینے والے دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ شخص ہوتا ہے کہ اس کی نیت قرض واپس کرنے کی ہوتی ہے، اس کی نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہوتا ہے، تو ایسے شخص کی اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے اور اللہ اس کے حسن نیت کی وجہ سے اس کے قرض کی ادائیگی کے اسباب پیدا کر دیتا ہے، دوسرا وہ شخص ہوتا ہے کہ قرض لینے کے وقت اس کی نیت میں فساد ہوتا ہے، قرض کی ادائیگی کی نیت نہیں ہوتی ہے، دوسروں کا مال قرض کے نام پر ہڑپ کر جانا اس کا مقصد ہوتا ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ اس کے مال کی برکت کو ختم کر دیتا ہے، اس کا مال تلف ہو جاتا ہے، اگر وہ تاجر ہے تو اس کی تجارت فیل ہو جاتی ہے، دنیا کی آفتیں ایسے شخص کو گھیر لیتی ہیں، حتیٰ کہ وہ دانے دانے کا محتاج ہو جاتا ہے۔

قرض کے سلسلہ میں آنحضورؐ کا اسوہ یہ تھا کہ آپ وقت پر ادائیگی کا اہتمام فرماتے اور قرض دینے والے کی طرف سے کچھ سننا بھی پڑتا تو اس کو بھی آپ گوارا کر لیتے اور فرماتے کہ صاحب حق کو حق ہے کہ تقاضا کرنے میں سختی سے پیش آئے، اسے برا ماننے کی ضرورت نہیں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حق جتنا ہوتا اس سے کچھ زیادہ ہی ادا کرتے، یہ تو قرض کے بارے میں آنحضورؐ کا اسوہ تھا، اور ہمارا کیا حال ہے، ہم میں سے کسی سے مخفی نہیں ہے، قرض کو نہ دینا، ٹال مٹول کرنا، مانگنے والے سے لڑنا جھگڑنا اور قرض کے مطالبہ پر چیں بجبیں ہونا غصہ کرنا یہ سب چیزیں ہمارا روز کا مشاہدہ ہے۔

(۲) حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ گزشتہ زمانہ میں ایک آدمی تھا، اس کا انتقال ہوا تو اللہ نے اس کی مغفرت فرمادی اس سے پوچھا گیا تمہاری بخشش ہو گئی، اس کی کیا وجہ ہے، تو اس نے کہا کہ میرا لوگوں سے لین دین اور کاروبار تھا، میرا معاملہ یہ تھا کہ اگر قرض لینے والا مالدار ہوتا تو میں اسکو مہلت دیتا کہ اگر آج ادا نہیں ہوا ہے تو کل دے دینا، اور اگر قرض لینے والا تنگدست ہوتا تو میں اپنے قرض سے کچھ کم کر دیتا تاکہ اس کی ادائیگی میں سہولت ہو (بخاری)

اوپر کی حدیث میں اس کا ذکر تھا کہ قرض لینے والے کو کیسا ہونا چاہیئے، اس حدیث پاک میں اس کی ہدایت ہے کہ قرض دینے والے کو کس اخلاق کا مالک ہونا چاہیئے یعنی اگر قرض لینے والا وقت پر ادائیگی نہیں کر پا رہا ہے تو اسے مہلت دے دو، دو روز کا وعدہ کرے تو کہو کہ اچھا چار روز میں دے دینا یعنی سختی سے پیش آنے کے بجائے سہولت پسندی سے کام لینا چاہیئے، اور اگر قرض لینے والا غریب ہے، قرض کی ادائیگی میں

غربت کی وجہ سے دقت ہے تو قرض کی رقم کو کچھ کم کر دینا چاہئے تاکہ اس کا بوجھ ہلکا ہو اور رقم کی ادائیگی بھی جلد ہو سکے، یہ کام اتنا افضل اور اعلیٰ ہے کہ اللہ ایسے بندوں سے خوش ہوکر اس کی گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اس کیلئے جنت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

اگر قرض لینے والوں کے ساتھ قرض خواہ اس طرح کا معاملہ کریں تو ان کی رقم کے ڈوبنے کا امکان بھی بہت کم ہو جاتا ہے، اور آپس کے تعلقات میں خوشگواری رہتی ہے ورنہ عام طور پر قرض لینے والے اور دینے والوں کے درمیان لڑائی جھگڑا رہتا ہے، تعلقات خراب رہتے ہیں، رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا کثرت سے مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَ الْمَغْرَمِ۔ (یعنی اے اللہ میں تیرے ذریعہ گناہ کی باتوں سے اور قرض سے پناہ چاہتا ہوں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ قرض سے بہت زیادہ پناہ مانگا کرتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی پر قرض کا بوجھ ہوتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ (بخاری)

قرض لینا کوئی اچھی بات نہیں ہے، شدید ضرورت کے وقت قرض لینا چاہئے، اور اللہ سے اس سے چھٹکارا پانے اور اس کی ضرورت نہ پڑنے کی دعا کرنی چاہئے، قرض لینے سے آدمی بہت سے گناہ کی باتوں میں پڑجاتا ہے اس کو بار بار جھوٹ بولنا پڑتا ہے، طرح طرح کے جھوٹے حیلے بہانے کرنے پڑتے ہیں، عموماً قرض لینے والا وعدہ خلافی کا مرتکب ہوتا ہے کہے گا کہ فلاں دن دے دیں گے مگر وہ اس وعدہ کی پابندی نہیں کر پاتا ہے مسلسل جھوٹ اور وعدہ خلافی سے اس کے اندر بہت سی دوسری برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں اسی وجہ سے جھوٹ بولنے اور وعدہ خلافی کرنے کو منافق کی علامت بتایا گیا ہے، آنحضورؐ کا ارشاد ہے

کہ منافق میں تین علامتیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ وہ بات کرتاہے تو جھوٹ بولتاہے، اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کا پابند نہیں ہوتا، اور تیسری یہ کہ وہ خائن اور بد دیانت ہوتا ہے۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **مطل الغنی ظلم**، یعنی مالدار آدمی قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے یہ ظلم ہے۔

(بخاری)

قرض ضرورت شدید ہو تو لینے کی اجازت ہے مگر قرض لینے والے کو وقت پر ادائیگی کا پورا خیال کرنا چاہیے۔ اور بلا وجہ ٹال مٹول سے بچنا چاہیے اور قرض لینے والا مالدار ہے، قرض کی ادائیگی میں اس کو کوئی دقت اور پریشانی نہیں تو اس کو فوراً اور وقت پر قرض ادا کر دینا چاہیے، مالدار کا ٹال مٹول کرنا بڑے ظلم کی بات ہے۔ حضور پاکؐ کا صاف ارشاد ہے کہ مالدار کا قرض کی ادائیگی میں آنا کانی کرنا ظلم ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا یعنی قرض ادا کرنے میں بلا وجہ ٹال مٹول کرنے والا اللہ کو محبوب نہیں مبغوض ہے، اور جب اللہ ہی کی نگاہ میں وہ ناپسندیدہ شخص قرار پایا تو دنیا میں اس کو کیا عزت ملے گی، یہی وجہ ہے کہ نادہند آدمی کو لوگ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور وہ لوگوں کی نگاہ سے گرا رہتا ہے۔

(۵) آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **الواجد یحل عرضہ وعقوبتہ** یعنی جو قرض ادا کرنے پر قادر ہے اور وہ قرض ادا نہیں کرتا وہ اپنی آبرو کو دوسروں کے لئے خود حلال کر دیتا ہے، اور اس کو جائز بناتا ہے کہ اس کو سزا دی جائے۔ (بخاری)

یعنی ایسا شخص خود ہی اپنی عزت و آبرو کا سودا کرتا اور دوسروں کی زبان اپنے بارے میں کھلواتا ہے، اس کو دوسروں کے طرح طرح کے طعنے سننے پڑتے ہیں جس کا سبب یہ خود ہوتا ہے، قرض خواہ کے مطالبہ پر ایسے شخص کو حاکم وقت قرض کی وصولیابی کیلئے گرفتار کر کے جیل میں رکھ سکتا ہے ـــــ قرض لینے دینے کے بارے میں آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ چند ہدایتیں ہمارے لئے نظر کتنا ہونی چاہئیں۔

مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوری
ڈیوزبری - برطانیہ

علم فقہ اور فقہاء کی اہمیت و فضیلت

آیتِ کریمہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا -

دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دیدیتے ہیں، اور جس کو دین کا فہم مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔

مفسرین کی ایک جماعت نے "حکمت" سے مراد "فقہ" لیا ہے۔
(دیکھئے معارف القرآن ص ۲۷۳ ج ۱، تفسیر مظہری اردو ص ۲۲۵ ج ۱، تفسیر ابن کثیر ص ۳۰۶ ج ۱)

پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جسے علم فقہ دیا گیا اسے خیر کثیر دی گئی۔ تفسیر ماجدی میں ہے۔
"حکمت کی تشریحیں بہت سی کی گئی ہیں، لیکن بہترین اور جامع تشریح یہ ہے کہ وہ امور دین میں فہم صحیح کا نام ہے :"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے (مفسرین کی تفسیر کے مطابق) علم فقہ کو "خیر کثیر" سے تعبیر فرمایا اور الفاظ قرآنی پر غور فرمائیے "خیراً کثیراً" نکرہ لائے ہیں اظہار عظمت کے لئے، یعنی بہت ہی بڑی نعمت۔ (تفسیر ماجدی)

احادیثِ نبویہ

اللہ تعالیٰ کی بھلائی کا ارادہ دین کی سمجھ ہے

(عن معاویہؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین)

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ (بخاری ص ۱۶ ج ۲ باب من یرد اللہ الخ، کتاب العلم، مسلم ص ۲۲۳ ج ۱ باب النہی عن المسئلۃ، کتاب الزکوٰۃ، مشکوٰۃ، کتاب العلم)

تشریح:۔ دین کا علم حاصل ہو جانا اور دین کی سمجھ بوجھ کا مل ہو جانا یہ دونوں بالکل الگ الگ چیزیں ہیں، کتابوں یا اساتذہ سے کچھ معلومات کو حافظہ میں جمع کر لینے والا ضروری نہیں کہ دین کی ""صحیح سمجھ بوجھ بھی رکھتا ہو۔ دراصل ہر کام میں جب آدمی ایک عرصہ دراز تک مستقل لگا رہتا ہے اور شب و روز اس کا یہی شغل رہتا ہے اور گویا وہی اس کا اوڑھنا بچھونا بن جاتا ہے تو اسے اس کام میں ایک خاص ملکہ حاصل ہو جاتا ہے یہی اس کام کی سمجھ بوجھ ہوتی ہے، اسی طرح علوم شرعیہ کے طویل انہماک اور عرصۂ دراز تک اس سے لگاؤ کے بعد وہ علوم اس کے دل و دماغ میں رچ بس جاتے ہیں اور آدمی مزاج شریعت سے آگاہ ہو جاتا ہے اور ذہن ایک ایسی لائن پر پڑ جاتا ہے کہ اگر کبھی کسی معاملہ میں کوئی علمی روشنی آفتاب نبوت سے نہ بھی ملے تب بھی یہ شخص وہی کرے جو شریعت کا منشا و مقتضیٰ ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر ذہن انسانی زندگی کی نئی نئی راہوں میں بھی صحیح راستہ نکالنے کے قابل ہو جاتا ہے، جس کو اصطلاح فقہ میں مقام اجتہاد کہتے ہیں۔

فقہ کی مجلس میں شرکت ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے

"مجلسُ فقہٍ خیرٌ من عبادۃِ ستّین سنۃً"

یعنی فقہ کی مجلس (یا فقہ کے درس میں شریک ہونا) ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

(طبرانی، فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۵ ج ۴)

منافق فقہ فی الدین سے محروم ہوتا ہے

(عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم خصلتان لا يجتمعان فی منافق حسن سمت ولا فقه فی الدین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہو سکتیں، خوش اخلاقی اور فقہ فی الدین۔

(ترمذی، مشکوٰۃ کتاب باب الفصل الثالث)

تشریح :۔ سراج وغیرہ میں بعض سلف سے منافق کی ایک یہ پہچان بتلائی گئی ہے کہ وہ دنیا کے کام کو آخرت کے کام پر مقدم رکھتا ہے تو مومن فقیہ کی شناخت یہ ہوئی کہ وہ آخرت کو مقدم رکھے اور جب فقہ کی پوری سمجھ حاصل ہوتی ہے تو اس کو دنیا کی نمود سے بالکل برأت ہو جاتی ہے، پھر بھلا نفاق کا اثر کیسے رہے گا۔ کیونکہ وہ بھی منافق ہے کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو، چنانچہ بعض احادیث میں تصریح موجود ہے۔

بیہقی نے بعض صحابہؓ سے روایت کی ہے کہ ایمان والوں میں سب سے بہتر عالم فقیہ ہے کہ اگر لوگ اپنی ضروریات سے اس کے پاس جاویں تو اس سے نفع اٹھاویں اور اگر بے پرواہی کریں تو وہ ان کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ (مقدمہ فتاویٰ عالمگیری اردو ص ۱۷)

فقیہ کا مقام

حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد"

یعنی ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔

(ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ، کتاب العلم، الفصل الاول)

دین کی سمجھ حاصل کرنا سب سے اچھی عبادت ہے

(قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما عُبِدَ اللہ بشیءٍ افضل من فقہ فی الدین ولفقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابدٍ ولکل شیءٍ عماد وعماد الدین الفقہ ۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تفقہ فی الدین سے بہتر خدا کی عبادت کسی اور طریقے سے نہیں کی گئی، اور یقیناً ایک فقیہ شیطان پر ہزاروں عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے اور ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے ۔

(الحلیۃ ۲/۱۹۲، وابن حجر فی المطالب ۳۰۶۸، ۳۰۶۹، وذکرہ السیوطی فی الدر المنثور ۱/۳۵۰ والشوکانی فی الفوائد ۲۸۵، بحوالہ حاشیۃ الشامی مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ ص۱۲۳)

تشریح :۔ یہ حدیث فقہ کی فضیلت پر بڑی اہمیت رکھتی ہے، جس میں صاف ارشاد فرمایا گیا کہ تفقہ فی الدین سے بڑھ کر خدا کی عبادت کسی اور طریقے سے نہیں کی گئی، اسلئے کہ عبادت کی کماحقہ ادائیگی فقہ کی معرفت پر موقوف ہے، جاہل کو یہ معرفت حاصل نہیں کہ اوامر کی اتباع کرکے اور مناہی سے اجتناب کرکے کیسے متقی بن جائے، اسی وجہ سے فقہ کا امتیاز اور اسکی فضیلت دوسرے علوم پر ظاہر ہے کہ یہ علم بڑا اہم علم ہے اگرچہ دوسرے علوم مثلاً علم تفسیر وحدیث اشرف ہیں ۔

فقیہ ہزار عابد پر بھاری ہیں :۔ حدیث پاک کا دوسرا جملہ " فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد " کی تشریح کرتے ہوئے صاحب مظاہر حق تحریر فرماتے ہیں ۔

مقابلہ کا یہ مسلم اصول ہے کہ کامیابی اس شخص کے حصہ میں آتی ہے جو اپنے مدمقابل کے داؤ پیچ سے بخوبی واقف ہو اور اس کا توڑ جانتا ہو، چنانچہ ہم خود دیکھتے ہیں کہ اکھاڑہ میں وہ شخص جو اپنے ظاہری قوی اور جسم کے اعتبار سے اہمیت نہیں رکھتا اپنے اس مقابل کو پچھاڑ دیتا ہے جو جسم وبدن کے اعتبار سے اس سے کئی گنا طاقت ور ہوتا ہے، کیونکہ جب مقابلہ میں آتا ہے تو اس کا دماغ بنیادی طور پر مقابل سے ہر داؤ سے بچاؤ کی شکل اور اس کے ہر داؤ کا جواب اپنے خزانہ میں رکھتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کامیابی اسی سے ہی ہوتی ہے ۔

دنیا میں باطنی طور پر انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے جو اپنے مکر و فریب کی طاقت سے لوگوں کو گمراہی کی وادی میں بھٹکاتا رہتا ہے، ظاہر ہے کہ جو لوگ شیطان کے مکر و فریب سے واقف نہیں ہوتے اور اس کی طاقت و قوت کا جواب نہیں رکھتے وہ گمراہ ہوجاتے ہیں، مگر ایسے لوگ جو اس کے ہر داؤ کا جواب رکھتے ہیں اور اس کی طاقت و قوت کی شہ رگ پر ان کا ہاتھ ہوتا ہے وہ نہ صرف یہ کہ خود اس کی گمراہی سے محفوظ رہتے ہیں، بلکہ دوسروں کو بھی محفوظ رکھتے ہیں یہ لوگ وہی عالم ہوتے ہیں جن کے قلب و دماغ نور الٰہی کے مقدس ارشادات سے منور اور ان کے ذہن و فکر علم و معرفت کی طاقت سے بھرپور ہوتے ہیں، اسی لئے اس حدیث میں فرمایا جا رہا ہے کہ شیطان کے مقابلہ میں ایک ہزار عابد جتنی طاقت رکھتے ہیں اتنی طاقت تنہا ایک عالم کے پاس رہتی ہے، کیونکہ جب شیطان لوگوں پر اپنے مکر و فریب کا جال ڈالتا ہے اور انھیں خواہشات نفسانی میں پھنسا کر گمراہی کے راستہ پر لگا دیتا ہے تو عالم اس کی چال سمجھ لیتا ہے، چنانچہ وہ لوگوں پر شیطان کی گمراہی کو ظاہر کرتا ہے اور ایسی تدابیر انھیں بتا دیتا ہے جن پر عمل کرنے سے وہ شیطان کے ہر حملہ سے محفوظ رہتے ہیں۔

برخلاف اس کے وہ عابد جو صرف عبادت ہی عبادت کرنا جانتا ہے اور علم و معرفت سے کوسوں دور ہوتا ہے وہ تو محض اپنی ریاضت و مجاہدہ اور عبادت میں مشغول رہتا ہے اسے یہ خبر بھی نہیں ہونے پاتی کہ شیطان کسی چور دروازے سے اس کی عبادت میں خلل ڈال رہا ہے اور اس کی تمام سعی و کوشش کو ملیامیٹ کر رہا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ظاہری طور پر تو وہ عبادت میں مشغول رہتا ہے، مگر لاعلم ہونے کی وجہ سے وہ شیطان کے مکر و فریب میں پھنسا ہوا ہوتا ہے اس لئے نہ وہ شیطان کی گمراہی سے محفوظ رہتا ہے اور نہ وہ دوسروں کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔

(مظاہر حق جدید ص ۲۴۵، ۱ج)

شیخ عبدالقادر جیلانی کا واقعہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں چند دن کے لئے جنگل بیابان میں مقیم رہا۔ ایک روز شدت سے پیاس لگی تھی میں پانی کی تلاش میں نکلا مگر پانی نہ ملا، اسی

اثنا میں کچھ بادل چھاگئے، کچھ بوندیں برسیں، جن سے مجھے تسکین ہوئی، پھر ان بادلوں سے ایک روشنی نکلی جس نے آسمان کے تمام کناروں کو گھیر لیا اس روشنی میں ایک عجیب وغریب صورت نمودار ہوئی جو مجھ سے مخاطب ہوکر کہنے لگی کہ اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں میں تجھ پر تمام حرام چیزوں کو حلال کرتا ہوں (اس لئے) جو چاہو کرو کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ میں نے کہا، اعوذباللہ من الشیطان الرجیم۔ اے شیطان ملعون! راندۂ درگاہ! دور ہو اور بھاگ، کیا بکتا ہے؟ میں نے جیسے ہی۔ اعوذباللہ، پڑھی وہ روشنی تاریکی سے بدل گئی، اندھیرا چھاگیا، وہ صورت غائب ہوگئی اور آواز آئی کہ اے عبدالقادر شریعتِ مقدسہ کی واقفیت اور علمی بصیرت جو تمہیں حاصل ہے اور جو تقویٰ تمہیں میسر ہے کہ تم بیدار مغز عالم متقی ہو اس کی وجہ سے تم محفوظ رہ گئے اور مجھ سے نجات پاگئے ورنہ اس مقام پر تم جیسے ستر عبادت گذار زاہدوں اور صوفیوں کو گمراہ کرچکا ہوں۔

(البلاغ المبین ص۲۴ ازحضرت شاہ ولی اللہ صاحب، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ص۱۱۰ و ۱۱۲ جلد ۱۔

اخبارالاخیار اردو ص ۳۲ پر بھی یہ قصہ ہے اس میں آخر میں ہے کہ بتلایئے یہ کونسا علم دہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمایا ہے؟ میں نے جواب دیا اللہ کا فضل وکرم اور وہی ابتداء وانتہا میں رہبری کرتا ہے۔ مبادیات فقہ ص ۲۴)

فقہ دین کا ستون ہے

حدیث شریف کے آخر میں فرمایا۔ لکل شئ عماد "کہ ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے، یعنی کوئی بھی چیز بغیر ستون کے قائم نہیں ہوتی، مثلاً ایک بلند وبالا اور خوشنما عمارت اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس کے نیچے بنیادی ستون نہ ہوں۔ ایک حدیثِ پاک میں دین واسلام کیلئے پانچ ستون فرمائے گئے ہیں کہ "بنی الاسلام علی خمس" کہ ان پانچ ستون کے بغیر اسلام مکمل نہیں، ویسے ہی دین کا ستون فقہ کو بتلایا کہ بغیر علم فقہ کے دین اور اس کے ارکان کی معرفت اور اس پر عمل ممکن نہیں، گویا فقہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

علامہ ابن عبدالبرؒ نے اپنی مشہور کتاب " جامع العلم و فضلہ " میں اس روایت کو تھوڑے فرق سے بیان کیا ہے۔

بہترین عبادت فقہ کا علم ہے

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سب سے اچھا دین وہ ہے جو سب سے آسان ہو اور بہترین عبادت (علم) فقہ ہے۔

(جامع بیان العلم و فضلہ۔ لابن عبدالبر ص ۲۵ العلم والعلماء ص ۵۲)

الناس معادن کمعادن الذہب

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا۔

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ سونے چاندی کے کان کی طرح ہیں جو لوگ ایام جاہلیت میں (کریم الاخلاق ہونے کی وجہ سے مقتدا اور پیشوا اور) اچھے تھے وہ (زمانہ) اسلام میں بھی اچھے ہیں اگر وہ سمجھیں (یعنی فقہ فی الدین حاصل کریں۔ احکام کو علی وجہ البصیرت جانتے ہوں اور فروعات کے استنباط کی قوت رکھتے ہوں) اس سے فقہ کی شرافت ظاہر ہے۔ پس واقعی خوبی و شرافت ذاتی یہی ہے کہ ایمان والا فقیہ ہو اور اگر یہ بات اس سے ظاہر نہ ہو تو گویا کان کے اندر یہ کنکر تھا یا زہریلی مٹی تھی۔

(مقدمہ فتاویٰ عالمگیری اردو ص ۶ ج ۱)

فقہاء کی مثال

حضرت علیؓ کا فرمان ہے :

" انما مثل الفقھاء کمثل الاکف "

بے شک فقہاء کی مثال ہتھیلی کے مانند ہے، یعنی جس طرح انسان ہتھیلی کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح لوگ فقہ اور فقیہ کے محتاج ہیں

(مفید المفتی ص ۹ فتاوی رحیمیہ ص ۱۶۵ ج ۴)

تفقہ فی الدین کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

فقہ فی الدین کی عظمت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ کیلئے یہ دعا فرمائی ۔

"اللّٰھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل"

اے اللہ ابن عباسؓ کو دین کی سمجھ اور علم تفسیر عطا فرما (ترجمان السنہ ص ۸۵۲ ج ۲)

فقہ کے طالب علم کے ساتھ نرمی کی وصیت

عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس لکم تبع وان رجالا یاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا اتوھم فاستوصوا بھم خیرا ۔

حضرت ابو سعید خدریؓ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اے میرے صحابہؓ) لوگ تمہارے تابع ہیں ۔ دور دراز سے تمہارے پاس تفقہ فی الدین حاصل کرنے کیلئے آئیں گے، جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ (نرمی محبت اور) بھلائی کے ساتھ پیش آنا ، یہ میری تم کو وصیت ہے ۔ (مشکوٰۃ ، کتاب العلم)

قرآن پاک میں تفقہ فی الدین کے حصول کا امر

"فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین"

سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت (جہاد) میں جایا کرے تاکہ (یہ) باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں ۔

(سورۂ توبہ آیت ۱۲۲)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں :

قرآن حکیم نے اس جگہ علم دین کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی لفظ میں بتلا دیا ہے وہ ہے ۔ "لیتفقھوا فی الدین" یہ موقع بظاہر اس کا تھا کہ "یتعلمون الدین" کہا جاتا ، یعنی علم دین حاصل کریں مگر قرآن نے اس جگہ "تعلم" کا لفظ چھوڑ کر "تفقہ" کا لفظ

اختیار فرماکراس طرف اشارہ کر دیا کہ علم دین کا محض پڑھ لینا کافی نہیں، وہ تو بہت سے کافر، یہودی، نصرانی بھی پڑھتے ہیں اور شیطان کو سب سے زیادہ علم حاصل تھا، بلکہ علم دین سے مراد دین کی سمجھ پیدا کرنا ہے، یہی لفظ "تفقہ" کا ترجمہ ہے اور یہ فقہ سے مشتق ہے۔ فقہ کے معنی سمجھ پیدا کرنا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ نظر ہے کہ قرآن کریم نے اس جگہ مجرد کے صیغے سے "لیفقھوا فی الدین" یعنی "تاکہ وہ دین کو سمجھ لیں نہیں فرمایا" بلکہ "لیتفقھوا فی الدین" فرمایا جو باب تفعل سے ہے اس کے معنی میں محنت و مشقت کا مفہوم شامل ہے۔ مراد یہ ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنے میں پوری محنت و مشقت اٹھاکر مہارت حاصل کریں۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ صرف اتنی بات سے پیدا نہیں ہوتی کہ طہارت نجاست یا نماز، روزے، زکوۃ، حج کے مسائل معلوم کرے، بلکہ دین کی سمجھ بوجھ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اس کے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون کا آخرت میں اس سے حساب لیا جائے گا۔ اس کو اس دنیا میں کس طرح رہنا چاہیئے۔ دراصل اسی فکر کا نام دین کی سمجھ بوجھ ہے۔ اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ کی تعریف یہ کی ہے کہ انسان ان تمام کاموں کو سمجھ لے جن کا کرنا اس کیلئے ضروری ہے اور ان تمام کاموں کو بھی سمجھ لے جن سے بچنا اس کیلئے ضروری ہے۔

آج کل جو علم فقہ مسائل جزئیہ کے علم کو کہا جاتا ہے یہ بعد کی اصطلاح ہے۔ قرآن و سنت میں فقہ کی حقیقت وہی ہے جو امام اعظم نے بیان فرمائی ہے کہ جس شخص نے دین کی کتابیں سب پڑھ ڈالیں مگر یہ سمجھ بوجھ پیدا نہ کی وہ قرآن و سنت کی اصطلاح میں عالم نہیں۔ اس تحقیق سے معلوم ہوگیا کہ علم دین حاصل کرنے کا مفہوم قرآن کی اصطلاح میں دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہے وہ جن ذرائع سے حاصل ہو وہ ذرائع خواہ کتابیں ہوں یا اساتذہ کی صحبت سب اس نصاب میں داخل ہیں۔ (معارف القرآن ص ۴۹۱ ج ۴)

فقہاء سے مشورہ کا حکم

امیرالمؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا اگر کوئی حادثہ پیش آجائے اور اس کا صریح حکم نہ ملے تو میں کیا کروں؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شاوروا الفقہاء والعابدین ولا تمضوا فیہ رأی خاصۃ " یعنی جماعتِ فقہاء اور جماعتِ عابدین (جن کو کمال ولایت اور نظر کشف وشہود سے اجتہاد کا مرتبہ حاصل ہے) سے مشورہ کرو۔ اپنی رائے خاص سے اس میں فیصلہ نہ کرو۔

(رواہ الطبرانی فی معجمہ الاوسط ورجالہ موثوقون من اھل الصحیح کما فی زوائد الہیثمی ۱/۱۷۸، معارف السنن ۲/۲۶۴ فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵۵ ج ۴)

فقہاء کی قلت علامات قیامت میں سے ہے

شیخ علی متقیؒ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو الانصاریؓ کی روایت نقل کی ہے۔

"من اقتراب الساعۃ کثرۃ القطر وقلۃ النبات وکثرۃ القراء وقلۃ الفقہاء وکثرۃ الامراء وقلۃ الامناء "

قیامت کی علامات میں بارش کا زیادہ ہونا اور پیداوار کا کم ہونا ہے اور قراء کی زیادتی اور فقہاء کی قلت ہے اور امراء کی کثرت اور امانت داروں کی کمی ہیں۔

(کنز العمال ص ۲۲۰ ج ۱۴ رقم الحدیث ۳۸۴۷۲)

سیادت سے پہلے حصول تفقہ کا حکم

حضرت عمرؓ کا فرمان ہے۔ تفقہوا قبل ان تسودوا۔ یعنی سردار بننے سے پہلے فقہ حاصل کرو۔

(رواہ البیہقی فی الشعب، کذا فی المقاصد الحسنۃ ص ۱۵۹، رقم الحدیث ۳۲۱، کشف الخفاء ص ۲۷۸ رقم الحدیث ۱۰۰۰)

فقہ اور فقہاء کے متعلق صحابہؓ و اسلافؒ کے اقوال

ایک گھڑی فقہ کا حصول رات بھر کی عبادت سے افضل ہے

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ! اگر میں ایک گھڑی بیٹھ کر اپنے دین میں تفقہ حاصل کروں تو یہ مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ شام سے صبح تک پوری رات عبادت میں گذاروں۔

(العلم والعلماء ص ۵۴)

ہزاروں عابد کی موت ایک فقیہ کے مقابلہ میں ہیچ ہے

حضرت عمرؓ کا قول ہے : قائم اللیل اور صائم النہار ہزار عابدوں کی موت حلال وحرام جاننے والے ایک دانا و بینا کی موت کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ (العلم والعلماء ص ۵۵)

علمی مذاکرہ رات کی عبادت سے بہتر ہے

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک پوری رات علمی مذاکرے میں گذار دینا عبادت میں گذارنے سے بہتر ہے۔

اسحاق بن منصورؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے حضرت قتادہؓ کے اس قول کا ذکر کیا تو فرمایا اس سے مراد وہ علم ہے جس سے لوگ اپنے دین میں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میں نے کہا، مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج، طلاق وغیرہ مسائل واحکام کا علم ؟ کہنے لگے ہاں۔ اسحاق کہتے ہیں اسحاق بن راہویہؒ نے بھی امام احمدؒ کی تصدیق کی ۔ (العلم والعلماء ص ۵۴)

علم فقہ میں مہارت حاصل کرنی چاہیئے

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ آدمی کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ شعر گوئی اور نحو میں مہارت حاصل کرے، کیونکہ شاعر کا انجام کار (لوگوں کی مدح سرائی یا برائی کرکے) بھیک مانگے گا اور نحو کا ماہر انجام کار تعلیم صبیان میں مشغول ہوگا اور چاہیئے کہ حساب داں بھی نہ بنے، کیونکہ وہ انجام کار زمین کی پیمائش کرتا پھرے گا، بلکہ اس کو چاہیئے کہ علم فقہ میں مہارت حاصل کرے (اس لئے کہ لوگ کبھی اس سے مستغنی نہیں ہو سکتے)۔

(مقدمہ شامی ص ۱۲۱ - مبادیات فقہ ۲۸)

حدیث کی مراد کو فقہاء ہی سمجھنے والے ہیں

امام ترمذیؒ فیصلہ فرماتے ہیں :

"وکذلک قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث"

اسی طرح فقہاء نے فرمایا ہے اور وہ حضرات ہی حدیث کی مراد اور مقصد سب سے بہتر سمجھنے والے ہیں۔ (ترمذی ص۱۸ ج ۱)

حدیث فقہاء کے بغیر گمراہ کرنے والی ہے

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے استاد امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں۔ الحدیث مضلۃ الا الفقہاء " (تفقہ فی الدین کے بغیر) حدیث گمراہ کرنے والی ہے سوائے فقہاء کے ۔

یعنی جس کو تفقہ فی الدین حاصل نہیں وہ حدیث کی صحیح مراد تک نہ پہنچ سکے گا اور اپنی ناقص رائے سے الٹا سیدھا مطلب اخذ کرے گا اور گمراہ ہو گا۔ دیکھئے . . . . . فرق باطلہ قرآن وحدیث ہی سے استدلال کرتے ہیں مگر گمراہ ہوتے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۱۶۶ ج۴)

علم تو دو ہی ہیں علم فقہ اور علم طب

امام شافعیؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ:

"العلم علمان علم الفقہ للادیان وعلم الطب للابدان وما وراء ذلک بلغۃ مجلس"

(سیکھنے کے لائق) علم (درحقیقت) دو ہی ہیں (ایک) فقہ کا علم طریقۂ زندگی کیلئے (بغیر علم فقہ کے دین کے احکام سے ناواقفیت رہ جاتی ہے) اور (دوسرا) علم طب علاج جسمانی کیلئے اور بقیہ علوم تو صرف حظ نفس کا ذریعہ ہیں ۔

امام شافعیؒ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ دو علم ضروری ہیں، ان کی تحصیل ہر شخص کیلئے ازحد ضروری ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر علوم درجۂ کفایت میں ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ بقیہ

علوم بے سود ہیں۔

اسی طرح کا قول حضرت علیؓ کی طرف بھی منسوب ہے۔

علم فقہ کی اہمیت وفضیلت پر چند اشعار

اذا ما اعتز ذو علم بعلم — فعلم الفقہ اولی باعتزاز

فکم طیب یفوح ولا کمسک — وکم طیر یطیر ولا کباز

یعنی جب ذی علم اپنے علم سے اعزاز حاصل کرتا ہے تو علم فقہ اس کیلئے زیادہ بہتر ہے۔ اسلئے کہ بہت سی خوشبوئیں مہکتی ہیں، لیکن مشک کی طرح نہیں ہو سکتیں اور بے شمار پرندے اڑتے ہیں مگر باز کو نہیں پہنچ سکتے۔

تفقہ فان الفقہ افضل قائد — الی البر والتقوی واعدل قاصد

ہو العلم الہادی الی سنن الہدی — ہو الحصن ینجی من جمیع الشدائد

وکن مستفیدا کل یوم زیادۃ — من الفقہ واسبح فی بحور الفوائد

فان فقیہا واحدا متورعا — اشد علی الشیطان من الف عابد

علم فقہ ضرور حاصل کر کیونکہ وہ بہترین رہنما ہے بر اور تقوی کے حصول کا اور سیدھا قاصد ہے۔

وہ ایسا علم ہے جو سنن ہدی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ وہ ایسا قلعہ ہے جو تمام مصائب سے نجات دیتا ہے۔

اور روزانہ علم فقہ سے زیادہ مستفید ہو اور فوائد کے سمندروں میں تیر (علم کے سمندر میں خوب غوطہ لگاؤ)

بیشک ایک (متقی) متورع فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہیں۔

وخیر علوم علم فقہ لانہ — یکون الی کل العلوم توسلا

علم فقہ تمام علوم میں بہتر ہے اس لئے کہ یہ علم تمام علوم کیلئے وسیلہ ہے۔

والعمر عن تحصیل کل علم — یقصر فابدا منہ بالاھم

وذلک الفقہ فان منہ — مالا غنی فی کل حال عنہ

اور (انسان کی مختصر) عمر ہر (طرح لامحدود) علوم کے حاصل کرنے سے قاصر (وعاجز) ہے، لہذا اہم (علم کے حصول سے) ابتدا کر۔

اور وہ (اہم علم) فقہ ہے اس لئے کہ اس سے کسی حال میں کوئی مستغنی نہیں۔

مولانا عبدالاحد کوثر قادری صاحب لاچپوری نے خوب کہا ؎

علم فقہ کی اب میں فضیلت بیاں کروں — اس کی اہمیت کی حقیقت بیاں کروں

علم فقہ کے معنی طہارت کی زندگی — اس علم کا منشا نفاست کی زندگی

علم فقہ کا نام فضیلت کی زندگی — اس علم سے مراد شریعت کی زندگی

علم فقہ عطیہ خیر القرون ہے — فرمایا آپ نے یہ دیں کا ستون ہے

فقہ کی فضیلت کے آخر میں اس بات کا اظہار نا مناسب نہ ہوگا کہ علم حدیث وعلم تفسیر کے جو فضائل قرآن وحدیث میں آئے ہیں وہ بھی فقہ پڑھنے والے کو حاصل ہوجاتے ہیں، اس لئے کہ فقہ درحقیقت درایت کا نام ہے۔ فقہ کوئی الگ چیز نہیں ہے، بلکہ قرآن وحدیث ہی کا عطر ہے۔

فقہ قرآن وحدیث کا عطر ہے اسکی مثال

اس کی مثال ایسی سمجھئے جیسے دودھ، مکھن اور گھی۔ حدیث کو دودھ سمجھئے اس سے مکھن اور گھی بنتا ہے، اسی طرح اصل قرآن وحدیث ہے اور فقہ اس کا گھی ہے جس کے بغیر انسان اپنی زندگی نہیں گذار سکتا۔ (مبادیاتِ فقہ ص ۲)

شامی میں ہے:

ان الفقه هو ثمرة الحديث وليس ثواب المحدث الفقيه اقل من ثواب المحدث۔

یعنی فقہ حدیث کا خلاصہ ہے اور فقیہ کا اجر محدث کے اجر سے کم نہیں۔ (مقدمہ شامی)

محدثین نے اس حدیث کے زمرہ میں جس میں فرمایا۔

اللهم ارحم خلفائي الذين يأتون من بعدي الذين يردون احاديثي

وسُنتی ویعلمونھا الناس۔

یعنی اللہ تعالیٰ میرے خلفاء پر رحم فرمائے جو میرے بعد آئیں گے، جو میری احادیث اور سنتوں کو روایت کرتے ہیں اور لوگوں کو سکھاتے ہیں۔

فقہاء کو بھی شامل فرمایا ہے، چنانچہ علامہ عبدالرؤف مناویؒ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔ فیدخل فیہ الفقہاء، کہ اس فضیلت میں فقہاء بھی شامل ہیں۔ (فیض القدیر شرح جامع الصغیر ص ۱۸۸ ج ۲ رقم الحدیث ۱۵۴۴)

مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

الحافظ الامام شیخ خراسان کے نام سے یاد کئے جاتے تھے، امام بخاری امام احمد اور ابن معین وغیرہ جلیل القدر ائمہ فقہ وحدیث نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں، بخاری میں جو روایتیں ثلاثیات کہلاتی ہیں اور جو امام بخاری کے لئے علو سند کی وجہ سے مایہ فخر ہیں ان میں سے بیشتر انھیں مکی بن ابراہیم سے امام بخاری روایت کرتے ہیں ———— عبدالصمد بن الفضل البلخی ان سے روایت کرتے ہیں کہ یہ فرماتے تھے کہ میں نے ساٹھ حج کئے اور ساٹھ عورتوں سے شادی کی اور مکہ میں دس سال رہا اس وجہ سے ان کو مکی کہا جاتا ہے، فرماتے تھے کہ میں نے سترہ تابعیوں سے احادیث لکھی ہیں ———— مکی بن ابراہیم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ اپنے زمانہ میں حدیث وفقہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔

جامع مسانید میں ہے کہ کان من اصحاب ابی حنیفۃ یروی عنہ الکثیر یعنی یہ حضرت امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے تھے، ان سے بہت زیادہ روایت کرتے ہیں۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

عورتوں کو مسجد میں نماز کیلئے حاضر ہونے کا مسئلہ

ادھر کچھ روز سے غیر مقلدوں میں عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے کے مسئلہ کو بڑے زور و شور سے ابھارا جا رہا ہے، گویا اسی ایک مسئلہ پر اسلام اور اسلامی احکام کے بقاء کا مدار ہے، اور اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ عورتوں کو مسجد میں لاکر نماز نہ پڑھوا دیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ جو مسئلہ غیر اہم تھا اس کو اتنی اہمیت کے ساتھ اچھالا کیوں جا رہا ہے؟ کیا قرونِ اولیٰ یعنی صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں پنجوقتہ حاضری کے لئے اتنا زور دیا جاتا تھا؟ یا اس زمانہ سے پہلے کبھی اس مسئلہ کو اتنی شدت کے ساتھ ابھارا گیا تھا جتنی شدت کے ساتھ غیر مقلدین اس مسئلہ کو آج ابھار رہے ہیں۔

اسلافِ امت میں سے کسی ایک شخص کے بارے میں غیر مقلدین یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ انھوں نے عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے پر تعریفی کلمات کہے ہوں، یا اس عمل کی انھوں نے ہمت افزائی کی ہو، یا عورتوں کو مسجد میں نہ آنے پر ناگواری کا اظہار کیا ہو، یا عورتوں کو مسجد میں آنے کی دعوت و تبلیغ کی ہو، یا اس بارے میں کوئی رسالہ یا کتاب لکھی ہو؟

اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو پھر ناظرین یہ سوچنے میں برحق ہیں کہ آخر آج کے غیر مقلدوں میں یہ ابال کیوں آیا، اور انھوں نے عورتوں کو مسجد میں پنجوقتہ حاضری کے مسئلہ کو حق و باطل کا مدار کیوں بنایا اور اتنے زور و شور کے ساتھ اس پندرہویں صدی کی ابتداء میں اس کی دعوت و تبلیغ کیوں کرنے لگے، حتی کہ جو چیز صرف مباح تھی انھوں نے اپنے عمل اور اپنے قول سے اس کو واجب کے درجہ تک پہونچا دیا اور دین و شریعت میں خطرناک تحریف کا کارنامہ انجام دیا۔

ناظرین کی حیرانی اپنی جگہ پر برحق ہے، ہمیں بھی یہ حیرانی تھی، مگر جب ہم نے غیر مقلدین کے مذہب و عقیدہ اور ان کے افکار و خیالات کا گہرائی سے جائزہ لیا تو ہماری یہ حیرانی ختم ہوگئی۔

اصل میں بات یہ ہے کہ شیعوں اور غیر مقلدوں کے مابین عقائد و مسائل میں بڑی حد تک اشتراک ہے، اور ان دونوں اہل سنت والجماعت سے خارج فرقوں کو عمومی طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے چڑھ ہے، چنانچہ ان دونوں فرقوں نے اپنا یہ عقیدہ بنایا ہے کہ نہ صحابہ کرام کا فعل حجت ہے اور نہ ان کا قول حجت ہے، حتی کہ صحابہ کرام اگر کسی مسئلہ پر اجماع بھی کرلیں تو یہ دونوں فرقے صحابہ کرام کا اجماع اور ان کے اجتماعی فیصلہ کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں جیسے طلاق اور تراویح اور جمعہ کی اذان ثالث کا مسئلہ ہے، اور تینوں مسئلوں میں ساری امت نے صحابہ کرام کے اجماعی فیصلہ کو قبول کرلیا مگر غیر مقلدین اور شیعوں نے اس کا انکار کیا اب نہ شیعوں کے نزدیک تین طلاق تین ہے اور نہ غیر مقلدین کے نزدیک اور نہ شیعہ تراویح اور تراویح کی بیس رکعت کے قائل ہیں نہ غیر مقلدین، تراویح اور تراویح کی بیس رکعت کے قائل نہ شیعوں نے جمعہ کی اذان ثالث جو اب پہلی اذان کہلاتی ہے کو قبول کیا اور نہ غیر مقلدین نے اسے قبول کیا۔

یہ تو شیعوں اور غیر مقلدوں کا عام صحابہ کرام کے بارے میں رویہ ہے مگر یہ دونوں فرقے بالخصوص حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ چڑھے ہوئے ہیں، شیعوں کا حضرت عمر اور حضرت عائشہ سے چڑھا ہوا ہونا تو سب کو معلوم ہے مگر یہ کم لوگوں کو معلوم

ہوگا کہ غیر مقلدین بھی حضرت عائشہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے کبیدہ خاطر رہتے ہیں۔ اوران کے قلوب ان دونوں گرامی قدر شخصیتوں سے منشرح نہیں ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کو ان دونوں صحابہ کرام کے بارے میں بدزبانی و بدکلامی تک سے باک نہیں ہوتا۔ طلاق اور تراویح کے بارے میں غیر مقلدین کی تحریرات جن کو پڑھنے کا اتفاق ہوا ہوگا اس نے محسوس کیا ہوگا کہ حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ کس درجہ گستاخ ہیں، اور اس خلیفہ راشد فاروق بین الحق والباطل کے بارے میں ان کی زبان سے کتنے بیہودہ کلمات نکلتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی غیر مقلدین جرأت بیجا کا بلا تکلف اظہار کرتے ہیں، ان کے بڑے میاں نے فتاویٰ نذیریہ میں حضرت عائشہ کے فہم پر عدم اعتماد کا برملا اظہار کیا ہے، اور اسی فتاویٰ نذیریہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین کا مصداق ٹھہرایا گیا ہے۔

چونکہ مسجد میں عورتوں کا جانا لوگوں کے بدلتے ہوئے اخلاق واحوال کو دیکھ کر نہ حضرت عائشہؓ کو پسند تھا اور نہ حضرت عمرؓ کو، اس وجہ سے ان کی مخالفت میں عورتوں کو مساجد میں لیجانے کی زورزوری اور شوراشوری کا ہنگامہ ان غیر مقلدوں نے کھڑا کر رکھا ہے۔

ان غیر مقلدوں کے مکروفریب کی بات یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اس مسئلہ میں اصل حقیقت سے آگاہ نہیں کرتے بلکہ کتاب وسنت کا نام لے کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

بہرحال آئیے ہم دیکھیں کہ عورتوں کو مسجد میں جانے یا نہ جانے کے مسئلہ کی اصل نوعیت کیا ہے، اس مسئلہ کو ہم امام بخاری اور حافظ ابن حجر کی تحقیقات کی روشنی میں طے کرنے کی کوشش کریں گے۔

قبل اس کے کہ اس مسئلہ میں ہم امام بخاری اور حافظ ابن حجر کی تحقیقات پیش کریں چند ابتدائی باتیں ناظرین کے ملاحظہ میں لانا چاہتے ہیں جس سے ان شاء اللہ مسئلہ زیر بحث کی نوعیت کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

پہلے تو ہم اس پر غور کرلیں کہ کیا عورتوں کی مسجد میں حاضری شریعت کا مطلوب و

مقصود ہے ؟ جب ہم اس بارے میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں اس کا جواب نفی میں ملتا ہے اس لئے کہ کتاب و سنت میں عورتوں کے بارے میں جو سب سے زیادہ تاکید کے ساتھ حکم ملتا ہے وہ یہ ہے کہ عورتوں کو زیادہ سے زیادہ ستر پوشی کے ساتھ اور پردہ میں رہنا چاہئے، قرآن میں خود ازواج مطہرات کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ۔ وقرن فی بیوتکن ۔ یعنی تم اپنے گھروں میں جم کرکے رہو، نیز ازواج مطہرات اور تمام مسلمان عورتوں کو پردہ کا حکم دیا گیا، قرآن کا ارشاد ہے :

یایھا النبی قل لازواجك یعنی اے نبی آپ کہہ دیجئے اپنی عورتوں کو اور وبناتك ونساء المومنین یدنین اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو نیچے علیھن من جلا بیبھن ۔ لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں ۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے :

وقل للمؤمنات یغضضن اور آپ فرمادیں ایمان والیوں سے کہ وہ من ابصارھن ۔ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں ۔

غرض قرآن کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے سلسلہ میں اصل یہی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ستر اور پردہ میں رہیں اور تا حد امکان مردوں سے ان کا خلا ملا نہ ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ بلا وجہ اور بلا عذر شرعی مردوں کا عورتوں کو دیکھنا یا عورتوں کا مردوں کو دیکھنا حرام ہے۔

اور چونکہ مردوں کے اجتماعات میں عورتوں کی شرکت میں بہت زیادہ مفاسد کا اندیشہ ہوتا ہے اس وجہ سے اگر کوئی دینی شدید ضرورت نہ ہو تو ان اجتماعات میں عورتوں کی شرکت کو ناپسند سمجھا گیا ہے بلکہ ان کی شرکت اگر اندیشہ فتنہ ہو تو حرام ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا خلا ملا یا ان کے اجتماع کی جگہوں میں عورتوں کا پایا جانا شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے اسی وجہ سے نماز جیسے اہم فریضہ کی ادائیگی کے لئے بھی مسجد میں ان کی حاضری کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔

اور اسے شریعت نے پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جس طرح سے مردوں کے بارے میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے تاکیدی احکام ہیں کہ وہ مسجد میں حاضر ہو کر جماعت سے نماز پڑھا کریں، اس طرح کے تاکیدی احکام عورتوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہیں، مردوں کے بارے میں تو آپ کا یہ ارشاد عام پڑھے لکھوں کو بھی معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت میں نہ حاضر ہونے والوں کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر مجھے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کے گھروں میں آگ لگانے کا حکم دے دیتا، یہ دھمکی مردوں کیلئے تھی عورتوں کے لئے نہ تھی، اور نہ کسی حدیث میں عورتوں کو تاکید کے ساتھ مسجد میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا ہے، یہ ضرور ہے کہ ان کو منع بھی نہیں کیا گیا ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا منشا یہی تھا کہ عورتیں گھروں میں نماز پڑھا کریں یہی ان کیلئے زیادہ افضل اور اولیٰ ہے، اس بارے میں آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں، آپ نے فرمایا :

لا تمنعوا نساءکم المساجد	اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے مت
وبیوتھن خیر لھن (ابوداؤد،	روکو اور ان کے گھر ان کیلئے (مسجد میں آنے سے)
فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۰)	بہتر ہیں۔ (اس حدیث کو ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے)

مسند احمد بن حنبل اور طبرانی کی روایت ہے کہ ام حمید ساعدیہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں اور آپ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ انی احب الصلٰوۃ معک۔ اے اللہ کے رسول میری تمنا ہوتی ہے کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھوں تو آپ نے فرمایا۔ قد علمت۔ ہاں مجھے پتہ ہے، اس کے بعد آپ نے جو ام حمید سعدیہ سے فرمایا وہی سننے کی بات ہے۔ آپ نے ان سے فرمایا :

وصلاتک فی بیتک خیر لک	تمہارا کوٹھری میں نماز پڑھنا گھر کے کمرہ میں
من صلاتک فی حجرتک، وصلاتک	نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کمرہ میں نماز پڑھنا

فی حجرتك خیر من صلاتك فی دارك وصلوتك فی دارك خیر من صلوتك فی مسجد قومك وصلوتك فی مسجد قومك خیر من صلوتك فی مسجد الجماعة (فتح الباری ج۲ ص۳۵۰)

گھر کے کھلے حصہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور گھر کے کھلے حصہ میں نماز پڑھنا محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

ناظرین اس حدیث میں غور کریں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہی عہد مبارک میں عورتوں کیلئے مسجد میں حاضر ہو کر مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند فرمایا تھا یا آپ کا منشا یہ تھا کہ عورتیں اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

ووجہ کون صلاتھا فی الاخفاء افضل تحقق الامن فیہ من الفتنۃ (فتح الباری ج۲ ص۳۵۰)

یعنی عورتوں کا چھپی جگہوں پر نماز پڑھنا اسلئے افضل ہے کہ اس میں فتنہ کا خوف نہیں رہتا

نیز فرماتے ہیں:

ویتاکد ذلك بعد وجود ما احدث النساء من التبرج والزینۃ، ومن ثم قالت عائشۃ ما قالت (ایضاً)

اور جب عورتوں میں بننا سنورنا اور بے پردگی پیدا ہو گئی ہے تو اب یہ حکم اور بھی تاکیدی ہو گیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اس بارے میں حضرت عائشہ کی وہ بات ہے جو انھوں نے کہی ہے۔

اور حضرت عائشہ نے جو بات کہی جس کی طرف حافظ ابن حجر نے اشارہ کیا ہے وہ آئندہ آرہی ہے۔

بہر حال یہ بات واضح ہے کہ خود اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا افضل اور اولیٰ نہیں تھا، اگر ان کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا اللہ کے رسول کی نگاہ میں بہتر اور افضل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح مردوں کو مسجد

میں حاضر ہونے اور شریک جماعت ہونے کی تاکید فرماتے تھے اور ان کی عدم حاضری پر ناراضگی اور ناگواری کا اظہار فرماتے تھے اسی طرح عورتوں کی بھی مسجد میں حاضری اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا آپ تاکیدی حکم فرماتے، مگر آپ تو عورتوں کے بارے میں صاف صاف فرما رہے ہیں بیوتھن خیر لھن کہ عورتوں کا گھر ہی میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

غیر مقلدین جو آج بڑے جوش و خروش کے ساتھ عورتوں کو مسجد میں آنے کی اور مردوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کی تبلیغ کر رہے ہیں وہ ایک حدیث بھی نہیں پیش کر سکتے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجد میں آنے کی حوصلہ افزائی کی ہو، اور نہ وہ اس بارے میں صحابہ کرام میں سے کسی صحابی کا کوئی ارشاد نقل کر سکتے ہیں اور نہ ائمہ اربعہ یا کسی محدث کا اس بارے میں کوئی تاکیدی حکم دکھلا سکتے ہیں، مگر وہ آج اس مسئلہ پر اپنی پوری توانائی اس طرح صرف کر رہے ہیں کہ اگر آج عورتوں نے مردوں کے ساتھ مل کر مسجد میں نماز پڑھنا شروع نہیں کیا تو دین کی اساس ڈھ جائیگی۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا پسند نہیں تھا تو آپ نے اپنے زمانہ میں ان کو صراحۃ امر فرما کر روک کیوں نہیں دیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دین کے سیکھنے اور سکھلانے کا زمانہ تھا، آپ کے ارشادات سے بھی لوگ روشنی حاصل کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی، آپ کے عہد مبارک میں عورتیں مسجد میں نماز پڑھتیں تو آپ کے عمل نماز سے وہ بہت کچھ سیکھتی بھی تھیں اور آپ کے عمل کو دیکھ کر نماز کی جو کیفیت ان کے ذہن و دماغ میں گھر بنا لیتی تھی زبانی تعلیم و تعلم سے وہ کیفیت اتنی مضبوطی سے ان کے دلوں میں گھر نہیں کر سکتی تھی، اس وجہ سے آپ نے اپنے زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں آنے سے صراحۃ منع نہیں فرمایا تھا کہ وہ اس خیر سے محروم نہ رہیں۔

دوسری وجہ وہی ہے جس کا اظہار ام حمید سعدیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔

یعنی یارسول اللہ انی احب الصلوٰۃ معک اے اللہ کے رسول میری خواہش ہوتی ہے کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عموماً آپ ہی نماز میں امامت کیا کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی خواہش ہر مسلمان کے دل میں ابھرتی تھی خواہ وہ مرد ہو یا عورت، مردوں کی طرح اس زمانہ کی عورتوں کا بھی یہی جذبہ تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اقتداء میں نماز پڑھیں اور اس کی برکات سے وہ بھی متمتع ہوں۔
اور عورتوں کے اس جذبہ اخلاص ومحبت کا آپ کو علم بھی تھا جیسا کہ آپ نے ام حمید ساعدیہ کے مذکورہ بات کے جواب میں فرمایا۔ قد علمت۔ یعنی مجھے تمہارے اس جذبہ کا علم ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمت مجسم تھے عورتوں کو اگر حکماً مسجد میں آنے سے روک دیتے تو عورتوں کے اس جذبہ کو بڑی ٹھیس پہونچتی اس لئے آپ نے ان کو حکماً اس سے روکا نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی سراپا خیر وبرکت اور صلاح وتقویٰ کا انتہائی معیاری زمانہ تھا اس لئے ان فتنوں کا بھی ایسا اندیشہ نہیں تھا جو بعد میں پیدا ہوئے یا ہونیوالے تھے۔
مگر چونکہ بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت آنے والے فتنوں کو بھی دیکھ رہی تھی اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنے ہی کو بہتر بتلایا، اور ان کے لئے مسجد کی حاضری کو واجب قرار نہیں دیا۔
اب اگر کسی کے ذہن میں یہ شبہ ہو کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے جو فتنے ابھرنے والے تھے ان کو دیکھ رہی تھی یا عورتوں اور مردوں میں آپ کے بعد کے زمانوں میں جو اخلاقی بگاڑ ہونے والا تھا آپ کی نگاہ بصیرت اس کا مشاہدہ کر رہی تھی یا عورتوں میں جو بے پردگی بناؤ سنگار تبرج اور زینت پایا جانیوالا تھا اس کا آپ کو ادراک تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں اگر مذکورہ بالا مصلحتوں کے پیش نظر عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہیں روکا تو بعد کے لئے صراحۃً آپ یہ حکم فرما دیتے کہ ہمارے عہد میں تو عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت ہے مگر ہمارے بعد عورتوں کا مسجد میں نماز کیلئے جانا ممنوع ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہی زمانہ مبارک کی عورتوں کے لئے یہ فرمانا کہ ان کا گھروں میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے یا آپ کا یہ فرمانا کہ کوٹھری کی نماز عورتوں کے لئے کمرہ کی نماز سے اور کمرہ کی نماز کھلے گھر کی نماز سے اور کھلے گھر کی نماز محلہ کی مسجد کی نماز سے اور محلہ کی مسجد کی نماز جامع مسجد کی نماز سے بہتر ہے، یہ اس بات کا واضح اشارہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے افراد پر پورا اعتماد تھا کہ جب متوقع فتنوں کا زمانہ آئے گا تو امت بذاتِ خود ہمارے ان ارشادات کی روشنی میں مسجد میں عورتوں کے جانے یا نہ جانے کا فیصلہ کرے گی۔ نیز اس امت کے اولی الامر اور علماء جو ورثۃ الانبیاء اور ان کے علوم کے حامل ہوتے ہیں وہ خود اللہ کے ان ارشادات کی روشنی میں جو عورتوں کے لئے مناسب ہوگا اس کا وہ حکم فرمائیں گے۔

چنانچہ جب فضلائے امت نے دیکھا کہ اب زمانہ میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہے اور اخلاق و تقویٰ کا مسلمان مرد اور عورتوں میں وہ معیار باقی نہیں رہ گیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کے عہد مبارک میں تھا تو انھوں نے عورتوں کو مسجد میں جانے سے حکماً روک دیا، اس لئے کہ مسجد میں حاضری کے فوائد سے زیادہ اب وہ ان نقصانات کا اندازہ کر رہے تھے جو عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے پیدا ہو رہا تھا۔

الغرض فقہائے امت اور مفتیان دین نے یہ فیصلہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی روشنی اور آپ کا منشا و مراد کو سمجھ کر ہی کیا ہے۔

اگر کسی کی دعوت و تبلیغ کی کوششوں سے وہی زمانہ نبوت اور عہد خیر و برکت لوٹ آئے اور عورتوں اور مردوں میں صلاح و تقویٰ عام ہو جائے، اور عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے کسی طرح فتنہ کا کوئی اندیشہ نہ ہو۔ عصمت و آبرو کی حفاظت پوری طرح سے ہو تو آج بھی کوئی منع نہیں کرے گا کہ عورتیں مسجد میں حاضر نہ ہوں، مسجد میں حاضری کی رخصت جس طرح آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی وہ رخصت آج بھی رہے گی۔ گویا عورتوں کا مسجد نہ آنے کا مسئلہ ممنوع لذاتہٖ نہیں بلکہ ممنوع لغیرہٖ ہے۔

مگر غیر مقلدین اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھے بغیر اور منشأ نبوی سے عدم واقفیت کے باوصف اس مسئلہ کو اس طرح اچھال رہے ہیں کہ اگر عورتیں مسجد میں نہ آئیں اور مردوں کے ساتھ نماز نہ پڑھیں تو دین خطرہ میں پڑ جائے گا۔

خیر آئیے اب ایک نظر اس مسئلے متعلق کچھ اور احادیث پر ڈال لیں جن سے خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مسئلہ زیر بحث کے متعلق نقطۂ نظر واضح ہوگا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں یہ باب قائم کیا ہے۔

"باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس" یعنی یہ باب اس مسئلہ کے بیان میں ہے کہ عورتوں کو مسجدوں میں رات کے وقت اور صبح کے اندھیرے میں حاضر ہونا چاہئے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ امام بخاری نے یہ مسئلہ صاف کر دیا کہ عورتوں کو دن کے اجالے میں مسجد میں حاضر نہ ہونا چاہئے۔ یعنی ظہر عصر اور مغرب میں خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورتوں کا مسجد میں حاضر ہونا اور ان نمازوں میں مردوں کے ساتھ شریک ہونا پسندیدہ عمل نہیں ہے، امام بخاری کے نزدیک اگر عورتیں مسجد میں جایا بھی کریں تو ایسے اوقات میں جب اندھیرا ہو تا کہ مردوں کی نگاہوں سے وہ محفوظ رہیں اور وجہ وہی ہے کہ اندھیرے میں فتنہ کا اتنا اندیشہ نہیں ہے جتنا اندیشہ اجالے میں ہو سکتا ہے۔

اس باب کے تحت امام بخاری نے ایک حدیث یہ ذکر کی ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا استاذنکم باللیل الی المساجد فأذنوا لهن۔	یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم سے تمہاری بیویاں رات میں مسجد جانے کی اجازت چاہیں تو تم ان کو اجازت دے دو۔

صحیح بخاری کی اس حدیث میں آپ غور فرمائیں گے تو درج ذیل باتیں آپ کو معلوم ہوں گی۔

(۱) آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجد میں جانے کا کبھی تاکیدی حکم نہیں فرمایا۔
(۲) آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کو شوہر سے رضا لے کر مسجد میں جانے کی رخصت عنایت فرمائی ہے۔
(۳) جو عورتیں بلا شوہر کی رضا حاصل کئے بغیر مسجد میں جائیں گی وہ شریعت کے حکم کی مخالفت کریں گی۔
(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف رات میں (اس میں وہ وقت بھی شامل ہے جو رات کے حکم میں ہو مثلاً فجر کا اول وقت جو اندھیرے کا ہو) عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔
(۵) جو عورتیں دن کی نمازوں میں مساجد میں جائیں گی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف کام کریں گی۔
(۶) جو عورتیں دن میں مساجد میں جانے کیلئے اپنے شوہروں سے اجازت طلب کریں تو شوہر ان کو اجازت نہ دیں۔ (یا اگر اجازت نہ دیں تو ان پر کوئی الزام نہیں)
(۷) شوہروں کو پورا حق ہے کہ وہ دن میں عورتوں کو مسجد میں جانے سے حکماً منع کر دیں۔

صحیح بخاری کی مذکورہ بالا حدیث میں غور کرنے سے یہ امور دو اور دو چار کی طرح واضح ہیں اور انھیں امور سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی نماز گھر میں مسجد کی نماز سے زیادہ بہتر ہے، ورنہ ان کے مسجد میں حاضر ہونے کو مردوں کی اجازت اور رات اور اندھیرے کی قید پر موقوف نہ کیا جاتا۔

اس حدیث کی شرح میں جو حافظ ابن حجر فرما رہے ہیں اس کو بھی آپ سن لیں۔ فرماتے ہیں:

وکان اختصاص اللیل بذٰلک لکونہ استر (ج۲ ص ۲۲۷ فتح)

یعنی حدیث میں رات کی قید اسلئے لگائی گئی ہے کہ رات کا وقت عورتوں کیلئے زیادہ ساتر ہوتا ہے

اور اس کے بعد فرماتے ہیں:

ولا یخفی ان محل ذلک اذا امنت المفسدۃ منھن وعلیھن۔ (ایضاً)

یعنی رات میں بھی اس وقت عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت ہے جب ان کی جانب سے یا ان پر دوسروں کی جانب سے کسی طرح کے مفسدہ اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

یعنی بات بالکل واضح ہے کہ رات میں بھی عورتوں کا مسجد میں جانا اسی وقت جائز ہوگا جب ان پر یا ان کی جانب سے کسی اور پر مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو، اگر عورتوں اور مردوں میں کسی ایک کے بھی کسی فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوا تو عورتوں کا مسجد میں رات میں بھی جانا قطعاً ممنوع ہوگا۔

اور اسی سلسلہ کی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ کی یہ حدیث بھی ذکر کی ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت لو ادرک رسول اللہ ما احدث الناس لمنعھن کما منعت نساء بنی اسرائیل۔

یعنی حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ اگر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ان احوال کو دیکھتے جو لوگوں کے آج ہو گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو (مسجد میں آنے سے) اس طرح منع کر دیتے جس طرح سے بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔

ناظرین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث میں غور فرمائیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنھیں اس بات کی اطلاع تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ خیر و برکت میں عورتوں کو مسجد میں آنے کی رخصت عنایت فرما رکھی تھی مگر جب انھوں نے اپنے زمانہ کے تغیرات کو دیکھا تو صاف صاف فرما دیا کہ اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج کے حالات کو دیکھتے تو عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرما دیتے ،
اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ عورتوں کا مساجد میں آنا خود حضرت عائشہ کے زمانہ میں

جب کہ وہ ابھی خیر القرون اور صحابہ کرام کے وجود ہی کا زمانہ تھا، لوگوں کی نگاہوں میں کھٹک گیا تھا اور حضرت عائشہ جو مزاج نبوت کو خوب پہچاننے والی تھیں اور خود عالمہ وفقیہہ تھیں، ان کو عورتوں کا مسجد میں آنا ناگوار تھا تو اب اس زمانہ میں جب کہ یہ زمانہ ہی شر و فساد کا ہے اور اخلاقی گراوٹ انتہا کو پہونچ گئی ہے مردوں اور عورتوں میں صلاح و تقویٰ عنقا ء ہیں، قدم قدم پر فتنہ کا اندیشہ ہے بھلا اس بگڑے ہوئے زمانہ اور بگڑے ہوئے ماحول میں عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے، اور جو عورتوں کو مساجد میں لانے پر مصر ہیں وہ سوائے اس کے شر و فساد کی راہ کھولنے کی تگ و دو کر رہے ہیں ان کی ان کوششوں کا مقصود کیا ہے، اگر حضرت عائشہ کے زمانہ ہی میں یہ محسوس کیا جانے لگا تھا کہ اب عورتوں کا مسجدوں میں آنا مناسب نہیں ہے تو آج کس بل بوتے پر ان کو مسجد میں آنے پر زور دیا جا رہا ہے۔

یہ ضرور ہے کہ حضرت عائشہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے کو حرام نہیں قرار دیا اور وہ ایک مباح امر کو حرام قرار بھی کیسے دے سکتی تھیں جب کہ ابھی ان فتنوں نے جو آج پیدا ہو چکے ہیں اتنا سر بھی نہیں نکالا تھا، حضرت عائشہ یا آپ کے زمانہ کے دوسرے صحابہ کرام موجودہ دور کے احوال کو دیکھ لیتے تو یقیناً وہ بھی عورتوں کو ساتھ مسجد میں آنے سے روک دیتے۔

حضرت عائشہ کی بخاری کی یہی وہ روایت ہے جس کے بارے میں غیر مقلدوں کے بڑے میاں فرماتے ہیں کہ یہ حضرت عائشہ اپنی فہم سے فرماتی ہیں اور صحابہ کی فہم حجت نہیں ہے یقیناً غیر مقلدین اور شیعوں کا صحابہ کرام کے بارے میں یہی عقیدہ ہے مگر ہم اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحابہ کرام اگر شریعت اور فرمان رسول ہی کی روشنی میں کوئی بات فرمائیں اور اگر چہ وہ اپنی فہم ہی سے فرمائیں تو ان کی بات لائق توجہ بنتی ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے جن کی تعریف میں قرآن بھی رطب اللسان ہے، ہمارے نزدیک اس گروہ مقدس کی جو بات بھی سننے کو ملے گی وہ یقیناً قابل توجہ ہوگی اور ان کی رائے بہر حال ہماری رائے سے بہتر اور افضل ہوگی۔

خیر اب آئیے ذرا یہ بھی دیکھئے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو عورتیں مسجد میں جاتی تھیں ان کے مسجد میں جانے کی کیفیت کیا ہوتی تھی اور ان کا جانا اور آنا کس طرح ہوتا تھا۔ بخاری کی روایت ہے۔

عن عائشۃ قالت. ان کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیصلی الصبح فینصرف النساء متلفعات بمروطھن مایعرفن من الغلس۔	حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر جب فارغ ہوتے تھے تو عورتیں چادروں میں اپنے کو بالکل چھپا کر نماز سے واپس ہوتی تھیں، اندھیرے کی وجہ سے انکو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں فجر کی نماز میں بھی حاضر ہوتی تھیں تو بالکل چادر سے لپٹی ہوئی اور اندھیرا اتنا ہوتا تھا کہ انھیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ (۱)

اور خود اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اپنی اپنی جگہوں پر نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے رہتے تا آنکہ عورتیں چلی جاتیں، بخاری ہی کی حدیث ہے حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ :

ان النساء فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن اذا سلمن	عورتیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب فرض نماز سے سلام پھیر لیتیں

---

(۱) ناظرین یہیں سے اس حکمت کو بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز اندھیرے میں کیوں پڑھتے تھے۔ چونکہ آپ کے زمانہ میں فجر کی نماز میں عورتیں بھی شریک ہو جایا کرتی تھیں، ت وجہ ان کی ستر پوشی اسی میں تھی کہ نماز فجر اندھیرے میں ادا کی جائے، ورنہ نماز فجر کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد موجود ہے کہ اجالے میں نماز پڑھو، اس لئے کہ اس میں اجر زیادہ ہے اس وقت نمازی بڑی تعداد میں شریک ہو سکتے ہیں اور جماعت جتنی بڑی ہو گی اس کا اجر بھی اتنا ہی بڑا ہو گا،

من المكتوبة قمن وثبت رسول الله صلے الله عليه وسلم ومن صلی من الرجال ماشاء الله فاذا قام رسول الله صلے الله علیه وسلم قام الرجال ۔

تو اٹھ کر چلی جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے پھر جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانے کیلئے کھڑے ہوتے تو مرد بھی واپس ہوتے ۔

ناظرین غور فرمائیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں ان حاضر ہونے والی عورتوں کی وجہ سے کتنی احتیاط فرماتے کیا آج کے اس دور میں اس احتیاط کا کسی درجہ میں بھی تصور ہو سکتا ہے ۔

اسی سے ملتی جلتی مگر اس سے اور واضح بخاری کی ایک دوسری روایت ہے وہ بھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ، حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ :

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا سلم قام النساء حین یقضی تسلیمه و یمکث هو فی مقامه یسیرا قبل ان یقوم ، قال زہری والله اعلم ان ذلك کان لکی ینفذ النساء قبل ان یدرکهن احد من الرجال ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو آپ کے سلام پھیرتے ہی عورتیں اٹھ کر چلی جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے ، اس روایت کے راوی امام زہری فرماتے ہیں[1] کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا اسلئے کرتے تھے کہ قبل اس کے حاضرین میں سے کوئی انکو پائے وہ مسجد سے نکل جائیں (اور اپنے اپنے گھروں کو پہنچ جائیں)

---

(۱) فتح الباری میں اس حدیث کو جس باب کے تحت اس کو ذکر کیا ہے اس باب کو مکرر ذکر کیا ہے اور اس دوسری جگہ پر قال زہری کے بجائے قالت فنری ہے یعنی یہ بات خود ام سلمہ فرماتی ہیں ۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۳)

بخاری کی ان روایات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگرچہ آنحضورؐ کے زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت بطور رخصت تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حاضری کی وجہ سے ان کے حسب حال اس کا پورا اہتمام فرماتے تھے کہ انکی عصمت وآبرو کی پوری حفاظت ہو، عورتوں کی صفوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پیچھے رکھتے تھے حتیٰ کہ بچوں کے بھی پیچھے انکی صفیں ہوا کرتی تھیں۔ تاکہ نماز سے سلام پھیرنے کے فوراً بعد وہ مسجد سے نکل جائیں اور اس میں کسی طرح کی کوئی تاخیر نہ ہو اور مردوں سے ملنے جلنے کا قطعاً کوئی موقع نہ ملے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اگرچہ مسجد میں آنے کی رخصت مرحمت فرمادی تھی مگر آپ کا یہ بھی حکم تھا کہ عورتیں خوشبو لگاکر اور زیب وزینت کے ساتھ مسجد میں نہ آئیں۔ اسماعیل بن امیہ سے مروی ہے:

سئل النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن خروج النساء فقال: یخرجن تفلات۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۵۱)	یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کو مسجد میں آنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ مسجد میں آسکتی ہیں مگر پرانے کپڑے میں اور بغیر زیب وزینت کے۔

ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا۔

ولا یخرجن الا وھن تفلات (ایضاً)	کہ وہ مسجد میں نہ آئیں مگر اس حال میں کہ وہ پرانے کپڑے میں ہوں اور زیب وزینت انھوں نے نہ اختیار کیا ہو۔

امام لیث لیخرجن تفلات کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

علیھن خلقان شعثات بغیر دھن۔ (مصنف ص ۱۴۲/۳ ج)	یعنی ان کے بدن پر پرانے کپڑے ہوں اور بلا تیل اور خوشبو لگائے مسجد میں جائیں۔ ؎

؎ مسلم کی ایک روایت ہے کہ اذا شھدت احداکن المسجد فلا تمس طیبا (فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت عاتکہ مسجد میں نماز کیلئے جاتی تھیں تو ان سے حضرت عمرؓ فرماتے :

واللہ انک لتعلمین ما احب ھذا (مصنف ج ۲ ص ۱۴۸) — خدا کی قسم تو خوب جانتی ہو کہ مجھے تمہارا مسجد جانا پسند نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد تھا :

صلوٰۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فیما سواھا، ثم قال ان المرأۃ اذا خرجت تشوف لھا الشیطان۔ (مصنف ج ۲ ص ۱۵۰) — عورت کی نماز اس کی کوٹھری میں دوسری جگہوں کے نماز پڑھنے سے افضل ہے، اسلئے کہ یہ جب نکلتی ہے تو شیطان اس کی تانک جھانک میں لگا رہتا ہے۔

بسا اوقات تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بڑی سخت قسم کی قسم کھاکر فرماتے۔

ما من مصلی لامرأۃ خیر من بیتھا الا فی حج او عمرۃ الا امرأۃ قد یئست من البعولۃ فھی فی منقلیھا۔ (مصنف ج ۲ ص ۱۵۰) — یعنی عورتوں کے نماز پڑھنے کی جگہ اسکی کوٹھری سے بہتر کوئی نہیں الا یہ کہ وہ حج اور عمرہ کو جائے۔ البتہ وہ عورت (مسجد میں حاضر ہو سکتی ہے) جو اتنی بوڑھی ہو چکی ہے کہ اب اسے شادی نہیں کرنی ہے اور بڑھاپے سے اسکے قدم بھی مشکل سے اٹھتے ہیں۔

ناظرین کے سامنے عورتوں کے مسجد میں جانے کی رخصت کے سلسلہ میں جو تفصیل ابتک آچکی ہے

یعنی اگر کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو ہرگز نہ لگا کر جائے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ ویلحق بالطیب ما فی معناہ لان سبب المنع منہ ما فیہ من تحریک داعیۃ الشھوۃ کحسن الملبس و الحلی الذی یظھر والزینۃ الفاخرۃ وکذلک الاختلاط بالرجال (ایضاً) یعنی خوشبو ہی کے حکم میں وہ تمام چیزیں ہیں جن سے شہوت بھڑکتی ہو جیسے اچھے کپڑے پہن کر مسجد میں جانا، زیور کو ظاہر کرکے پہننا، خوب زیب و زینت کے ساتھ جانا، مردوں سے اختلاط کرنا۔

اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ عورتوں کا مسجد میں جانا شریعت کی نگاہ میں بہت مستحسن فعل اور محمود امر نہیں تھا، اور اگر ان کو اجازت بھی دی گئی تھی تو بہت سی قیدوں کے ساتھ ان کو جکڑ بھی دیا گیا تھا، اور یہی وجہ ہے کہ کبار صحابہ حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ جیسے لوگ اپنے اپنے زمانہ ہی میں عورتوں کو مسجد میں جانے کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے، جبکہ ان کا زمانہ ابھی زمانہ نبوت سے بہت قریب تر تھا، اور عورتوں میں بے حیائی و بے شرمی کے ان مظاہروں کا دور دور تک تصور نہیں تھا جن کے نمونے آج ہم دیکھ رہے ہیں۔

اب اس شر و فساد کے زمانہ میں اگر غیر مقلدین حضرات اپنی عورتوں کو آنحضورؐ کے اس صریح ارشاد کے باوجود۔ بیوتھن خیر لھن، مسجد میں لیجانے ہی پر مصر ہیں تو وہ ضرور لے جائیں مگر ان قیود و شرائط کا بھی اپنی عورتوں سے پاس و لحاظ کرائیں جن کا ذکر احادیث میں مذکور ہے، یعنی عورتیں صرف رات میں اور اندھیرے کے وقت جائیں، چادر میں بالکل لپٹ کر جائیں، بوسیدہ کپڑوں میں جائیں، زیب و زینت سے بالکل عاری ہوں، بدن پر خوشبو نہ ہو، اور امام کے سلام پھیرتے ہی وہ مسجد سے باہر آجائیں، مردوں سے قطعاً اختلاط نہ ہو، کم از کم ان شرائط کا تو وہ اپنی عورتوں کو پابند بنالیں اور یہ شرائط وہ ہیں جو خود آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد مبارک میں جو سب سے زیادہ خیر و صلاح کا زمانہ تھا عورتوں کو مسجد میں جانے کیلئے تھیں ———— اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر آج کا زمانہ پایا ہوتا تو نہ معلوم آپ صلے اللہ علیہ وسلم عورتوں کو مسجد میں جانے کیلئے اور کتنی قیود و شرائط لگاتے یا پھر جیسا کہ حضرت عائشہ کا خیال تھا بالکل انکو مسجد میں آنے سے منع ہی فرما دیتے۔

اگر غیر مقلدین کا پندار اجتہاد اور اپنے حق پر ہونے کا زعم باطل اس حد کو نہ پہونچا ہو کہ وہ دوسروں کی باتیں بالکل نہ سنیں تو میں ان سے گذارش کروں گا کہ اگر آپ کو یہی شوق ہے کہ آپ اس زمانہ شر و فساد میں بھی اپنی عورتوں کو مسجد میں لے جائیں تو آپ ایسا ضرور کریں مگر خدارا اس امت کے اور لوگوں پر آپ حضرات رحم فرمائیں اور اس بات کی دعوت دوسروں کو نہ دیں۔

امت کی بھلائی اسی میں ہے۔ ان اردت الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ۔

خط اور اس کا جواب

کیا صحابہ کرام کا ہر فرد فقیہ تھا؟

مکرمی ومحترمی مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

زمزم پرچہ سے جس طرح حقائق کھل کر سامنے آرہے ہیں اس سے ہمارے دل ودماغ کو کافی سے زیادہ تازگی مل رہی ہے، آپ کا طرز تحریر اور سوالات کے جواب کا انداز ہمارے ایمان کو تازگی بخشتا ہے، اور اسلاف سے عقیدت ومحبت سے روح فرحت پاتی ہے، فقہ حنفی کے بارے میں غیر مقلدین کے پروپیگنڈوں کی حقیقت کھل رہی ہے۔

غیر مقلدین کے پرچوں میں یہ پڑھنے کو ملتا ہے کہ احناف کی کتابوں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ تسلیم نہیں کیا گیا ہے، اور صحابہ کے درمیان فقیہ صحابی اور غیر فقیہ صحابی کی تقسیم کی گئی ہے؟ براہ کرم اس پر روشنی ڈالیں۔ والسلام

محمد نصیر الدین انصاری
اعظم گڈھ

زمزم! غیر مقلدین پروپیگنڈہ کے فن کے ماہر ہیں، اور اس وقت وہ سخت احساس کمتری کے شکار ہیں، اور جب آدمی میں احساس کمتری پیدا ہوجائے تو وہ جھوٹ بولتا ہے، اور اپنا قد اونچا کرنے کے لئے خلافِ واقعہ بات کا سہارا لیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ احادیث رسول کے سب سے زیادہ روایت کرنے والے صحابی ہیں، سنت کے شیدائی تھے عموماً ہر حدیث پر عمل کرتے ہیں، اس وجہ سے کچھ لوگوں

نے ان کو غیر فقیہ کہہ دیا جس نے کہا غلط کہا، خود ہمارے علماء نے ایسے لوگوں کی سخت تردید کی ہے۔

البتہ یہ کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام میں کا ہر فرد فقیہ تھا یہ بھی مبالغہ ہے، خود غیر مقلدین کو یہ تسلیم نہیں ہے۔

مولانا عبدالسلام مبارکپوری مشہور غیر مقلد عالم ہیں، ان کی کتاب سیرۃ البخاری بھی بہت مشہور کتاب ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں۔

"یہ بات حیرت سے دیکھی جائے گی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے تھے کیونکہ ان کی تعداد ایک لاکھ کئی ہزار تک پہونچتی ہے، باوجود اس کے ان میں صاحب فتویٰ فقیہ ایک سو کئی تھے۔" (ص ۲۱۷)

یعنی مولانا عبدالسلام صاحب کے بقول ایک لاکھ کئی ہزار صحابہ میں سے صرف سو سے کچھ ہی زائد فقیہ وصاحب فتویٰ تھے بقیہ صحابہ اس منصب کے حامل نہیں تھے۔

مولانا عبدالسلام صاحب مزید لکھتے ہیں:

"اس طرح گویا ہر ایک صحابی آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا بڑا حصہ یاد رکھتا اور اس کو روایت کرتا لوگوں کو سکھاتا اس کے مطابق فتویٰ دیتا اور اس خدمت کو اپنے فرائض سے جانتا، اس پر بھی چند ہی صحابہ فقیہ اور مجتہد کے لقب سے شہرت پذیر ہوئے جو لاکھوں کی تعداد کے سامنے بہت قلیل ہیں۔"

(ص ۲۱۸)

مزید مولانا مبارکپوری کا یہ ارشاد سن لیں، فرماتے ہیں:

"بہت سے مسائل ایسے پیش آتے ہیں جن کی نسبت حدیث میں کوئی حکم بتصریح موجود نہیں، بلکہ قواعد استنباط کے ذریعہ حکم مستخرج ہوتا ہے یا حکم کی تصریح ہے، لیکن اور حدیثیں اس کے معارض ہیں، ایسی صورتوں میں اجتہاد اور استنباط کی ضرورت پڑتی ہے اور فقہ دراصل اسی کا نام ہے اس قسم کے مسائل کا فیصلہ کرنا انھیں لوگوں کا کام تھا جو اس فن کے امام تھے۔" ص ۲۱۸

احناف اس سے زیادہ نہیں کہتے جو مولانا عبدالسلام صاحب مبارکپوری کی تحقیق ہے۔

مزید غیر مقلدین کی جماعت کے سب سے بڑے عالم یا نمبر ۲ کے مجدد کی تحقیق بھی سن لیں، مولانا نواب صدیق حسن صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

والذین حفظت عنہم الفتویٰ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مأۃ ونیف وثلثون نفسا ما بین رجل وامرأۃ

(الجنۃ ص)

یعنی صحابہ کرام کی جماعت میں سے جن مردوں یا عورتوں سے فتاویٰ منقول اور محفوظ ہیں ان کی تعداد تقریباً ایک سو تیس ہے۔

اور اس سے صریح عبارت علامہ عراقی کی ہے جس کو نواب صاحب نے نقل کیا ہے۔

ان الصحابۃ رضی اللہ عنہم ما کان کلہم فقہاء علی اصطلاح العلماء فان فیہم القروی والبدوی ومن سمع منہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیثا او احدا او صحبہ مرۃ۔ (ایضا ص)

یعنی علماء کی اصطلاح کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام فقیہ نہیں تھے، اسلئے کہ ان میں قصبے اور دیہات کے رہنے والے بھی تھے اور ایسے بھی جنھوں نے آنحضور سے صرف ایک حدیث سنی اور آپ کی صحبت میں رہنے کا ایک ہی مرتبہ ان کو اتفاق ہوا۔

افسوس یہ ہے کہ غیر مقلدین جب احناف پر اعتراض کرتے ہیں تو ان کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی چڑھی ہوتی ہے اور اسلئے وہ ایک ثابت شدہ حقیقت کا بھی انکار کر دیتے ہیں ان کا مقصد صرف احناف کے خلاف پروپیگنڈہ کی مہم کو تیز سے تیز تر کرنا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہمیں حقیقت ثابتہ کا منکر بنانے اور تعصب اور غلو کے مرض سے محفوظ رکھے۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

اہلحدیثوں کی فکر جوان کو ستاتی رہتی ہے؟

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ابا جی کیا بات ہے کہ ہماری جماعت کو اپنا مذہب قدیم بتانے کی فکر بہت ستائے رہتی ہے، ہم نے کسی دوسری جماعتوں کو اس کی فکر کرتے نہیں دیکھا؟ کسی حنفی نے، کسی شافعی نے، کسی مالکی نے، کسی حنبلی نے اپنا سر اس میں نہیں کھپایا۔

باپ ۔ کیا ہوا بیٹا؟

بیٹا ۔ ابا جی جامعہ سلفیہ کے وکیل الجامعہ صاحب فرماتے ہیں:

. چند برس پیشتر علماء کے ایک اجتماع میں جماعتِ اہلحدیث کا تذکرہ ہوا تو میں نے کہا کہ اس جماعت کے اصول وہی ہیں جو اسلام کے ہیں۔

(محدث خصوصی اشاعت اپریل تا جون ۲۰۰۰ء)

آخر جماعتِ اہلحدیث ہی کے بارے میں کیوں لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ وہ اسلام والی جماعت ہے یا نہیں؟ کسی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کے بارے میں یہ شبہ

کیوں نہیں پیدا ہوتا ؟

باپ - بیٹا، یہ کھٹک تو مجھے اکثر پیدا ہوتی رہتی ہے۔

بیٹا - اباجی یہاں دال میں کچھ کالا ہے کیا ؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

اہلحدیث اسلامی اصول والی جماعت ہے اس کا ثبوت مل گیا۔

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی ایک بڑی نئی دریافت ہوئی ہے، اہلحدیث زندہ باد کا نعرہ لگانے والوں کو بلا لیجیے۔

باپ - کیا ہوا بیٹا، آج تمہارے چہرہ پر اتنی خوشی کیوں ناچ رہی ہے ؟

بیٹا - اباجی، ہمارے وکیل الجامعہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری کو اہلحدیث اسلام والی جماعت ہے کی دلیل نہیں مل رہی تھی، انھوں نے جب اس کا دعویٰ کیا تھا تو بلا ثبوت تھا، اب وکیل صاحب کو اس کا ثبوت مل گیا ہے، اہلحدیث کا اسلام والی جماعت ہونا آج ثابت ہو گیا۔

باپ - ان کو کیا ثبوت ملا،

بیٹا - "اہلحدیث و سیاست" کتاب میں وکیل صاحب کو اس کا ثبوت مل گیا، فرماتے ہیں :

"لیکن مجھے تحریری ثبوت کی تلاش تھی الحمدللہ اہلحدیث و سیاست میں وہ ثبوت مل گیا"

اور پھر انھوں نے جماعتِ اہلحدیث کے عالموں کے دعووں سے کہ اہلحدیث کا مذہب وہی ہے جو اسلام مذہب ہے، اپنی تسلی کر لی۔

باپ - بیٹا، ڈاکٹر صاحب تو پڑھے لکھے آدمی ہیں، جامعہ ازہر کے فارغ ہیں، ماشاءاللہ پی ایچ ڈی ہیں، ان کو اتنی تو عقل ہونی چاہیئے کہ وہ جانیں کہ دلیل و ثبوت کس کو کہا جاتا ہے، بیٹا اس طرح کے ثبوت سے تو ہر گمراہ فرقہ اپنے کو اہل حق ثابت کر سکتا ہے، مثلاً قادیانی مرزا احمد قادیانی کی کتابوں سے یہ بتلاتا ہے کہ قادیانیت ہی سب سے سچا مذہب ہے، اور کوئی بریلوی اعلیٰ حضرت کے ملفوظات سے اپنے کو سب سے بڑا اہل سنت محمدی ثابت کر سکتا ہے۔

بیٹا - اباجی ہمیں تو اس پر تعجب ہے کہ ڈاکٹر صاحب ابھی تک بلا ثبوت ہی اپنے کو دور اول والا مسلمان سمجھتے رہے، ان کے پاس اس پر کوئی دلیل اور ثبوت نہیں تھا، تبھی تو ان کو دلیل اور ثبوت کی تلاش تھی، اور یہ ثبوت ان کو کہاں ملا، اپنے عالموں کی تحریروں میں، نہ قرآن میں نہ حدیث میں۔

باپ - بیٹا ڈاکٹر صاحب کے ثبوت کا کوئی نمونہ تو سناؤ۔

بیٹا - وہ کتاب تحریک اہلحدیث ص۲۴ کے حوالہ سے مصنف کا یہ دعویٰ نقل کرتے ہیں۔

"اس تحریک کی عمارت اصول کے لحاظ ٹھیک ان ہی بنیادوں پر قائم ہے جن پر خود اسلام کی بنیاد کھڑی ہے، اس لئے اس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی اسلام کی"

باپ - بیٹا یہ بھی تو دعویٰ ہی ہے، یہ کلام دلیل اور ثبوت کیسے بنے گا؟ ڈاکٹر صاحب کسی اہلحدیث کے دعویٰ ہی سے اپنے دعویٰ کو ثابت کر رہے ہیں، کسی کا دعویٰ ان کے دعویٰ کی دلیل کیسے بنے گا؟

بیٹا - اباجی ہمارے ڈاکٹر صاحب کا مزاج اقدس بخیر تو ہے؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

اہلحدیث کے نزدیک سلف کی اہمیت زیادہ ہے

بیٹا - اباجی

باپ ، جی بیٹا

بیٹا - اباجی محدث خصوصی اشاعت میں ڈاکٹر ازہری صاحب کا بڑا زوردار طویل مقالہ شائع ہوا ہے ، بڑی تحقیق ہے ، اباجی انھوں نے یہ بڑا دعویٰ کیا ہے ، اور مقلدین کے خیمہ میں کھلبلی مچادی ہے ، فرماتے ہیں :

" اہلحدیث کے نزدیک سلف کی اہمیت زیادہ ہے "

باپ - بیٹا یہ تو دعویٰ ہے ، ڈاکٹر صاحب دعویٰ بہت کرتے ہیں کوئی مقلد پوچھے گا کہ اپنے اس دعویٰ کو مذہب اہلحدیث کے عقائد و اعمال سے ثابت کرو تو ہم کیا کہیں گے ، ہر گمراہ جماعت اس طرح کا دعویٰ کیا کرتی ہے۔

بیٹا - اباجی کیا آپ کو ڈاکٹر ازہری صاحب کا یہ دعویٰ تسلیم نہیں ہے ؟

باپ - بیٹا میں تو تسلیم کر لیتا کہ وکیل جامعہ سلفیہ کا کلام شریف ہے مگر میں کیا کروں شیخ جمن کل ہی سے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب اگر سچے ہیں تو اس کا ثبوت واقعی مہیا فرمائیں ، ورنہ ان کا دعویٰ جھوٹ ہوگا ۔

بیٹا - اباجی شیخ جمن کو اشکال کیا ہے ، وہ تو اپنے آدمی ہیں ۔

باپ - بیٹا وہ اپنے آدمی تو ہیں مگر پڑھے لکھے ہیں جاہل تھوڑے ہی ہیں ، انھوں نے ہماری جماعت کی کتابیں پڑھی ہیں ، اسلئے ان کو ڈاکٹر صاحب کے دعویٰ میں بڑا اشکال ہے - شیخ جمن کہتے ہیں کہ ڈاکٹر ازہری صاحب کیسے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اہلحدیث جماعت میں سلف کی اہمیت زیادہ ہے ، جب کہ خود اسی جامعہ سے جس کے وہ وکیل صاحب ہیں شائع ہونے والی کتابوں میں اسلاف کے سرداروں یعنی حضرات صحابہ کرام کے بارے میں یہ لکھا ہوا ملتا ہے۔

"صحابہ کرام کے وہ فتاویٰ حجت نہیں بنائے جا سکتے جو نصوص کتاب و سنت کے خلاف ہوں" (تنویر الآفاق)

معلوم ہوا کہ جماعتِ اہلحدیث میں یہ خیال جڑ پکڑ چکا ہے کہ صحابہ کرام کے فتاویٰ کتاب وسنت کے خلاف بھی ہوتے ہیں، یہ صحابہ کرام کی توقیر و عزت اور اہمیت ہے کہ انکی اہمیت کو امت کی نگاہ میں کم کرنا ہے؟

جامعہ سلفیہ کی اسی بیہودہ کتاب میں یہ بھی لکھا ہے

"بہت سے صحابہ وتابعین بہت سی آیات کی خبر رکھنے اور تلاوت کرنے کے باوجود بھی مختلف وجوہ سے ان کے خلاف عمل پیرا تھے"

یہ صحابہ کرام اور تابعین کی اہمیت کا اظہار ہے یا امت کی نگاہ میں انکی اہمیت کو کم کرنا ہے۔

کتاب اللہ کے خلاف عمل کرنے والا وہ بھی جانتے بوجھتے ہوئے کتنا بڑا گناہ ہے، جامعہ سلفیہ کی کتاب میں کہا جا رہا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین یہی گناہ کا کام کرتے تھے۔

یہ صحابہ کرام کی توقیر و عزت ہے اور ان سے عقیدت و محبت کا اظہار یا انتہائی درجہ کی ان کی شان میں گستاخی ہے۔

بیٹا لطف یہ ہے کہ انھیں وکیل جامعہ ڈاکٹر صاحب کا اس کتاب پر لمبا چوڑا مقدمہ ہے جس میں اس کتاب اور مصنف کی وکیل جامعہ ازھر کے ڈاکٹر صاحب نے خوب خوب تعریف کی ہے۔

شیخ جمن کہتے ہیں کہ جماعتِ اہلحدیث میں شیعیت کے جراثیم گھس گئے ہیں، اسلئے وہ حق والی جماعت نہیں ہوسکتی۔

بیٹا، ابا جی تو کیا جامعہ سلفیہ کے وکیل صاحب ڈاکٹر مقتدیٰ ازہری نے بے پر کی اڑائی ہے؟

باپ ۔ جی بیٹا، بالکل بے پر کی اڑائی ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی توان وکیل جامعہ صاحب کو کون راہ حق دکھائے گا ۔ ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

جماعتِ اہلحدیث میں تصنیفی کام کرنے والے

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی جامعہ سلفیہ کے محدث پرچہ میں جامعہ سلفیہ کے ازہری فاضل وکیل جامعہ کا زبردست مقالہ شائع ہوا ہے ۔ اس سے بڑی بڑی معلومات فراہم ہوئیں ۔

باپ ۔ ڈاکٹر صاحب نے کیا لکھا ہے بیٹا ؟

بیٹا ۔ اباجی لکھا تو انھوں نے بہت کچھ ہے ، مگر یہ بات تو ان کی بڑی زبردست ہے کہ جماعتِ اہلحدیث میں ایسے ایسے عالم گزرے ہیں جنھوں نے تفسیر ابن کثیر اور صحاح ستہ یعنی بخاری ، مسلم ، ترمذی ، نسائی ، ابوداؤد اور ابن ماجہ جیسی حدیث کی کتابوں کا اردو ترجمہ کیا ، فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت نے تفسیر ابن کثیر اور صحاح ستہ کے ترجمے کئے ۔

باپ ۔ بیٹا انھوں نے ان ترجمہ کرنے والوں کا نام بھی لیا ہے ؟

بیٹا ۔ اباجی نام تو انھوں نے نہیں لیا ہے ۔

باپ ۔ بیٹا ، ہمارے ڈاکٹر صاحب بہت ہشیار آدمی ہیں بڑا اچھا کام کیا کہ ان ترجمہ کرنے والوں کا نام نہیں لیا ورنہ ہماری جماعت کیلئے بڑی مصیبت پیدا ہو جاتی ۔

بیٹا ۔ اباجی وہ کون لوگ ہیں ؟

باپ ۔ بیٹا ، تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ کرنے والا اخبار محمدی کا بیہودہ اڈیٹر ہے جس نے حضرت عمر کی شان میں یہ بکا ہے ۔

۔ موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے اس میں غلطی کی، حضرت فاروق ان مسائل کے شرعی دلائل سے واقف نہیں تھے،،

اسی نے یہ بھی لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بات وحی الہٰی کے بغیر حجت نہیں۔

اور حدیث کی کتابوں کا ترجمہ کرنے والا حیدر آباد کا نواب وحید الزماں ہے جس نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام میں سے بعض صحابہ معاذ اللہ فاسق تھے، انکو رضی اللہ عنہ کہنا جائز نہیں ہے۔

بیٹا۔ اباجی ان جیسے لوگوں کا نام ہمارے ڈاکٹر صاحب اتنی عظمت سے کیوں لیتے ہیں؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ

ابن خشرم فرماتے ہیں کہ میں نے امام وکیع کو دیکھا ان کے ہاتھ میں کبھی کتاب نہیں ہوا کرتی تھی، وہ حدیث حافظہ سے املا کراتے تھے، میں نے ان سے قوت حفظ کی دوا پوچھی، تو انھوں نے فرمایا، ترک معاصی۔

یحیٰی بن اکثم فرماتے ہیں کہ میں سفر وحضر میں امام وکیع کے ساتھ رہا، میں نے دیکھا کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے اور ہر رات قرآن کا ایک ختم کرتے تھے۔

ابن معین فرماتے ہیں کہ امام وکیع نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کا سماع کیا تھا اور ان کی ساری حدیثوں کے وہ حافظ تھے، انھوں نے حضرت امام ابوحنیفہ سے نوسو حدیثیں سنی تھیں، اور انھیں کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

(از ابوحنیفہ واصحابہ المحدثون)

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

قسط ۳

برطانیہ کا سفر

۱۲؍ جولائی ۔ آج صبح کا ناشتہ مولوی اسماعیل کے گھر ہوا، دس بجے دارالعلوم[1] لندن جانے کا پروگرام تھا، ہم لوگ اس دارالعلوم کو دیکھنے اور یہاں کے پروگرام میں شرکت کیلئے نکلے، یہ دارالعلوم لندن کے ایک مضافاتی علاقہ میں واقع ہے، جس عمارت میں یہ دارالعلوم ہے وہ پہلے فوجی چھاؤنی تھی، بڑی وسیع جگہ اور بنی بنائی عمارت دارالعلوم والوں کو مل گئی، یہ علاقہ بہت گراں شمار ہوتا ہے، مگر لندن میں رہنے والے گجراتی مسلمانوں کی ہمت اور دین و علم کے جذبہ خدمت کی داد دیجئے کہ اس گراں علاقہ میں ایک وسیع و عریض عمارت خرید کر اس پر ایک دارالعلوم قائم کر دیا، یہاں دورہ تک کی تعلیم ہے، عمارت بڑی صاف ستھری اور جگہ بڑی پر بہار ہے، یہاں کے ناظم صاحب بڑے خلیق و ملنسار اور شریف طبیعت کے مالک ہیں، مجسم تواضع و انکسار ہیں، بخاری شریف کا درس مولانا محمد سعید صاحب بزرگ سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے داماد مولانا عبدالرشید صاحب دیتے ہیں، جو نوجوان فاضل ہیں، بہت کم گو اور متواضع نوجوان عالم دین ہیں، یہاں میری پون گھنٹہ کی تقریر ہوئی، تقریر کے بعد یہیں ظہر کی نماز ادا کی گئی، دوپہر کا کھانا بھی یہیں کھایا گیا اور پھر مولوی اسماعیل کے گھر واپسی ہوئی ۔

اس دارالعلوم میں میں نے دیکھا کہ ہر کمرہ میں صرف دو پلنگ ہے، جبکہ اس میں

حاشیہ اگلے صفحہ پر

اس سے زیادہ کی گنجائش تھی، میں نے مدرسہ کے مہتمم صاحب کو اس کی طرف توجہ دلائی کہ ایک کمرہ میں صرف دو لڑکوں کی رہائش تربیتی اور انتظامی لحاظ سے مناسب نہیں ہے، مہتمم صاحب نے کہا کہ ہم لوگوں کو اس کا احساس ہے، مگر ہم گورنمنٹ کے قانون سے معذور ہیں، اتنے بڑے کمرہ میں گورنمنٹ کے قانون کے مطابق صرف دو ہی لڑکے رہ سکتے ہیں، گورنمنٹ سمجھتی ہے کہ اس سے زیادہ لڑکے اگر ان کمروں میں رہیں گے تو ان کی صحت پر خراب اثر پڑیگا۔ ہر مہینہ گورنمنٹ کا آدمی آ کر ان کمروں کو چیک کرتا ہے، ہمیں دو طالب علم سے زیادہ ان کمروں میں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس دارالعلوم کو آتے جاتے ہمارا گزر ایک بہت بڑی سرنگ سے ہوا، اس سرنگ میں گاڑی کا چلنا خود ایک اچھی تفریح ہے۔

عصر تک مولوی اسماعیل کے گھر آرام کرتا رہا، آج ہی مجھے عصر بعد کلیپٹن کی ایک مسجد میں جس کے امام مولانا عبدالرشید دارالعلوم لندن کے شیخ الحدیث ہیں تقریر کرنی تھی، وہاں ہم لوگ وقت پر پہنچ گئے اور حسب پروگرام پون گھنٹہ تقریر ہوئی، لوگوں میں سلفیت کے

---

(۱) دارالعلوم لندن کے جس مضافاتی علاقہ میں واقع ہے اس کا نام CHISLE HURST ہے، یہ لندن سے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک پر فضا مقام ہے، مولانا مصطفےٰ صاحب جو مظاہر العلوم سہارنپور سے فارغ ہیں اسکو ۱۹۷۵ء میں قائم کیا، اس وقت طلبہ کی تعداد سوا سو کے قریب ہے۔

مدرسہ کا ایریا دس ایکڑ میں پھیلا ہوا ہے، موجودہ عمارت فوجی تربیت گاہ تھی جو ایک سو بیس روم پر مشتمل ہے، مدرسہ والوں نے اس عمارت کو آٹھ لاکھ پونڈ میں خریدا، جو ہندوستانی سکہ میں چھ کروڑ چالیس لاکھ ہوتا ہے، اس سے برطانیہ میں مقیم ہندوستانی خصوصاً گجراتی مسلمانوں کی ہمت و حوصلہ اور دین کی راہ میں خرچ کے جذبہ اور دین کے بارے میں انکی فکرمندی کا پتہ چلتا ہے۔

برطانیہ کے سرکاری قانون کے مطابق ہر مدرسہ میں سرکاری نصاب کی بھی تعلیم ضروری ہوتی ہے۔ وہ نصاب یہاں بھی پڑھایا جاتا ہے۔

تعلق سے بہت بے چینی تھی، میرے بیان سے حاضرین کو بہت حد تک تسلی ہوئی اور انھیں معلوم ہوا کہ یہ سلفی لوگ صرف نام کے سلفی ہیں، ورنہ ان کا رشتہ سلف سے کٹا ہوا ہے، حاضرین نے میری بات بڑے غور اور توجہ سے سنی، جہاں لوگ اردو اچھی طرح سمجھنے والے ہیں وہاں طبیعت خوب کھلتی ہے، اس مسجد میں مصلیوں کی غالب تعداد اردو سمجھنے والوں کی تھی اس وجہ سے میں نے بھی اپنی بات بہت کھل کر کہی اور لوگوں نے میری بات کو خوب سمجھا بھی۔

اسی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی گئی، پھر مولوی اسماعیل کے گھر کلیپٹن واپسی ہوئی (۱) اسماعیل کے پڑوس میں ایک صاحب ہیں جن کا نام بھائی محمد ہے، وہ بھی گجرات کے رہنے والے ہیں، پرانے سکوں کے ماہر سمجھے جاتے ہیں، اور دوسرے لوگ ان سے سکوں کی جانچ کرانے آتے ہیں، اور غالباً یہی ان کا ذریعہ معاش بھی ہے، بڑے ملنسار ہنس مکھ برق رفتار، خدمت گذار، حضرت مولانا حکیم اختر صاحب کراچی سے بیعت کا بھی تعلق ہے۔ میرا ان سے سابقہ کوئی تعارف نہیں تھا، جب میں لندن پہونچا تو ان سے تعارف ہوا پھر یہ تعارف ان کی محبت میں ڈھل گیا، پھر تو بھائی محمد بار بار میرے پاس آتے جاتے رہے، ہر خدمت کیلئے بلا تکلف ہر وقت حاضر رہتے، انھیں بھائی محمد کے یہاں آج رات کا کھانا تھا، بھائی محمد نے کھانے پر بڑا اہتمام کیا تھا، کئی پاکستانی حضرات بھی تھے کھانوں کا لطف تو رہا ہی ان پاکستانی حضرات کی ملاقات نے اس لطف کو دوبالا کر دیا، دیوبند کی محبت اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں کیسی بھر دی ہے، دیوبند کی نسبت سے کوئی آدمی کہیں پہنچ جائے لوگ اس کے دیوانہ ہو جاتے ہیں، عقیدت و محبت و اکرام و احترام کا غیر معمولی معاملہ کرتے ہیں، ان پاکستانی بھائیوں کو بھی معلوم ہوا کہ میرا تعلق دارالعلوم دیوبند سے تعلیم حاصل کرنے کا ہے، بس یہ حضرات میرے گرویدہ ہو گئے، اور بڑی محبت اور عقیدت سے باتیں کرتے رہے، ہر ایک کے دل میں دیوبند اور دارالعلوم دیوبند دیکھنے کی تڑپ تھی، شوق تھا۔

میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا، بھائی محمد نے جوشاندہ کی چند پڑیاں دیں

کہ میں اس کا استعمال کروں، مولانا اسماعیل کے گھر آکر اس کو استعمال کیا اور سو گیا، الحمدللہ
رات عافیت سے گذری۔

۲۲ر جولائی : آج صبح ناشتہ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ امریکہ سے میرے عزیز
شاگرد یوسف بھولا سلمہ کا فون آگیا، انھیں معلوم ہو گیا تھا کہ میں لندن پہنچ گیا ہوں، فون
پر بڑی دیر تک وہ باتیں کرتے رہے اور طالب علمی کے زمانہ کی یادیں تازہ کرتے رہے،
الحمدللہ جن طالب علموں نے مجھ سے پڑھا ہے ان میں سے بیشتر مجھ سے گہرا قلبی تعلق
رکھتے ہیں، محبت سے یاد کرتے ہیں، اور خدمت کیلئے تیار رہتے ہیں، مولوی یوسف
بھولا انھیں شاگردوں میں سے ہیں جو میرے ساتھ بڑی محبت رکھتے ہیں ہندوستان میں
بھی رہو تو ان کا فون اور خط آتا رہتا ہے، افریقہ گیا وہاں ان کا فون پہنچا اور وہ میری فون
ہی پر خبر گیری کرتے رہے، لندن پہونچا تو وہاں ان کی محبتوں کے نغمے میرے سازوں کو
چھیڑتے رہے، اگر ایسے مخلص شاگرد اس زمانہ میں کسی استاذ کو میسر آجائیں تو وہ اس کیلئے
بڑی نعمت ہیں، اللہ تعالیٰ مولوی یوسف بھولا کفلیتوی سلمہ کو ہر طرح کی ترقی وسعادت سے
نوازے۔

آج حاجی نصراللہ خاں صاحب کے ساتھ لندن شہر گھومنے کا پروگرام تھا، مولوی مشتاق
صاحب اپنی گاڑی لے کر وقت مقررہ پر آگئے، میں حاجی نصراللہ صاحب مولوی اسماعیل
حافظ محمد یوسف مولوی مشتاق کی گاڑی پر لندن شہر کی تفریح کیلئے نکلے، ابھی مولوی اسماعیل
کے گھر کے قریب کی سڑک پر پہنچے تھے کہ مولوی مشتاق نے کچھ اشارہ کیا اور مولوی یوسف
لپک کر گاڑی سے نکلے اور ایک دوکان میں گھس گئے، میں نے پوچھا کیا معاملہ ہے تو ان لوگوں
نے بتایا کہ یہاں شہر کے مضافات سے شہر میں گاڑی لیجانے کیلئے پانچ پونڈ کا ٹکٹ لینا
پڑتا ہے، مولوی یوسف وہی ٹکٹ لینے گئے ہیں۔ عراق پر امریکہ کی چڑھائی نے نہ صرف عراق
کو تباہ کیا ہے بلکہ برطانیہ اور امریکہ کی اقتصادیات کا بھی کس بل نکل گیا ہے، عراق پر امریکہ
اور برطانیہ کے حملے سے پہلے شہروں میں کاروں کے داخلہ کا برطانیہ میں کوئی ٹکٹ نہیں تھا، یہ ٹکٹ

عراق پر حملہ کے بعد لگایا گیا ہے، کیسا عجیب معاملہ ہے کہ کوئی دیہات اور مضافات کا رہنے والا آدمی اپنی کار کے ساتھ بلا ٹکٹ لئے ہوئے شہر میں داخل نہیں ہو سکتا، برطانیہ کے سوا شاید یہ نظام کہیں اور نہ ہو، اور حکومت کا کہنا یہ ہے کہ اس نے شہروں میں کاروں کے ہجوم کو روکنے اور ٹریفک نظام پر قابو پانے کیلئے یہ نظام مقرر کیا ہے، برطانیہ گورنمنٹ اپنی کمزوری کو چھپانے کیلئے عوام کی نگاہ میں کیسا ڈھول جھونک رہی ہے، اس نظام کے باوجود سڑکوں پر سگنلوں کی اتنی کثرت ہے کہ ہر چار قدم پر گاڑیاں رکتی ہیں اور تھوڑی دیر کا سفر گھنٹوں میں طے ہوتا ہے۔

لندن شہر میں گاڑی پارکنگ کا بڑا مسئلہ ہے، گاڑی چل رہی ہے تو چل رہی ہے، پارکنگ کیلئے دور دور تک کوئی جگہ نہیں ہے، اس لئے لندن شہر کی سیر بھاگم بھاگ کی رہی، ایک چیز بھی اطمینان سے دیکھنے کا آج کے روز موقع نہیں ملا، یہاں کا مشہور ٹاور برج ہے، جو جہازوں کی آمد و رفت پر کھولا اور بند کیا جاتا ہے، انسان کی صناعی کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔ اس سے کچھ فاصلہ پر لندن برج ہے، ان دونوں برجوں سے ہمارا گذر ہوا، یہاں رکنا نہیں ہوا، یہاں کی پارلیمنٹ کی شاندار عمارت بھی دیکھی، معلوم ہوا کہ اس عمارت پر رنگ و روغن کئے ہوئے عرصہ دراز گذر گیا ہے، اب جب حکومت اس کا ارادہ کرتی تو اس کا خرچ موجودہ عمارت کی تعمیر پر جتنا خرچ ہوا تھا اس سے زیادہ آتا ہے اس لئے حکومت اپنا پروگرام ملتوی کر دیتی ہے، ملکہ برطانیہ کا محل بھی دور سے دیکھا گیا، وہ جگہ بھی دیکھی جہاں تمام اہم منسٹریاں ہیں، موجودہ پرائم منسٹر ٹونی بلیر کے مکان سے بھی گذر ہوا، لندن کا مشہور پارک (HYED PARK) بھی دیکھا گیا، یہ لندن کی وہی مشہور جگہ ہے جہاں کے ایک حصہ میں ہفتہ کے ایک دن اتوار کو جو چاہے تقریر کرے اور جس طرح کی چاہے تقریر کرے، حکومت کو گالی دے، پرائم منسٹر کو گالی گورنمنٹ پر جس طرح کی چاہے تنقید کرے، آج کے دن اس کی پوری چھٹی رہتی ہے نچلے قسم کے لوگ یہاں آکر عجیب عجیب تماشہ کرتے ہیں کبھی سننے والا کوئی نہیں ہے اور تقریر

کرنے والا اپنی جھاڑے جارہا ہے، یہ پارک ہر طرح کی بیحیائی اور حرام کاری کا اڈہ ہے، ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں کہ انسان شرم وحیا سے پانی پانی ہو جائے مگر یورپ کی تہذیب میں یہ سب روا ہے، بلکہ تہذیب وتمدن کی ارتقار کی علامت ہے۔ اور جہاں بیحیائیوں اور حرام کاریوں کے تالاب میں ننگا ہو کر نہائے وہ پچھلے دور کا آدمی ہے۔

کار کی ڈرائیونگ مولوی مشتاق کر رہے تھے۔ اور نصراللہ خان صاحب راستوں کی رہنمائی کر رہے تھے۔ خانصاحب لندن کے راستوں سے ایسے ہی واقف ہیں جیسے کوئی اپنی گلی کوچے سے واقف ہوتا ہے، وہ ساتھ میں ہوں تو ان کی پر مزاح باتوں سے تفریح کا مزہ مزید بڑھ جاتا ہے، خانصاحب اپنی پیرانہ سالی کے باوجود جب تک انکو ایک پھوڑے نے بستر پر نہیں ڈالدیا ہر جگہ ہمارے ساتھ رہے، اور جہاں وہ اپنی بیماری کی وجہ سے نہیں ساتھ رہے ہیں انکی کمی کا شدید احساس رہا۔

گھومتے گھماتے ہم لوگ ایک ایسی جگہ سے گذرے جہاں کی آبادی کا بڑا حصہ عربوں پر مشتمل ہے، اس جگہ کا نام (EDGEWARROAD) تھا، مجھے یہاں عربوں کی زندگی کا مشاہدہ کرنا تھا، تھوڑی دیر کیلئے میں نے کار رکوائی اور ایک عرب دوکان میں داخل ہو کر عرب دوکاندار سے بات چیت کی، عرب فطرتاً بڑے بااخلاق ہوتے ہیں، البتہ معاشرتی اعتبار سے یہاں کے عرب بھی انگریز ہو گئے ہیں، ان کے لباس اور طرز رہائش کو دیکھ کر پہلی نگاہ میں کوئی انکو عرب نہیں سمجھے گا، تعجب یہ ہے کہ عرب ہی سب سے زیادہ گوشت کے معاملہ میں بد احتیاط ہیں اور بلا تکلف انگریزوں کا ذبیحہ کھاتے ہیں جنکے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

ہم نے بی بی سی لندن جس کی خبریں ہم ہندوستان میں سنا کرتے ہیں اس کا مرکز بھی دیکھا اگر موقع ہوتا تو اندر جا کر بھی اسے دیکھتے، تھوڑی سی کاغذی کاروائی کے بعد اسکو اندر سے دیکھنا ممکن تھا، مگر اس کا موقع نہیں تھا۔

گھومتے پھرتے ہم بہت تھک چکے تھے، اسلئے کیپٹن مولوی اسماعیل کے گھر واپس

ہوئے۔

دوپہر کا کھانا بھائی نذیر صاحب کے یہاں ہوا، یہ بھی گجراتی ہیں اور بیسوں سال سے لندن میں مقیم ہیں، جماعت سے جڑے ہوئے ہیں، بڑے نیک خلیق اور فرشتہ خصلت انسان ہیں، لندن میں جب تک میرا کلیپٹن میں قیام رہا یہ صبح وشام میرے پاس آتے تھے اور میرے ساتھ بڑا وقت گذارتے تھے، بیسوں سال سے لندن میں رہ رہے ہیں، مگر جماعت کی برکت سے لندن کی یورپی تہذیب اور زندگی نے انکی زندگی پر قطعاً کوئی اثر نہیں ڈالا ہے جماعت کے کاموں کی برکتوں کا صحیح اندازہ ہندوستان سے باہر نکلنے پر ہوتا ہے، خصوصاً یورپ اور افریقہ کے ملکوں میں تبلیغی جماعت کی برکتیں قدم قدم پر مشاہدہ میں آتی ہیں، نوجوانوں کی بہت بڑی جماعت کو اس جماعت نے ان ممالک میں بھٹکنے سے بچا رکھا ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

محترم ڈاکٹر رشید الوحیدی صاحب کا ایک خط اور بڑے بھائی کے انتقال پر ان کے

تاثراتی اشعار

ڈاکٹر رشید الوحیدی صاحب میرے ان کرم فرما بزرگوں میں سے ہیں جو اپنی بزرگانہ شفقتوں سے مجھے نوازتے رہتے ہیں، میرے بارے میں ڈاکٹر صاحب بہت حسن ظن رکھتے ہیں، میرے نام اپنے خطوط میں میری حیثیت سے بہت زیادہ میری تعریف کرتے ہیں، ان کی تعریفوں سے مجھے بسا اوقات بہت شرم آتی ہے، اسی لئے میں نے زمزم میں کبھی ان کا خط شائع نہیں کیا، ویسے بھی میرا مزاج اپنے بارے میں تعریفی خطوط شائع کرنے کا نہیں ہے زمزم اور میری کتابوں کے بارے میں ہر روز کوئی نہ کوئی خط آتا ہے، جس میں لوگ مجھے بہت بہت محبت سے یاد کرتے ہیں، زمزم کی تعریف کرتے ہیں، فتنۂ غیر مقلدیت کے رد و ابطال میں جو کام مجھ سے بن پڑا ہے، اس کی تعریف کی جاتی ہے، بسا اوقات خط لکھنے والے بڑے مبالغہ سے بھی کام لیتے ہیں، اور میرے بارے میں ان کے خطوط میں ان کلمات اور خیالات کا اظہار ہوتا ہے جن کا میں قطعاً مستحق نہیں ہوں یہ محض خط لکھنے والوں کی محبت اور ان کا حسن ظن ہوتا ہے، ورنہ من آنم کہ من دانم۔

گذشتہ دنوں ڈاکٹر صاحب کے بڑے بھائی مولانا فرید الوحیدی صاحب کا جدہ میں انتقال ہوگیا، مرحوم یوں تو پورے خاندان اور سارے ہی اعزاء و اقارب کیلئے ایک شجر سایہ دار تھے

سب کا خیال رکھنے والے اور سب کے ساتھ احسان وسلوک کرنے والے، بیس ہزار کی رقم ہر ماہ اعزاء واقربا پر خرچ کرتے تھے، مگر ان کا تعلق ڈاکٹر صاحب سے کچھ مزید خصوصی تھا، ڈاکٹر صاحب کے والد کا جب انتقال ہوا تو ڈاکٹر صاحب بہت خورد سال تھے، شروع میں پورے خاندان کو حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ نے جو ڈاکٹر صاحب کے دادا ہوتے تھے اپنی پرورش میں لیا اور اپنے بچوں سے بڑھ کر اس پورے خاندان کو اپنی شفقت ومحبت کی چادر میں لپیٹ کر رکھا، حضرت شیخ الاسلام کے انتقال کے بعد ڈاکٹر صاحب کے مرحوم بڑے بھائی نے جن کی سکونت سعودیہ میں ہو گئی تھی اور سعودی نیشنلٹی بھی انھیں حاصل تھی، جدہ کے بڑے تاجروں میں ان کا شمار تھا، پورے خاندان کو اپنی محبت کی گود میں لے لیا، ڈاکٹر صاحب کیلئے وہ باپ کی طرح تھے۔

ایسے شفیق اور مشفق بھائی کی جدائی کا اثر ڈاکٹر صاحب پر بہت رہا، مجھے جب ڈاکٹر صاحب نے اس کی اطلاع دی تو میں نے ڈاکٹر صاحب کو تعزیتی خط لکھا، اس خط کا جواب ڈاکٹر صاحب نے اپنے خاص وارفتگانہ انداز میں مجھے دیا، اور ساتھ ہی بھائی کے انتقال پر اپنے کہے ہوئے کچھ اشعار بھی بھیجے، ڈاکٹر صاحب کا یہ جوابی خط اور ان کے وہ اشعار زمزم میں شائع کئے جا رہے ہیں، خط میں میرے بارے میں جو ان کے احساسات وخیالات ہیں وہ محض ڈاکٹر صاحب کا حسن ظن، ان کی محبت، ان کی شرافت اور چھوٹوں کو آگے بڑھانے اور اونچا کرنے کا بزرگانہ انداز ہے، ورنہ تو بندہ کیستی من اوراخوب می دانم۔

——— محمد ابوبکر غازی پوری

مخدوم ومحترم حضرت مولانا غازی پوری صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عریضے کے جواب میں آج ۱۲ ر مئی کو والا نامہ (انلینڈ) ملا۔ جو عربی میں تھا۔ ایک ایک جملے اور لفظ سے قلبی واتعی اور گہرے غم وصدمے کا اظہار تھا، جیسا

آپ نے ان کو پایا، جن جن خوبیوں کا مشاہدہ کیا مختصر لفظوں میں صحیح سچی تصویر کشی فرمادی بات بھی صحیح اور انداز بھی جامع، یہ ہے تجربے اور کہنہ مشقی کی بات، خصوصًا ایک بات جو میں محسوس کر رہا تھا میرے شعور پر اس کا اثر تھا، مگر الفاظ و جملے میں لانے پر قادر نہیں تھا، آپ نے خوب پکڑا ۔ کان رحمہ اللہ : باعتبار جسد لا سعودی الجنسیہ الخ واقعی سعودی، صاحب حیثیت ثروت و دولت کے مالک ہوتے ہوئے تواضع وسادگی ان کی خاص خوبی تھی، خوب گیا آپ کا ذہن اس طرف، اب یہ صرف تجربہ اور خود آپ کے ساتھ ان کا رویہ ہی تو تھا جسے آپ نے محسوس کیا اور ظاہر کر دیا، آخری پیراگراف سے میں کانپ گیا، روئیں روئیں میں کپکپاہٹ پیدا ہونے لگی، لکھا آپ نے اپنے لئے ہے مگر میں خود اور ہم سب اسی منزل میں ہیں ۔ فایام العمر تنتھی ویقرب الاجل خصوصًا ۔ ولا یدری متی یفتح باب القبر الخ غم والم حسن کا ابھی ذہن پر تسلط ہے اس کے باوجود ایک ابدی حقیقت کے لئے اس بلیغانہ اظہار نے لطف دیدیا تڑپا دیا ۔ واہ مولانا آپ عالم ہیں، ادیب ہیں، کاش یہ جاہل کچھ دن آپ کا شاگرد رہ سکتا ۔

یہ خط جدے حسین فواد رضا کو جائے گا، اور تعزیت نامے بھی جائیں گے، میں سمجھتا ہوں آپ کے خط کا قد سب سے بلند ہوگا، شاید حسین میاں عربی میں کوئی ریکارڈ تجویز کر رہے ہیں کچھ اور چیزیں منگوائی ہیں ۔

ضرورتمندوں، اعزا، بیواؤں، یتیموں کی امداد و اعانت کی طرف ان کا قلبی لگاؤ جذبہ اور اس کے مطابق حوصلے کے ساتھ خرچ واخراجات آپ یہ بھی نہ بھولے، جزاکم اللہ اور لغزشیں، کوتاہیاں جو اللہ میاں سے متعلق ہیں اس کے حقوق کے بارے میں ہیں، تو وہ ستار و غفار، غفور الرحیم، ارحم الراحمین ہے، بھائی صاحب کی اس کے بندوں سے محبت عنداللہ مقبول ہوگئی تو سب معاف کر دیئے جائیں گے ۔ باقی ان کا الخلق عیال اللہ کے ساتھ حسن معاملہ ۔ یہ تو اللہ بھی پسند فرمائے گا بقول آپ کی دعائیہ بشارت کے مستحق نعنہ کل سیاتہ عند اللہ انشاء اللہ الخ

میں نے مولانا ارشد میاں سے تعزیت کے جواب میں عرض کیا۔ دعا کیجئے اللہ پاک
ان کی ہر منزل آسان فرمادے۔ امید افزا جملہ کہا۔ بھائی فرید تو بڑے فیاض تھے،
انشاء اللہ ہر منزل آسان ہوگی۔

خط میں اس اطلاع سے خوشی ہوئی کہ آپ عن قریب تشریف لا رہے ہیں۔
یہ آپ کی محبت ہے، ورنہ دہلی شہر، لال کنواں، جامع مسجد I.T.O یا اسٹیشن
سے میرے گھر جامعہ نگر تک کا سفر بذاتِ خود مستقل زحمت ہے۔ اللہ پاک نیکوں
کی اس محبت کا نتیجہ آخرت میں عفو و درگذر کی صورت میں عطا فرمادے ورنہ اعمال
اور افعال تو صفر ہی صفر اور معصیت کا انبار ہے۔ شنیدم کہ در روز۔ الخ
اندازاً میں ۲۲، ۲۳ مئی سے ۵ ر جون تک بڑودے رہوں گا، جولائی کے اواخر میں
۲ یا کچھ زائد مہینوں کیلئے بحرین رہوں گا کوشش یہ بھی ہے، چند ہفتے جدے اور
حرمین پاک میں گذر جائیں (یہ حتمی پروگرام) نہیں ہے، ترمیم اور تنسیخ دونوں ممکن
ہے۔ اجازت۔ دعا کا طالب

رشید الوحیدی

تاثراتِ غم والم

مرحوم میری شاعری کے قدر داں تھے، تعریف کرکے حوصلہ افزائی فرماتے تھے
اب شاعری کا تو یارا کہاں! نہ دماغ چل رہا ہے بس تاثراتِ غم یوں ڈھل گئے ہیں
حسن ورعنا کو بھیجا ہے مگر سب سے پہلے آپ کو۔

وہ حادثہ کہ تصور بھی تھا گراں جس کا
وہ آج بن کے قیامت گذر گیا مجھ پر
کسی کی داغِ جدائی سے گم ہیں ہوش وحواس
دل ودماغ کی دنیا ہے کیسی زیر وزبر

نہ تابِ گریہ، نہ ضبطِ فغاں، نہ طاقتِ صبر
میرے خدا مرے دل پہ یہ زخم کاری ہے
یونہی رہا ہے سدا کاروبارِ موت و حیات
نظامِ کون و مکاں یہ ازل سے جاری ہے

ترے وجود کی قیمت کا اب ہوا احساس
قدم قدم تری شفقت سے فیض یاب تھے ہم
نہ فکرِ سود و زیاں تھا نہ کچھ غمِ دوراں
کہ تیرے سائے میں ہر طرح کامیاب تھے ہم

لگا تھا داغِ یتیمی جو عہدِ طفلی میں
ملی تھی باپ کی شفقت تری نگاہوں میں
کبھی جو باپ کی فرقت پہ دل اداس ہوا
بڑا سکون ملا بھائی تری باہوں میں

تو میرا قوتِ بازو مرا سہارا تھا
چلا گیا مجھے صحرا میں چھوڑ کر بھائی
تری جدائی کا احساس کاٹ کھاتا ہے
اکیلا پا کے زمانہ مجھے ڈراتا ہے

ترے حضور میری التجا ہے ربِّ کریم
گناہ بخش دے لغزش معاف فرما دے
نواز دے میرے بھائی کو اپنی رحمت سے
نہیں بعید الٰہی یہ تیری شفقت سے

غم زدہ ڈاکٹر رشید الوحیدی
ذاکر نگر۔ دہلی

محمد اجمل مفتاحی

مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونیوالا دوماہی دینی وعلمی

مجلہ

زمزم

جلد ۲ شمارہ ۵

رمضان شوال ۱۴۲۵ھ

مدیر مسئول مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ——— ۷۰/ روپے

پاکستان کیلئے پاکستانی ۱۲۰/ روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے

دس ڈالر امریکی

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور۔ یوپی

پن کوڈ ۲۳۳۰۰۱ فون نمبر ۰۵۴۸-۲۲۲۱۷۵۷/۲۲۲۵۳۳

محمد اجمل مفتاحی

فہرست مضامین

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

جب یہ پرچہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا تو رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہو چکا ہوگا یا شروع ہونے کے قریب ہوگا، اللہ تعالیٰ رمضان کی برکات سے ہم سب کو مستفید فرمائے۔

رمضان کی ہر گھڑی بڑی قیمتی ہے، اس کا ایک ایک لمحہ بڑا گراں قدر ہے، اس کا ایک ایک دن اور ایک ایک شب خیرات و برکات سے بھری ہوئی ہے، تمام عبادتوں میں روزہ ہی وہ عبادت ہے جس میں ریا کا نام و نشان نہیں ہوتا، اگر انسان کے دل میں اللہ کا خوف نہ ہو تو وہ تنہائی میں اپنا پیٹ بھر سکتا ہے، اپنی پیاس بجھا سکتا ہے، اپنے نفس کی خواہش کو پورا کر سکتا ہے، تنہائی میں کون دیکھنے والا ہے، لیکن اگر وہ اپنے جذبات و خواہشات پر قابو پا کر روزہ رکھے ہوئے ہے، اور بھوک پیاس کو برداشت کر رہا ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ وہ اللہ سے ڈرنے والا بندہ ہے، اور وہ محض اللہ کی فرماں برداری میں روزہ رکھ رہا ہے، چونکہ یہ ایک طرح کی خالص اللہ کے لئے عبادت ہوتی ہے اس لئے اللہ نے اس کا ثواب بھی بہت رکھا ہے، بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ اس کا بدلہ میں ہی دوں گا، ساری عبادتوں کا بدلہ اللہ ہی دیتا ہے مگر روزہ کے بارے میں بطور خاص اس کا ارشاد ہے کہ اس کا بدلہ میں ہی دونگا، یہ روزہ دار کا اللہ کی طرف سے خاص اکرام ہے اور اللہ کا خاص طور پر روزہ دار کی طرف توجہ فرمانے کا اظہار ہے۔

روزہ نفس کی غلاظت و نجاست کے پاک کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، روزہ

رکھنے والے کی پوری توجہ اللہ کی طرف ہوتی ہے، بھوک پیاس کا احساس ہر وقت اسکو ستاتا ہے مگر وہ کھانے اور پینے کے قریب نہیں جاتا اس لئے کہ اس کے ذہن میں ہے کہ اس نے اللہ کے لئے روزہ رکھا ہے، اس طرح اللہ کی یاد سے اس کا دل ہر وقت آباد رہتا ہے، اور اللہ کی یاد نفس کے تزکیہ وتطہیر کا بہت بڑا ذریعہ ہے، قابلِ مبارکباد ہیں وہ لوگ جو اپنے دلوں کو اللہ کی یاد سے آباد رکھتے ہیں اور رمضان کی ایک ایک ساعت کو گناہوں سے صاف ستھرا ہونے میں لگاتے ہیں۔

اللہ والے راتوں کو اس ماہ میں جاگتے ہیں اور ذکر واذکار تلاوت قرآن مجید میں رات دن کا بیشتر حصہ خرچ کرتے ہیں۔

اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ روزہ کا احترام نہیں کرتے ہیں، اور اپنی زبان اور نگاہوں کی حفاظت نہیں کرتے ہیں اور روزہ رہتے ہیں تو اللہ کو ایسے بے پرواہ بندوں سے کوئی مطلب نہیں ہوتا، اللہ کو بندہ کا محض بھوکا پیاسا رہنا مطلوب نہیں ہے بلکہ اللہ چاہتا ہے کہ بندے اس ماہ میں اپنی بندگی کا پورا اظہار کریں، اور اس ماہ کو پوری عظمت کے ساتھ گذاریں۔

اس ماہ مبارک کو قرآن کے ساتھ خاص مناسبت ہے، اسی ماہ میں لوح محفوظ میں پورا قرآن اتارا گیا، اس لئے اللہ والے رمضان میں قرآن کی تلاوت کا بطور خاص بڑا اہتمام فرماتے تھے، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ تراویح میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور تہجد میں ہر تین دن پر ایک قرآن ختم کرتے تھے، اور روزانہ دن میں ایک قرآن ختم کرتے تھے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پورے رمضان میں ساٹھ قرآن ختم کرتے تھے یعنی چوبیس گھنٹے میں ہر روز دو قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

رمضان میں باجماعت تراویح ادا کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، حضرت عمرؓ کے زمانہ سے آج تک سارے مسلمان رمضان میں باجماعت بیس رکعت تراویح پڑھتے آئے ہیں، آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے

تراویح کو مسنون کیا ہے، تراویح آنحضورؐ کی سنت ہے، تراویح کی بیس رکعتیں ہیں یہی تمام اہل سنت کا مسلک ہے، اس سے کم جو لوگ تراویح کے نام پر رکعتیں پڑھتے ہیں، ان کی تراویح والی سنت ادا نہیں ہوتی ہے، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں۔

"وھی عشرون رکعۃ یجلس عقب کل رکعتین ویسلم فھی خمس ترویحات کل اربعۃ منھا ترویحۃ وینوی فی کل رکعتین اصلی رکعتی التراویح المسنونۃ اذا کان فردا واذا کان اماما او ماموما (ص۲۶۶)

یعنی تراویح بیس رکعت ہے ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے گا اور سلام پھیرے گا پس تراویح پانچ ترویحوں کا نام ہے، ہر چار رکعت ایک ترویحہ کہلاتا ہے، اور پھر ہر دو رکعت پر نیت کرے گا میں دو رکعت مسنون تراویح کی نیت کرتا ہوں خواہ تنہا ہو، خواہ مقتدی خواہ امام نیت سب کریں گے۔

اگر بلا پیسہ لے کر تراویح پڑھانے والا امام مل جائے تو اس کے پیچھے تراویح پڑھنا چاہئے، ورنہ سورہ تراویح پڑھنا ہی افضل اور اولیٰ ہے، پیسہ لے کر جو تراویح پڑھاتے ہیں وہ خود گناہگار ہوتے ہیں اور جو ان کے پیچھے تراویح پڑھتا ہے وہ بھی گناہگار ہوتا ہے۔ شریعت کے مسائل میں اپنے نفس کو دخل نہیں دینا چاہئے۔ پیسے لے کر تراویح پڑھانے کا سلسلہ ابھی کچھ روز سے ہندوستان، پاکستان میں شروع ہوا ہے، اس سے پہلے اس کا وجود نہیں تھا۔

رمضان میں سحری کھانے میں تاخیر کرنا بہتر ہے اور افطار میں جلدی کرنا بہتر ہے اگر کسی روزہ دار کو اپنے ساتھ افطار میں شریک کر لیا جائے تو یہ بڑے ثواب کا کام ہے مگر اس میں دکھاوا کرنا بہت مذموم عمل ہے، آج کل افطار کی پارٹیاں دیا کرتے ہیں، اس میں عام طور پر نیت فاسد ہوتی ہے، ان پارٹیوں کا بائیکاٹ کرنا چاہئے، افطار کرنا

بقیہ ص۶۴ پر

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد ١ جمل مفتاحی

نبوی ہدایات

(١) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، صحابہ کرام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ سات چیزیں کون سی ہیں تو آپ نے فرمایا، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دینا، جادو کرنا، ناحق جان لینا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے میدان سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور بھولی بھالی مسلمان عورتوں پر زنا کا الزام لگانا۔ (بخاری)

ان سات چیزوں کو گناہ کبیرہ بھی کہا جاتا ہے، یعنی وہ باتیں جن کا گناہ بہت بڑا ہے، اور بلا توبہ کے یہ گناہ معاف نہیں ہوتے ہیں۔

پہلی چیز شرک ہے، یہ تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے، اللہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے، نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کی صفات میں کوئی شریک ہے، ذات میں شریک نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا خدائی میں کوئی دوسرا شریک و ساجھی نہیں ہے، رب و مالک تنہا ایک خدا ہے، تنہا اسی کی ذات نے اس عالم کو پیدا کیا اور تنہا وہی اس کا نظام چلا رہا ہے، الوہیت کی شان صرف اسی ایک ذات میں پائی جاتی ہے، کوئی دوسرا معبود نہیں ہے کہ اس کے سامنے سر جھکایا جائے اس سے مدد مانگی جائے، اس سے حاجت روائی طلب کی جائے۔

اپنی صفات میں اللہ یکتا اور یگانہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو قدرت

خدا کی ہے وہ کسی اور کی نہیں ہے، اس کا سننا دیکھنا بلا مثال ہے، نہ اس کے جیسا کوئی سنتا ہے نہ اس کے جیسا کوئی دیکھتا ہے نہ اس کے جیسا کسی کو علم ہے، نہ اس کے جیسا کسی کا ارادہ و اختیار ہے، مارنا، جلانا، روزی دینا، مصیبتوں کو دفع کرنا، نفع اور نقصان پہونچانا یہ صرف اللہ کی صفات ہیں، کسی دوسرے میں نفع اور نقصان کی طاقت و قدرت نہیں ہے، اولاد دینا، روزی دینا، بیمار کرنا، اچھا کرنا صرف اسی کا کام ہے۔

جو لوگ اللہ کی ان صفات میں کسی اور کو شریک کرتے ہیں اور دوسروں کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتے ہیں وہ شرک کے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔

جادو کرنا اور اس کے ذریعہ سے کسی کو نقصان پہونچانا بھی بہت بڑا گناہ ہے جو لوگ جادو کا دھندا کرتے ہیں عموماً ان کی زندگی سے خیر و برکت اس دنیا ہی میں اٹھ جاتی ہے، اور ان کو کار خیر کی توفیق نہیں ہوتی۔

کسی مسلمان کو بلا وجہ اور ناحق قتل کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ قرآن میں واضح ارشاد ہے کہ ایسے شخص کا ٹھکانا جہنم ہے، اور اگر کسی نے اس جرم کا ارتکاب کیا تو شریعت ایسے شخص کو مقتول کے بدلہ میں قتل کرنے کا حکم کرتی ہے۔

سود کھانا بھی بہت بڑا گناہ ہے، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر لعنت فرمائی ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ سود سے روزی گھٹتی ہے، اور یہ بھی ارشاد ہے کہ سود کھانے والا قیامت کے روز اس طرح اٹھے گا جیسے کسی کو شیطان لگا ہو یعنی اس کے ہوش و حواس گم ہوں گے۔

کسی کا بھی ناحق مال ہڑپ کر لینا حرام اور ناجائز ہے، مگر خصوصاً ایسے بچوں کا مال ہڑپ کرنا اور کھانا جو یتیم ہیں اور جن کے سروں سے ان کے ماں باپ کا سایہ اٹھ چکا ہے بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن پاک میں خدا کا ارشاد ہے، جو لوگ یتیم کا مال ناحق طریقہ سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ڈالتے ہیں، جن کی کفالت میں یتیم بچے ہوں انکو یتیموں

کے مال میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

اللہ کے راستہ میں جنگ کا اعلان ہو چکا ہے، معرکہ کارزار گرم ہے مسلمان اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کیلئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں، اب کوئی بلا عذر محض ڈر اور خوف سے یا مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کے لئے جنگ کے میدان سے فرار اختیار کرتا ہے تو وہ بہت بڑے جرم اور گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور شریعت نے اس فرار کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے، کبھی میدان جنگ سے ایک آدمی کا بھاگنا جنگ کے پورے نقشہ کو بدل دینے کا ذریعہ ہو جاتا ہے اور دوسرے لڑنے والوں کا حوصلہ ٹوٹتا ہے اور جیتا ہوا معرکہ شکست میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

آخری بات آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی جو بھولی بھالی سیدھی سادھی بیچاری عورتیں جن کو اپنا دفاع کرنا بھی نہیں آتا ان مسلمان عورتوں پر جھوٹا الزام لگانا اور زنا کی تہمت ان پر مڑھنا یہ بھی گناہ کبیرہ ہے اور ایسے لوگوں پر دنیا و آخرت میں خدا کی طرف سے لعنت ہوتی ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

ان الذین یرمون المحصنت الغافلات المومنات لعنوا فی الدنیا والآخرۃ ولھم عذاب عظیم، یعنی جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں پھٹکار ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔

ایک حدیث پاک میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ قذف المحصنۃ یھدم عمل مأۃ سنۃ۔ یعنی کسی پاک دامن عورت پر عیب لگانا سو برس کے عمل کو ڈھا دیتا ہے۔

جن باتوں کی ہمارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے شریعت میں ان کو کتنا اہم سمجھا گیا ہے، اس حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور نے فرمایا الظلم

ظلماتٌ یوم القیٰمۃ۔ یعنی ظلم قیامت کے روز تاریکی ہوگا۔

یعنی دنیا میں جو انسان دوسروں پر ظلم کرے گا اور اس کو اپنی عادت بنالے گا قیامت کے روز اس سے ایمان کی روشنی غائب ہوگی، اور تاریکیوں کے گھپ اندھیرے میں ہوگا، اس کی کچھ حسنات بھی ہوں گی تو وہ بھی اس تاریکی عذاب کی وجہ سے اس کی نگاہ سے غائب ہوں گی وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔

مظلوم انسان کا معاملہ بڑا اہم ہوتا ہے، جب تک کہ ظالم اس مظلوم سے اپنی معافی نہ کرالے اللہ بھی اس کو معاف نہیں کرے گا، اور مظلوم انسان کی بددعا رد نہیں ہوتی ہے، یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ظلم کسی پر بھی جائز نہیں ہے، اس میں مسلمان اور غیر مسلمان کا فرق نہیں ہے۔ جس طرح ایک مسلمان پر ظلم حرام اور ناجائز ہے کسی غیر مسلم پر بھی ظلم حرام اور ناجائز ہے، اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کسی نے تمہارے ساتھ ظلم کا معاملہ کیا ہے تو تم اس سے اپنے ظلم کا اس کے ظلم کے بقدر ہی بدلہ لے سکتے ہو، نہ اس کی اجازت ہے کہ جتنا تم پر ظلم ہوا ہے اس سے زیادہ بدلہ لو اور نہ اس کی اجازت ہے کہ جس نے ظلم کیا ہے اس کے گھر والوں اور اس کے اعزا اور اقربا سے بدلہ لو، لوگ جوش انتقام میں اس کا لحاظ نہیں رکھتے ہیں اور وہ مظلوم ہوکر بھی شرعی حدود کا خیال نہ کرنے کی وجہ سے ظلم کرنے والوں کی فہرست میں آجاتے ہیں۔

پاکستان میں زمزم کے شائقین اس پتہ پر رابطہ قائم کریں

مولانا ابو محمد ایاز ملکانوی صاحب جامعہ سراج العلوم عیدگاہ لودھراں ــ پاکستان۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

تواضع وانکساری

مشہور ہے اور مشاہدہ بھی ہے کہ شجر ثمر دار (پھل دار درخت) جھکا رہتا ہے، اسی طرح آدمی جتنا باکمال ہوگا اس میں اتنی ہی تواضع اور انکساری کی صفت ہوگی، تواضع کی صفت اہل کمال خصوصًا علماء کا زیور ہے، اہل علم کی زینت تواضع وانکساری سے ہے، جس میں تواضع نہیں اس کا علم اس کے لئے وبال ہے، تواضع انسان کو بلند کرتا ہے، خودپسندی وتکبر سے انسان ذلیل ہوتا ہے۔

حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں، عالم کی سب سے عمدہ صفت یہ ہے کہ اس میں تواضع ہو اسے اپنے علم پر ناز نہ ہو اور اس کا قلب حب جاہ وریاست سے خالی ہو۔

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ تواضع سے انسان کو بلندی حاصل ہوتی ہے لوگو تواضع اختیار کرو اللہ تم کو بلندی عطا کرے گا۔

(فضائل الاعمال لابن شاہین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا ہے، اور بندہ جب کسی کو معاف کرتا ہے تو اللہ اسکی عزت میں اضافہ کرتا ہے اور جب وہ تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کو رفعت وبلندی کا مقام دیتا ہے۔ (مسلم شریف)

لوگوں نے کہا ہے کہ تواضع اہل علم کے پاس علم زیادہ ہوتا ہے جیسے پست زمین میں

پانی زیادہ جمع ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے کہ بندہ جب اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کو حکمت سے نواز کر اس کا درجہ بلند کرتا ہے، اور اس سے کہا جاتا ہے اوپر اٹھ اللہ تجھ کو اوپر اٹھائے تو ایسا انسان اپنے آپ میں تو حقیر ہوتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہوں میں کبیر اور بڑا ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف یہ بات اللہ کی طرف سے وحی کی گئی ہے کہ اے لوگو تواضع اختیار کرو اور تم میں کا بعض بعض پر ظلم نہ کرے۔

لوگوں نے کہا ہے کہ تواضع ایسی نعمت ہے کہ جس پر کسی کو حسد نہیں ہوتا، ایک شاعر کہتا ہے ۔ دیکھنے والے کی نگاہ میں دو ساتھ ساتھ کی چیز بہت عمدہ ہے۔ بلندی شان کے ساتھ آدمی تواضع کا لباس اوڑھے رہے۔ بحتری شاعر کہتا ہے

واذا ما الشریف لم یتواضع للاخلاء فھو عین وضیع

یعنی اگر دوستوں کے لئے شریف آدمی تواضع نہ اختیار کرے تو وہ پلے درجہ کا ذلیل اور کمینہ ہے۔

ابن عبدوس فرماتے ہیں کہ جب آدمی کو وقار اور درجہ کی بلندی حاصل ہوتی ہے تو اس میں کبر اور خود پسندی بہت جلد پیدا ہو جاتی ہے الا یہ کہ اللہ اس کو اپنی توفیق سے محفوظ رکھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں تم لوگوں پر تین باتوں سے بہت ڈرتا ہوں، بخل جس پر عمل ہو، خواہش نفس جس کی تابعداری ہو، اور خود پسندی، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین چیز ہلاک کرنے والی ہے، اور تین چیز بچانے والی ہے، ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں، بخل جس کو عمل میں لایا جائے، خواہش نفس جس کی تابعداری کی جائے اور انسان کی خود پسندی، اور بچانے والی تین چیزیں یہ ہیں۔

چھپے اور علانیہ دونوں حال میں اللہ سے ڈرنا، غصہ اور خوشی دونوں حالت میں حق ہی بات کہنا اور مالداری اور فقر دونوں حالتوں میں درمیانہ روی اختیار کرنا۔

حضرت مسروق فرماتے تھے کہ انسان کے عالم ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اس کے جاہل ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اسے اپنے علم پر گھمنڈ ہو۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جہل کی تین علامتیں ہیں، گھمنڈ کرنا بلاوجہ زیادہ گفتگو کرنا اور آدمی جس چیز سے دوسروں کو روکے خود اسے کرے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تواضع کیا ہے؟ تو فرمایا کہ حق بات جس سے سنو اس کو مان لو اگرچہ کہنے والا جاہل ہی کیوں نہ ہو، حق کا قبول کرنا تمہارے لئے لازم ہے۔

لوگوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ العجب یھدم المحاسن یعنی خود پسندی اور غرور تمام اچھائیوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے۔ الاعجاب آفۃ الالباب، یعنی عقل کی مصیبت خود پسندی ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے۔ اعجاب المرء بنفسہ دلیل علی ضعف عقلہ۔ یعنی خود پسندی جس میں ہو یہ دلیل ہے کہ اس کی عقل کمزور ہے۔

علی بن ثابت فرماتے ہیں:

المال آفتہ التبذیر والنھب   والعلم آفتہ الاعجاب والغضب

یعنی مال کو ختم کرنے والی چیز فضول خرچی اور ادھر ادھر لٹانا ہے، اور علم کو ختم کرنیوالی چیز خود پسندی اور غصہ ہے۔

لوگوں نے کہا ہے۔ من اعجب برایہ ذل، ومن استغنی بعقلہ زل ومن تکبر علی الناس ذل ومن خالط الانام حقر ومن جالس العلماء وقر۔

یعنی جو اپنی رائے پر گھمنڈ کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے، اور جو اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہے ٹھوکر کھاتا ہے، اور جو لوگوں سے بڑا بنتا ہے خوار ہوتا ہے، اور جو ہر طرح کے لوگوں

سے ملتا جلتا ہے حقیر رہتا ہے اور جو علماء کی ہم نشینی اختیار کرتا ہے وہ باوقار ہوتا ہے۔

حضرت فضیل فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی سرداری کی چاہ رکھتا ہے وہ دوسروں پر حسد کرتا ہے اور ظلم کرتا ہے اور لوگوں کے عیوب تلاش کرتا رہتا ہے اور اسے یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ جس کا ذکر بھلائی کے ساتھ کیا جائے۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

حب الریاسة داء لا دواء لہ   وقل ماتجد الراضین بالقسم

یعنی جاہ اور سرداری کی چاہ ایسا مرض ہے جس کی کوئی دوا نہیں، ایسے لوگ اپنی قسمت پر بہت کم خوش رہتے ہیں۔

مالک بن دینار فرمایا کرتے تھے۔ من تعلم العلم للعمل کسرہ ومن تعلمہ لغیر العمل زادہ فخراً یعنی جو عمل کرنے کے لئے علم حاصل کرتا ہے تو علم اس میں تواضع اور انکساری کی صفت پیدا کرتا ہے۔ اور جو شخص عمل نہ کرنے کے لئے علم حاصل کرتا ہے تو علم اس کو مزید مغرور کر دیتا ہے اور اس میں فخر کی نشانی زیادہ پیدا ہوجاتی ہے۔

قرآن میں ارشاد باری ہے کہ اللہ متکبرین اور فخر کرنیوالے کو پسند نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لا یحبّ کل مختال فخور، کبر اور غرور ابلیس لعین کی صفت تھی۔ ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین۔ ابلیس نے اللہ کا حکم ماننے سے انکار کردیا، اور بڑا بنا اور اللہ کا ناشکرا ہوا۔

نوٹ :۔ (اس مضمون کا اکثر حصہ حافظ ابن عبد البر کی کتاب جامع بیان العلم کی ایک فصل سے ماخوذ ہے)

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

حضرت شیخ الحدیث کی "فضائلِ اعمال"

پر

ایک ناقدانہ خط کا مختصر جواب

حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی دامت برکاتہم دارالعلوم دیوبند کے قدیم اور جید الاستعداد فضلاء میں سے ہیں، اللہ نے پختہ علمی استعداد کے ساتھ ساتھ دینی حمیت و غیرت سے بھی انھیں نوازا ہے، عصر حاضر کے ممتاز علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے عرصہ دراز سے ندوہ میں اونچی کتابوں کی تدریس کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں، آپ کا قلم بہت پختہ اور رواں دواں ہے، متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، اور بہت سی علمی و ملی مجالس کے اہم منصبوں پر فائز ہیں، طبیعت میں بزرگوں والی شرافت اور تواضع ہے، احقر مدیر زمزم کے ساتھ خورد نوازی کا معاملہ کرتے ہیں، اور اپنے بزرگانہ دعائیہ اور تشجیعی کلمات سے اس کی ہمت بڑھاتے ہیں اور حوصلہ افزائی کرتے ہیں، احقر کی تحریروں کو ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں، زمزم کے مستقل قاری ہیں اور اس کی حقیر خدمات کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

احقر "مدیر زمزم" نے ان سے گذارش کی تھی کہ اپنے رشحاتِ قلم کے کچھ حصے سے زمزم کو بھی نوازیں تو کرم ہوگا، مولانا نے توجہ فرمائی اور ایک تحریر روانہ فرمادی۔

تبلیغی جماعت پر غیر مقلدین اور نام نہاد سلفیوں نے اس وقت دھاوا بول رکھا ہے
تبلیغی نصاب اور اس کے بابرکت مصنف کے خلاف ان کا شور و غوغا حد سے بڑھ چکا ہے
اللہ نے اس جماعت کو جو عالمگیر مقبولیت عطا کی ہے، سلفیوں کو اسے دیکھا نہیں جا رہا ہے
اور یہ دین کے نام پر بے دینی کا مستقل کارنامہ انجام دے رہے ہیں، فضائل اعمال کا مصنف
جو جلیل القدر محدث اپنے وقت کا جلیل القدر عالم دین اور راہ سلوک کا جنید و شبلی تھا،
اس کے خلاف سلفیوں کی زبان سے نہایت بے ہودہ کلمات نکلتے ہیں اور یہ بدعقل جانتے
نہیں کہ اللہ والوں کی شان میں زبان چلانا عرش اعظم کو تھرا دیتا ہے۔

اس قسم کے کسی سلفی صاحب نے حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی دامت برکاتہم
سے تبلیغی نصاب کتاب کے بارے میں کچھ سوال کیا تھا جس کا جواب مولانا نے اپنے منفرد
انداز میں ان کو دیا تھا، مولانا کا وہی جواب اس شمارہ کی زینت بن رہا ہے۔ انشاء اللہ
جویائے حق کے لئے مولانا کی یہ مختصر تحریر بہت کافی ہے، ادارہ زمزم مولانا کی اس کرم فرمائی
کا شکر گزار ہے۔ (ادارہ)

..... آپ کا ..... یہ اشکال یا سوال عجیب ہے کہ "فضائل اعمال میں چند چیزیں
بالتحقیق غلط ہیں، اس کی تنقیح کیوں نہیں کی جاتی، حالانکہ آپ نے نہ تو یہ لکھا کہ وہ کونسی
چیزیں ہیں جو بالتحقیق غلط ہیں اور نہ ان محققین کا نام لکھا جنھوں نے تحقیق کر کے غلطی نکالی۔
ایسا لگتا ہے کہ آپ نے محض سنی سنائی باتوں پر یہ سوال کر دیا، خود تحقیق نہیں کی،
ظاہر ہے بغیر تحقیق کے کوئی بات کرنا بذات خود غیر علمی طرز ہے۔ مزید برآں یہ کہ آپ
کے اس خط سے پہلے میں نے کسی سے نہیں سنا نہ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ "فضائل" میں چند
چیزیں بالتحقیق غلط ہیں۔ بہت سے بہت جو سنا اور پڑھا ہے وہ یہ کہ ان میں بعض
روایات ضعیف ہیں (ضعیف، غلط کے ہم معنی نہیں ہوتا ہے) اور اس اشکال کے بھی بکثرت
جوابات، کتابی اور مضامین کی شکل میں دیدیے گئے ہیں۔ حال ہی میں راقم کے اس جواب

کے بعد ایک بڑا تفصیلی و محققانہ مضمون مولانا عبداللہ معرفی صاحب کا اس موضوع پر رسالہ "ترجمان الاسلام" (بنارس) میں شائع ہوا۔ (شمارہ ۵۹ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء) اندازہ ہوتا ہے کہ نہ صرف آپ کی نظر سے ان جوابات میں سے کوئی نہیں گذرا بلکہ ان کا جواب دیئے جانے سے بھی آپ بے خبر لگتے ہیں۔ (مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے وہ طلب کئے جا سکتے ہیں)

میں آپ کی معلومات کے لئے چند باتوں کی نشاندہی کرتا ہوں، امید ہے کہ غلط فہمی دور کرنے میں ان سے مدد ملے گی!

(۱) ضعیف روایات کی فضائل کی کتابوں میں موجودگی کا ذکر بطور الزام اکثر ان لوگوں نے کیا ہے جو نہ تو ضعیف روایت کی فنی تعریف سے واقف ہیں نہ ان کے احکام سے اور نہ حدیث کی کتابوں میں مذکور اور مروی روایات کی حیثیت سے۔ پھر ایسے لوگوں کی بات میں وزن کہاں ہو سکتا ہے؟

(۲) ایسی کتاب یا کتابوں کے بارے میں جن میں صحیح روایات کے ساتھ ضعیف (بالفاظ دیگر غیر صحیح) روایات بھی ہوں۔ عام طور سے اہل علم یہ مشورہ نہیں دیتے کہ ان کی تنقیح کر دی جائے۔ یعنی انھیں کتاب سے نکال دیا جائے (اگر تنقیح کا یہی مطلب ہے) ورنہ تو پھر شاید کوئی بھی روایات کا مجموعہ (جن میں احادیث کی کتابیں بھی شامل ہیں) ایسا نہیں رہے گا جس کے کچھ حصوں کو خارج نہ کرنا پڑ جائے! مثلاً "صحاح ستہ" جن کتابوں کو کہا جاتا ہے ان میں سے بعض۔ خصوصاً ابن ماجہ و ترمذی۔ میں ضعیف (بلکہ شدید الضعف جنھیں "منکر" کہا جاتا ہے) کچھ روایات موجود ہیں جس کا اظہار متعدد اہل فن نے کیا ہے اور امام ترمذی نے خود بھی اس کا اعتراف و اظہار کیا ہے۔ تو کیا کسی صاحب علم نے آج تک یہ مشورہ دیا کہ ان کتابوں میں سے ایسی ..... روایات کو خارج کر دیا جائے؟ اگر آپ کے علم میں ہو تو مجھے ضرور مطلع کریں۔ اور تو اور صحیحین تک میں بعض ضعیف روایات کی موجودگی کا بعض محدثین۔ مثلاً دار قطنی نے پتہ دیا ہے تو کیا آپ کا ان کے بارے میں

بھی یہی فیصلہ ہوگا ؟

(۳) اور اگر تنقیح سے مراد آپ کی یہ ہے کہ روایاتِ ضعیفہ کی نشاندہی کردی جائے تو یہ کام صاحب کتاب نے بہت تفصیل سے جہاں ضروری سمجھا خود ہی انجام دیدیا ہے البتہ اس کی نشاندہی زیادہ تر عربی عبارت میں ہی کی ہے، چونکہ اس کے لیے اہل علم ہی کو مخاطب بنانا مناسب تھا، عوام کو نہیں، کہ وہ بیچارے نہ جانے کیا مطلب لے لیتے، مثلاً ضعیف کا مطلب عوام ضعیف آدمی کی طرح ناکارہ سمجھ بیٹھیں تو کچھ بعید نہیں، حالانکہ حدیث یا روایت کے ضعیف ہونے کا مطلب ہمیشہ ناکارہ نہیں ہوتا بلکہ بہت سی ضعیف روایات قابلِ استدلال ہوتی ہیں (جیسا کہ اہل فن جانتے ہیں)

(۴) لگتا ہے کہ آپ نے کتاب "فضائل اعمال" خود نہیں پڑھی ہے (یا کم از کم غور سے نہیں پڑھی ہے) بس دوسرے سے سن کر یا بالفاظ صحیح پروپگنڈے سے متاثر ہو کر یہ سوال کردیا ہے، ایک حلقہ نے، باوجود اس فن شریف سے نابلد ہونے، یا برائے نام شُدبُد ہونے کے ایسا پروپگنڈا کیا ہے کہ یہ کتابیں۔ فضائل اعمال، لگتا ہے کہ جھوٹ کا پلندہ ہیں، اسلئے ان کا پڑھنا پڑھانا بند ہونا چاہئے ۔ حالانکہ وہ نہ اس سے واقف ہیں کہ جس کے قلم سے یہ نکلی ہیں وہ کتنا بڑا محدث و محقق ہے کہ جس کی عظمت کا محققین عرب و عجم نے اعتراف کیا ہے اور جس کی کیسی کیسی محققانہ، فن حدیث پر کتابیں ہیں اور ان سے کیسا عظیم فائدہ پہونچا ہے۔

لطف یہ ہے کہ اس حلقہ کے مقتدا، یا مقتداؤں کی تصانیف میں صریح طور سے بعض ایسی باتیں ملتی ہیں جو بالاتفاق اہل سنت کے مسلک و فکر سے قطعاً متعارض بلکہ متصادم ہیں، لیکن یہ حلقہ ان کو نہ صرف یہ کہ ان کتابوں سے نکالنے کی بات سننے کو تیار نہیں بلکہ ان کی تائید و تصویب اور غلط تاویل کرتے ہیں ایسا جری ہے کہ بس اللہ تعالیٰ ہی سے پناہ مانگی جائے ۔ والی اللہ المشتکی

خط اور اس کا جواب

احادیث بخاری شریف پر عمل کے بارے میں

مکرمی مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ

سلام مسنون!

بخاری شریف کے بارے میں آتا ہے کہ وہ سب سے صحیح حدیث کی کتاب ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ احناف بخاری شریف کی بہت سی احادیث پر عمل نہیں کرتے اس کی وجہ کیا ہے؟ اہلحدیث حضرات عوام کو گمراہ کرتے ہیں کہ حنفیوں کا بخاری پر عمل نہیں ہے، ہم ان کو کیا جواب دیں. آپ اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔

والسلام

شیخ احمد کرلا ویسٹ ممبئی

مخدوم! آپ فرماتے ہیں کہ اہلحدیث حضرات عوام کو گمراہ کرتے ہیں کہ حنفیوں کا عمل بخاری پر نہیں ہے، میرے بھائی گمراہ کرنا شیطان کا کام ہے، اس سے آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں، جب محسوس ہو کہ کوئی شیطان گمراہ کر رہا ہے تو لاحول پڑھ دیں۔ لاحول پڑھنے سے شیطان بھاگتا ہے۔

غیر مقلدین کا جواب دینا بہت آسان ہے، آپ ان سے پوچھیں کہ کیا ان کا عمل بخاری شریف کی تمام احادیث پر ہے؟ وہ جواب میں ہاں نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے کہ خود ان کا عمل بخاری کی تمام احادیث پر نہیں ہے، تو پھر یہ الزام کہ احناف بخاری شریف کی تمام احادیث پر عمل نہیں کرتے خود غیر مقلدین کے جواب سے جاتا رہے گا۔

میں چند مثالیں لکھتا ہوں آپ کسی غیر مقلد سے معلوم کریں کہ بخاری کی ان احادیث پر ان کا عمل کیوں نہیں ہے۔

(۱) بخاری شریف کی روایت ہے۔ الغسل یوم الجمعۃ واجب علی کل محتلم یعنی جمعہ کے روز ہر بالغ پر غسل کرنا واجب ہے۔ (حدیث میں جمعہ کیلئے نہیں بلکہ جمعہ کے دن ہر بالغ پر خواہ مرد ہو یا عورت غسل واجب ہونا مذکور ہے)

کیا غیر مقلدین کا اس حدیث پر عمل ہے، اور ان کا یہی مذہب ہے کہ جمعہ کے روز ہر بالغ پر غسل کرنا ضروری ہے، خواہ مرد ہو خواہ عورت۔

(۲) بخاری شریف کی روایت ہے اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ یعنی جب سخت گرمی کا زمانہ ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈی کرکے پڑھو، آنحضورؐ کا فرمان تو یہ ہے اور غیر مقلدین کا عمل یہ ہے کہ وہ مئی جون میں بھی زوال کے فوراً بعد نماز پڑھتے ہیں۔

(۳) بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے فرماتی ہیں۔
رکعتان لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعھما سراً ولا علانیۃً رکعتان قبل الصبح ورکعتان بعد العصر

یعنی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں کسی حال میں بھی نہیں چھوڑتے تھے، صبح کی نماز سے پہلے کی دو رکعت اور عصر کی نماز کے بعد دو رکعت۔

کیا جن کو آپ اہلحدیث کہہ رہے ہیں ان کا اس حدیث پر عمل ہے؟

(۴) بخاری شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو اور عشاء کی نماز بعد بات کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

کان یکرہ النوم قبلھا والحدیث بعدھا۔

کیا بخاری کی اس حدیث پر کسی غیر مقلد کا عمل ہے، اور عشاء بعد بات کرنا اس کے نزدیک

حرام ہے ؟

(۵) بخاری کی حدیث ہے ، روایت کرنے والے مالک بن حویرث ہیں، آنحضورؐ کا حکم تھا کہ اذا حضرت الصلوٰۃ فاذنا واقیما ثم لیؤمکما اکبرکما یعنی جب نماز کا وقت آئے (اور دو آدمی ہوں) تو تم دونوں اذان کہو اور تم دونوں اقامت کہو پھر جو بڑا ہو وہ امامت کرے ۔

کیا غیر مقلدین کا یہی مذہب ہے کہ دو مصلی ہونے کی صورت میں دونوں اذان کہیں گے اور دونوں اقامت بھی کہیں گے اور امام عمر میں جو بڑا ہو گا وہی ہوگا ۔

(۶) بخاری شریف میں ہے اذا قمت الی الصلوٰۃ فکبر ثم اقرأ ما تیسر معک من القرآن یعنی جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر قرآن میں سے جو تمہیں یاد ہو پڑھو ۔

آنحضورؐ تو فرمائیں کہ تمہیں جو قرآن یاد ہو وہ پڑھو اور غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی ۔ کیا اسی کا نام بخاری کی حدیث پر عمل ہے ۔

(۷) بخاری شریف میں ہے کہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظہر فی الاولیین بام الکتاب وسورتین ، یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے ، اور غیر مقلدین کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ پڑھنا تو فرض ہے مگر دونوں سورتوں کا پڑھنا فرض نہیں ہے ، بخاری کی اس حدیث میں جب یہ تفصیل نہیں ہے تو غیر مقلدین نے اپنی طرف سے یہ تفصیل کیوں کی ، کیا اسی کا نام بخاری کی حدیث پر عمل کرنا ہے ۔

(۸) بخاری شریف میں ہے المصافحۃ بالیدین یعنی معافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا ہے ، اور امام بخاری نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ والی حدیث بھی پیش کی ہے مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں مصافحہ ایک ہاتھ سے ہوگا ۔

(۹) بخاری شریف میں ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی ہوگی اور اس مسئلہ کو بخاری

نے متعدد حدیثوں سے ثابت کیا ہے، مگر غیر مقلدین بخاری شریف کی ان تمام روایتوں کو نہیں مانتے، پھر بھی کہیں گے کہ ہم بخاری والے ہیں۔

(۱۰) امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔ باب وجوب القراءۃ للامام والماموم یعنی اس کا بیان کہ مقتدی اور امام کو قرأت کرنی ضروری ہے۔ اور پھر حدیث ذکر کرتے ہیں لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یعنی اس کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔

بخاری اس حدیث سے مطلقاً قرأت کی فرضیت ثابت کرتے ہیں اور غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں اس حدیث سے صرف سورہ فاتحہ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے، آپ غیر مقلدین سے پوچھیں کہ امام بخاری سے یہ ان کی موافقت ہے یا مخالفت۔ (۱)

بات اصل یہ ہے کہ غیر مقلدین بخاری کا نام لے کر صرف عوام کو بھڑکاتے ہیں، یہ حضرات عوام کو صحیح صورتِ حال سے باخبر نہیں کرتے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ امام بخاری ہوں یا کوئی اور محدث اس کے نزدیک جو حدیث قابلِ ذکر نظر آئی اس نے اس کو اپنی کتابوں میں درج کر لیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حدیث کے نام پر جو چیز بھی حدیث کی کتابوں میں مذکور ہوگئی ہے اس پر عمل کرنا یا اس کے ظاہر پر عمل کرنا ضروری ہے احادیث پر عمل کرنے کے لئے بہت سی چیزوں کو دیکھنا ہوتا ہے اور یہ کام فقہاء کا ہے، اسی وجہ سے کبھی کوئی حدیث خواہ بخاری ہی میں کیوں نہ ہو فقہاء کے نزدیک عملاً قابلِ قبول نہیں ہوتی ہے، یا اس کے ظاہر پر عمل کرنا ان کے نزدیک ضروری یا جائز نہیں

---

(۱) غیر مقلدین بخاری کی ان احادیث کے بارے میں یا تو تاویل کی راہ اختیار کریں گے یا صاف صاف کہہ دیں گے کہ ہم امام بخاری کے مقلد نہیں ہیں، مگر عوام کو بھڑکانے کے لئے احناف کے بارے میں کہیں گے کہ ان کا عمل بخاری پر نہیں ہے۔ یہ ہے ان حضرات کا انصاف۔

ہوتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عام قاعدہ یہ ہے کہ ان کو ان کی شرطوں کے مطابق جو حدیث مل گئی اور اس کی صحت کا ان کو اطمینان ہوا انھوں نے بخاری میں اس کو لکھ لیا، امام بخاری صرف سند کو دیکھتے ہیں، فقہاء سند کے علاوہ حدیث پر عمل کرنے کے لئے اور بہت سی چیزوں کا لحاظ کرتے ہیں، صرف سند کا لحاظ کرنے سے کبھی کبھی بڑی پیچیدہ صورت حال پیدا ہو جاتی ہے، مثلاً دیکھئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کرتے ہیں

قال جاءت امرأة من الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فخلا بھا فقال انکن لاحب الناس الیّ۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آنحضور اس کے ساتھ تنہائی میں ہوئے پھر آپ نے فرمایا اے عورتو تم لوگ لوگوں میں سب سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔

چونکہ یہ حدیث امام بخاری کی شرطوں کے مطابق صحیح تھی اس وجہ سے انھوں نے اس کو ذکر کر دیا۔ آپ غور فرمائیں کہ اگر اس حدیث کے صرف ظاہر ہی کو دیکھا جائے تو اس سے فتنہ کا دروازہ کھلتا ہے اور آدمی اس حدیث کو بنیاد بنا کر اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنے کو جائز قرار دے گا، جب کہ یہ قطعاً حرام ہے، اس طرح کے نازک موقع پر فقہاء سامنے آتے ہیں اور وہ جو مطلب بیان کریں گے اس پر عمل کرنا ہوگا، بخاری کی ظاہری حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

اسی طرح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے سلسلہ میں تین طرح کی حدیثیں ذکر کی ہیں، ۶۰ سال والی حدیث، ۶۳ سال والی حدیث، ۶۵ سال والی حدیث، چونکہ یہ تینوں حدیثیں ان کی شرطوں کے مطابق تھیں انھوں نے اس کو ذکر کر دیا مگر اس سے جو پیچیدگی پیدا ہوئی امام بخاری کو اس کا احساس نہیں ہوا، اب آپ سوچیں

کہ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ تینوں باتیں صحیح ہوں، ہرگز نہیں، ان تینوں میں سے ایک ہی بات صحیح ہو گی۔

میں نے ان دو مثالوں سے یہ بتلایا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاری میں کسی حدیث کا ہونا یہ اس کی دلیل تو ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے مگر یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جو حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہو اس پر عمل بھی ضروری ہو یا حدیث میں جو بات ہے وہ فی الواقع بھی صحیح ہو، اس کا احساس محدثین کو بھی ہوا اسی وجہ سے انھوں نے دو قاعدے بنائے، ایک یہ کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہو وہ متن کے اعتبار سے بھی صحیح ہو، دوسرا قاعدہ یہ بنایا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہو وہ متن کے اعتبار سے بھی ضعیف ہو، یعنی نہ یہ ضروری ہے کہ ہر صحیح حدیث قابلِ عمل ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ ہر ضعیف حدیث قابلِ رد ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے دین کی جو سمجھ اور جو دین کا شعور عطا فرمایا تھا اس کا ادراک ہمارے اور آپ کے بس کی بات نہیں ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں ہی نہیں فرمایا تھا کہ سارے لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں، حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی فقہی مسئلے کے سلسلہ میں صرف صحیح حدیث پر مدار نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ اس کے ساتھ بہت سی چیزوں کو بھی دیکھتے تھے اور پھر ان تمام چیزوں کی رعایت کیساتھ فقہی مسائل میں بہت جچی تلی رائے ظاہر کرتے تھے۔

آمین زور سے کہی جائے یا آہستہ سے اولیٰ کیا ہے؟ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ آمین زور سے بھی کہی جا سکتی ہے اور آہستہ سے بھی مگر اولویت میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آہستہ آمین کہنے کو اولیٰ قرار دیتے ہیں، جبکہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب جہر کا ہے یعنی ان کے یہاں اولیٰ یہ ہے کہ آمین امام اور مقتدی زور سے کہیں، امام بخاری نے اس بارے میں جو حدیث پیش کی ہے وہ یہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اذا امن الامام فامنوا فانه

من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ ۔ | کہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اسلئے کہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین سے موافقت کرگئی اس کی گزشتہ گناہ معاف ہوجائیں گی۔

اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ ۔ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اسلئے کہ جس کا آمین کہنا ملائکہ کے آمین کہنے سے موافق ہوگا اس کی گزشتہ تمام گناہ معاف ہوجائیں گی ۔

یہ دونوں حدیثیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اور یہ اصلاً دو حدیث نہیں ہیں بلکہ فی الاصل ایک ہی حدیث ہے، صرف بعض الفاظ کا تغیر ہے ۔ محدثین کے یہاں اس طرح کے تغیرات سے ایک حدیث کئی حدیث بن جاتی ہے، آپ پہلی حدیث میں غور فرمائیں تو اسمیں آنحضور کا یہ حکم مروی ہے کہ جب امام آمین کہے اس وقت تم بھی یعنی مقتدی آمین کہے جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو اس وقت مقتدی آمین کہیں دونوں روایت میں مقتدی کے آمین کہنے کی جگہ الگ الگ بتلائی گئی ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ اس اختلاف کے باوجود دونوں روایت پر عمل ہوسکے گا ۔

محدثین کے یہاں اس طرح کے تغیرات سے ایک حدیث کئی حدیث بن جاتی ہے ۔

اب آخر میں یہ بھی جان لیجئے کہ غیر مقلدین کا عمل جہاں بخاری شریف کی بہت سی حدیث کے خلاف ہے اسی طرح بہت سے مسائل میں بخاری کا مذہب الگ ہے اور غیر مقلدین کا مذہب الگ ہے ۔ مثلاً

(۱) جو طلاق حیض کی حالت میں دی جائے بخاری کے مذہب میں وہ واقع ہوجاتی ہے، غیر مقلدین کہتے ہیں کہ جو زمانہ حیض میں طلاق دی جائے گی وہ واقع نہیں ہوگی ۔

(۲) امام بخاری کا مذہب ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزء نہیں ہے غیر مقلدین کہتے ہیں کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزء ہے ۔

(۳) بخاری کا مذہب ہے کہ آدمی احرام کی حالت میں نکاح کر سکتا ہے، غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ نہیں کر سکتا

(۴) امام بخاری کا مذہب ہے کہ حج اور عمرہ کا احرام میقات سے باندھنا چاہیے، میقات سے پہلے باندھنا جائز نہیں، غیر مقلدین کے نزدیک جائز ہے۔

(۵) امام بخاری کا مذہب ہے کہ روزانہ ایک ختم قرآن کرنا جائز ہے، بخاری کا اس پر عمل تھا، اور غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ تین دن سے کم میں قرآن کا ختم کرنا مکروہ ہے، نواب وحیدالزماں غیر مقلد فرماتے ہیں کہ اہلحدیث نے اس کو مکروہ جانا ہے اور یہ ادب کے خلاف بھی ہے، یعنی امام بخاری غیر مقلدین کے بقول ایک دن میں قرآن ختم کر کے قرآن کی بے ادبی کیا کرتے تھے۔

(۶) امام بخاری کے مذہب میں نمازی کے آگے سے ہر جگہ گزرنا منع ہے، اور غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ بیت اللہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

(۷) امام بخاری کے نزدیک اونٹ کے باڑہ میں نماز پڑھنا جائز ہے اور اہلحدیث کے یہاں حرام ہے۔

(۸) امام بخاری کے مذہب میں وضو کے اعضاء کا پے بہ پے دھونا واجب نہیں ہے غیر مقلدین کے یہاں واجب ہے۔

(۹) بخاری کے مذہب میں غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب نہیں ہے اور غیر مقلدین کے یہاں واجب ہے۔

(۱۰) امام بخاری کے یہاں منی ناپاک ہے اور غیر مقلدین کے یہاں منی پاک ہے۔

ان دس مثالوں سے آپ اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ان کا مذہب بخاری کے مذہب کے مطابق ہوتا ہے کتنا غلط ہے۔ غیر مقلدین کا عمل نہ تو بخاری کی تمام احادیث پر ہے جیسا کہ پہلے کی دس مثالوں سے واضح ہوا اور نہ غیر مقلدین کا عمل بخاری کے مذہب کے مطابق ہر جگہ ہوتا ہے۔

اور چونکہ اس آخری دس مثالوں میں امام بخاری نے اپنا مذہب بخاری میں ذکر کردہ احادیث کی روشنی ہی میں اختیار کیا ہے اس وجہ سے ان تمام احادیث کے بھی انکار کا غیر مقلدین پر الزام عائد ہوگا۔

غیر مقلدین کا کام ناواقف عوام کو صرف بھڑکانا ہوتا ہے ، بیچارے جو ناواقف ہوتے ہیں وہ ان کی باتوں میں آجاتے ہیں ، غیر مقلدین دھوکہ دے کر حنفی مذہب سے بیزار کرنے کو دین کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں ، بس اللہ سے ان کے لئے ہدایت کی دعا کرتے رہئے۔

میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ الحمد للہ احناف کا عمل صحیح حدیثوں پر ہوتا ہے ، احناف کی کتابوں کو پڑھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ احناف سے زیادہ احادیث کی رعایت کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہے ، البتہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ بخاری یا کسی اور کتاب کی احادیث کا جو مطلب غیر مقلدین سمجھیں وہی مطلب احناف کی بھی سمجھ میں آئے ۔

غیر مقلدین کی پوری قوت آج کل صرف اس پر خرچ ہو رہی ہے کہ وہ لوگوں کو احناف کے خلاف بدظن کریں ، آپ جیسے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ ان کی باتوں کو سن کر متاثر نہ ہوں ، بلکہ اہل علم سے معلومات حاصل کریں ۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

اہم اعلان

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں

ابن تیمیہ کا عقیدہ

مکرمی حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازیپوری دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ — خدا کرے مزاج بخیر ہو

زمزم کے مطالعہ سے ہماری معلومات میں بہت اضافہ ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ کے قلم نے غیر مقلدیت کے جال کا ایک ایک دھاگا ادھیڑ کر رکھ دیا۔ خطوط کے جوابات سے بڑا اطمینان پیدا ہوتا ہے۔

ایک سوال کا جواب مطلوب ہے، ابن تیمیہ کے بارے میں سنا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خوش گمان نہیں تھے، کیا یہ صحیح ہے؟ براہ کرم اس بارے میں جو تحقیقی بات ہو اس سے ضرور آگاہ کریں۔ والسلام

نوشاد احمد قاسمی مظفر نگر یوپی

زمزم! حافظ ابن تیمیہ کا قلم شیعوں کے خلاف شمشیر برہنہ رہتا ہے، امت مسلمہ کو یہودیوں کے بعد ابن تیمیہ شیعوں کو سب سے زیادہ نقصان پہونچانے والا فرقہ سمجھتے ہیں[1]۔ شیعوں کے رد میں کبھی کبھی ان کا قلم حدود سے تجاوز کر جاتا ہے، اور ان کے قلم سے ایسے جملے نکل جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ذہن حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے صاف نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں احادیث

---

(۱) منہاج السنہ میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ شیعہ ہر فتنہ اور برائی کی جڑ ہیں، تمام فتنوں کا وہی مرکز ہیں۔ (ص ۲۴۱ / ج ۲)

کی کتابوں میں جو فضائل وارد ہوئے ہیں ابن تیمیہ ان میں سے بیشتر کو صحیح نہیں سمجھتے اس وجہ سے
کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علی کے بارے میں ابن تیمیہ کا مزاج خوش عقیدگی کا نہیں تھا،

اسلام میں حضرت علی کا جو مقام و مرتبہ ہے اس کا علم ہر صاحب علم کو ہے، حضرت علی کی
پرورش آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں ہوئی، آنحضورؐ نے اپنی سب سے پیاری صاحبزادی کا
آپ سے نکاح کر کے آپ کو اپنا داماد بنایا تھا علیؓ کا علم و تفقہ میں جو مقام و مرتبہ تھا اس کا انکار
کون صاحب ایمان کر سکتا ہے، اسلام کے لئے حضرت علیؓ کی جاں بازی وجاں سپاری اسلام
کی تاریخ کا روشن عنوان ہے، یہ صحیح ہے کہ شیعوں نے حضرت علیؓ کے بارے میں غلو کیا ہے،
اور انھوں نے اپنی بدزبانیوں سے صحابہ کرام کے دامن تقدس کو تار تار کیا ہے، اور یہ بھی صحیح ہے
کہ شیعوں نے ہمیشہ اسلام میں فتنہ برپا کیا اور مسلمانوں کو نقصان پہونچایا، شیعوں کی گمراہیوں
کو واضح کرنا ہم سب کا دینی فریضہ ہے، مگر اس رد و ابطال میں جادۂ مستقیم سے ہٹ جانا
بھی مناسب نہیں ہے اور نہ اس کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے، حافظ ابن تیمیہ نے اسی کا خیال
نہیں رکھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اکابر اہل سنت کی تنقیدوں کا نشانہ بن گئے۔

حضرت علی کے بارے میں ابن تیمیہ کی بعض باتیں پڑھ کر واقعی حیرانی ہوتی ہے کہ ان کے
قلم سے اس طرح کی باتیں کیسے نکلیں۔ مثلاً وہ اپنی مشہور کتاب منہاج السنہ میں لکھتے ہیں:

واما اسلام علی فهل یکون مخرجا له من الکفر علی قولین مشهورین
ومذهب الشافعی ان اسلام صبی غیر مخرج له من الکفر (ص ۲۱۹/ ج۲)

یعنی حضرت علی کا (بچپن میں) اسلام لانا تو کیا وہ ان کو کفر سے نکالنے والا ہے؟ تو
اس میں دو قول ہیں (یعنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ بچپن میں اسلام لانے سے آدمی کفر سے نکل جاتا ہے
اور کچھ لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ بچپن میں اسلام لانا مفید نہیں ہے اور اس سے آدمی کفر سے
نہیں نکلتا) امام شافعی کا مذہب ہے کہ بچہ کا اسلام لانا کفر سے نکالنے والا نہیں ہے۔

ابن تیمیہ کی یہ عبارت اس بات کی غماز ہے کہ حضرت علی کا اسلام صحیح نہیں تھا اور وہ
کفر سے باہر نہیں ہوئے تھے، اور چونکہ بالغ ہونے کے بعد ان کا تجدید اسلام ثابت نہیں ہے تو

اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ حضرت علیؓ زندگی بھر کافر ہی رہے۔

اس کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں :

ان اللہ قد جعل للصحابۃ مودۃ فی قلب کل مسلم لاسیما الخلفاء رضی اللہ عنہم لاسیما ابوبکر وعمر فان عامۃ الصحابۃ والتابعین کانوا یودونہما وکانوا خیر القرون ولم یکن کذلک علی فان کثیرا من الصحابۃ والتابعین یبغضونہ ویسبونہ ویقاتلونہ (ص ۳۸ ج ۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کے دل میں صحابہ کی محبت رکھی ہے خاص طور پر خلفاء کی اور بطور خاص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی، چنانچہ عام صحابہ اور تابعین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے محبت رکھتے تھے، یہ صحابہ اور تابعین بہترین لوگ تھے، مگر حضرت علی کا معاملہ ایسا نہیں تھا اس لئے کہ بہت سے صحابہ اور تابعین حضرت علی سے بغض رکھتے تھے انکو برا بھلا کہتے تھے اور ان سے لڑتے رہتے تھے۔

ابن تیمیہ کی بہت سی عبارتیں اس قسم کی ہیں جن کو نقل کرنا طبیعت کو گوارہ نہیں ہے، ان عبارتوں کو دیکھ کر اگر کسی کا ذہن اس طرف جائے کہ حضرت علی کے بارے میں ابن تیمیہ کا ذہن صاف نہیں تھا، تو اس پر تعجب نہ ہونا چاہئے۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ کی جنگ میں اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ حضرت علی حق پر تھے، حضرت معاویہ اور حضرت عائشہؓ سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی، حضرت علی کے حق پر ہونے کی ایک بڑی دلیل آنحضورؐ کا حضرت عمار کے بارے میں یہ ارشاد متواتر سندوں سے حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ تقتلک الفئۃ الباغیۃ یعنی اے عمار تم کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ حضرت عمار حضرت علی کے ساتھ تھے اور انھیں کے ساتھ لڑتے ہوئے وہ شہید ہوئے تھے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرت علی کے مخالفین تھے وہ حق پر نہیں تھے۔

ابن تیمیہ نے اس صحیح متواتر حدیث کو مشکوک قرار دے دیا، فرماتے ہیں کہ منھم من قدح فی حدیث عمار (ص ۲۰۴ ج ۲) یعنی محدثین نے حضرت عمار والی حدیث میں جرح کی ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں فبعضهم ضعفه صـ ۲۰۸/۲۶ یعنی بعض محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتلایا ہے، حالانکہ یہ حدیث صحیح اور متواتر ہے، علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عمار والی یہ حدیث تقریباً چوبیس صحابہ سے منقول ہے، حافظ ابن عبدالبر اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وتواترت الآثار عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال تقتل عماراً الفئۃ الباغیۃ وھذا من اخبارہ بالغیب واعلام نبوتہ وھو من اصح الاحادیث۔ (الاستیعاب)

یعنی آنحضورؐ سے بطور تواتر کے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی، یہ آپ کا غیب کی خبر دینا ہے اور آپ کی نبوت کی علامتوں میں سے ہے، یہ بہت صحیح حدیث ہے۔

اس صحیح اور متواتر حدیث کو محض اس وجہ سے ضعیف قرار دینا کہ اس سے حضرت علی کا جنگ میں برحق ہونا ثابت ہوتا ہے، اور حضرت علی کی فضیلت نکلتی ہے، اہل علم اور اہل انصاف کی شان سے بعید بات ہے۔

حضرت علی کی فضیلت میں مشہور حدیث ہے جس کو حدیث رد الشمس کہا جاتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے سورج غروب ہوجانے کے بعد اس کو دوبارہ لوٹا دیا تھا اور حضرت علیؓ نے عصر کی فوت شدہ نماز کو ادا کیا تھا۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے، حالانکہ اس حدیث کو متعدد محدثین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ امام طحاوی نے اس کو مشکل الآثار میں ذکر کیا ہے، طبرانی نے اس کو معجم الکبیر میں ذکر کیا ہے، حاکم اور بیہقی نے بھی اس کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث پر جو موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے تو یہ انکی صریح غلطی ہے۔

حضرت علی کی فضیلت میں ایک حدیث ذکر کی جاتی ہے۔ سدوا الابواب کلھا الاباب علی۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسجد کی طرف کھلنے والے سارے دروازے

بند کر دیئے جائیں صرف حضرت علی کا دروازہ کھلا رہے، ابن تیمیہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو شیعوں نے وضع کیا ہے یعنی یہ حدیث شیعوں کی بناوٹی ہے۔ ابن جوزی نے بھی اس حدیث کو موضوع بتلایا ہے، ابن جوزی کا رد کرتے ہوئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں فی ھذا اقدام علی الاحادیث الصحیحۃ بمجرد التوھم۔

(القول المسدد ص۲۶)

یعنی یہ کہنا کہ یہ حدیث موضوع ہے محض وہم کی بنیاد پر صحیح حدیثوں کو رد کرنے کی جرأت کا اظہار ہے۔

اسی طرح ابن تیمیہ نے ان تمام احادیث کا انکار کر دیا ہے جس سے بطور خصوص حضرت علی کی کوئی فضیلت و منقبت ثابت ہوتی ہو، میں نے چند احادیث کو بطور مثال نقل کیا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ نے شیعوں کی تردید بہت قوت اور جرأت سے کی ہے، یہ ان کا بڑا کارنامہ ہے، ان کی کتاب منہاج السنۃ رد شیعیت و روافض پر بہت عمدہ کتاب ہے، مگر چونکہ ابن تیمیہ کے مزاج میں اشتعال اور حدت کا مادہ زیادہ تھا اس وجہ سے وہ اپنے مخالفین کا رد کرتے ہوئے کبھی اعتدال کی حدود پھلانگ جایا کرتے تھے اس وجہ سے ان کے قلم سے حق کے ساتھ بہت سی ناحق بات بھی نکل گئی، جن پر اہل علم کی نگاہ ہے، اس وجہ سے عام لوگوں کو ابن تیمیہ کی باتوں کو جانچ اور پرکھنے کیلئے اہل علم کی طرف رجوع کر لینا چاہئے۔

محمد ابو بکر غازی پوری　　　　خط اور اس کا جواب

کیا رفع یدین کی چار سو حدیثیں ہیں ؟

مکرمی حضرت مولانا غازی پوری صاحب　　زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

زمزم کا مطالعہ جاری ہے، الحمد للہ اس سے کافی فائدہ ہوا خدشات کے بادل چھٹے، شبہات کافور ہوئے، اور غیر مقلدین کی کاروائیوں سے واقفیت ہوئی۔

رفع یدین کے سلسلہ میں اب اطمینان حاصل ہے کہ حضرت امام اعظم کا جو مذہب ہے وہی فی الاصل مرجح اور اقرب الی الصواب ہے۔

اس کی کیا حقیقت ہے کہ رفع یدین کی چار سو حدیثیں ہیں، براہ کرم اس پر روشنی ڈالیں۔　والسلام　　محمود قاسمی دربھنگوی

بمبئی

زمزم ! برادرم آپ کا خط جب ملا تو میں سفر پر تھا، فوری طور پر جو جواب ذہن میں تھا اسے کارڈ پر لکھ کر بھیج دیا گیا تھا، مگر آپ کا تقاضا تفصیلی جواب کا ہے، اس کے لئے فرصت کا متلاشی تھا، آج کچھ موقع ملا ہے تو یہ تحریر حاضر خدمت ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے نزدیک کسی ایک حدیث کا دس بیس بلکہ سو پچاس بلکہ ہزار دو ہزار اور اس سے بھی زیادہ بنا دینا بچوں کا کھیل ہے، ان کو اس میں خصوصی مہارت حاصل ہے، غیر مقلدین کے یہاں مثلاً ایک حدیث سو کیسے بنتی ہے اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔

مولانا رئیس احمد ندوی حفظہ اللہ جامعہ سلفیہ بنارس کے محقق استاذ ہیں، بس یہ

پی ایچ ڈی نہیں ہیں، بقیہ سب کچھ ہیں، جامعہ سلفیہ کے قابل فخر استاذ حدیث ہیں ان کا ایک رسالہ ہے " قصہ ایام قربانی کا " کے نام کا جس میں ایک جگہ وہ ایک حدیث ذکر کرکے فرماتے ہیں:

اس متواتر المعنی حدیث نبوی کی اگر ایک سو معتبر سندیں مانی جائیں تو اصول محدثین سے لازم آتا ہے کہ یہ ایک سو احادیث نبویہ قربانی کے چار ایام ہونے کی دلیل ہیں بلفظ دیگر ایک سو نصوص شرعیہ اس موقف پر دلالت کرتے ہیں کہ ایام قربانی چار ہیں ص ۳۲

آپ نے دیکھا کہ کیسے محققانہ و محدثانہ انداز پر اور اصول محدثین کی روشنی میں غیر مقلدین کے یہاں ایک حدیث ایک سو بنتی ہے، بس آپ کا کام اتنا ہے کہ کسی حدیث کی متعدد معتبر سندیں فرض کرتے چلے جائیں وہ حدیث ایک سے کئی سو خود بخود ہوتی چلی جائے گی۔

جن کے یہاں اس انداز سے احادیث ڈھلتی ہوں اور ایک حدیث ایک سو ہوتی ہو ان بیچاروں کا کرم ہی ہے کہ رفع یدین کے سلسلہ میں صرف چار سو احادیث بتلانے پر انھوں نے اکتفا کیا، ورنہ ان کا کوئی محقق فرصت کے وقت اطمینان سے بیٹھتا اور ہر حدیث کی سند سو سو فرض کرتا جاتا تو یہی چار سو احادیث چار ہزار ہو جاتیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کو چھ لاکھ حدیثیں یاد تھیں امام بخاری کا رفع یدین کے سلسلہ میں ایک رسالہ ہے، مگر ان چھ لاکھ والے امام المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ میں صرف سترہ صحابہ کے بارے میں فرمایا۔ یروی عن سبعة عشر نفسا من اصحاب النبی انهم كانوا يرفعون ايديهم عند الركوع وعند الرفع منه ۔ یعنی صحابہ کرام میں سے سترہ حضرات رفع یدین کرتے تھے۔ اسی سے چار سو والی حدیث کے افسانہ کا آپ اندازہ لگالیں۔

میرا دعویٰ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام میں سے (جیسا کہ عوام میں عام طور پر مشہور ہے کہ آنحضور کے انتقال کے وقت صحابہ کرام کی یہ تعداد تھی) ۲۵ صحابہ کرام سے بھی صحیح سند سے کوئی غیر مقلد رفع یدین کی روایت نہیں پیش کر سکتا، لیکن اگر نسخہ جامعہ سلفیہ کے انھیں محقق صاحب کا استعمال کیا جائے تو چار سو نہیں چار ہزار احادیث کا بھی دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔

امام بیہقی جیسا ماہر فن جو خود بھی رفع یدین کا قائل ہے ان کو بھی آخر کار یہی کہنا پڑا کہ رفع یدین کے سلسلہ میں لائق احتجاج صرف پندرہ حدیثیں ہیں، لیکن علامہ یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مزید چھان بین کروگے تو تم کو صرف چھ حدیثیں ہی قابل احتجاج نظر آئیں گی۔ (معارف السنن ص ۴۶۷/۲) اور لطف یہ ہے کہ ان چھ حدیثوں میں سے بھی غیر مقلدین کے مطلب کی صرف تین حدیثیں رہیں گی اسلئے کہ ان چھ حدیثوں میں سے بعض احادیث میں سجدوں میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے، جو غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف ہے اور بعض میں تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے جب کہ غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ اس موقع پر بھی رفع یدین ہے۔ غرض ہزارہا ہزار احادیث میں سے رفع یدین کے بارے میں جو احادیث منقول ہیں غیر مقلدین کے کام کی اس میں سے صرف تین احادیث ہو سکتی ہیں، لیکن جب اس کی

محمد اجمل مفتاحی

بھی تحقیق ہوگی تو وہ بھی کالعدم ہو جائیں گی۔ اور غیر مقلدین کے پاس صرف شور شرابا باقی رہ جائے گا۔

غیر مقلدین کا مرض یہ ہے کہ وہ ہمیشہ عوام کو دھوکہ اور فریب میں رکھتے ہیں۔ صحیح بات سے آگاہ کرنا ان کی فطرت نہیں ہے، وہ لوگوں کو دینی معاملات میں اسی طرح بے وقوف بناتے ہیں جیساکہ جامعہ سلفیہ کا محقق غیر پی ایچ ڈی استاذ حدیث لوگوں کو بے وقوف بناتا ہے اور ایک حدیث کو سو بنا دینے کا گر سکھلاتا ہے۔

بلاشبہ امام بخاری نے رفع یدین کی حدیث ذکر کی ہے، مگر کسی چیز کا بطور حدیث منقول ہونا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ عمل مشروع اور سنت بھی ہے، اور اگر کبھی وہ عمل مشروع رہا ہے تو یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اس کی مشروعیت بعد میں بھی باقی رہی ہے، رفع یدین کا معاملہ بھی کچھ اسی قسم کا ہے، اگر رفع یدین کسی موقع پر مشروع رہا بھی ہے تو اس کی مشروعیت بعد میں ختم ہوگئی تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جن کی روایت رفع یدین کے سلسلہ کی امام بخاری نے ذکر کی ہے خود امام بخاری جزء رفع یدین میں ان کا عمل ان کے شاگرد مجاہد سے نقل کرتے ہیں۔

عن مجاهد قال مارأيت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما لايرفع يديه فی شئ من الصلوٰة الا فی التكبيرة الاولیٰ۔ یعنی حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو تکبیر اولیٰ کے سوا نماز میں کہیں اور رفع یدین کرتے نہیں دیکھا، یہ حضرت مجاہد وہ ہیں جن کو حضرت عبداللہ بن عمر کے ساتھ دس سال تک رہنے کا موقع ملا تھا۔

نیز حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ جزء رفع یدین ہی میں امام اوزاعی کا فتویٰ نقل کرتے ہیں کہ رفع یدین کا مسئلہ شروع زمانہ اسلام کا تھا۔ ہذیل بن سلیمان فرماتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعی سے پوچھا کہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں، تو انھوں نے فرمایا کہ یہ شروع زمانہ

کی بات تھی۔

بہرحال عرض یہ کرنا ہے کہ چار سو صحابہ سے رفع یدین کا ثبوت تو محض افسانہ ہے جن صحابہ کرام سے رفع یدین والی حدیث منقول بھی ہے اس کا تعلق شروع زمانہ اسلام سے ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ میں جہاں کے ذرہ ذرہ پر اسلام کا آفتاب طلوع تھا وہاں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک اس رفع یدین کا مساجد میں اور خصوصاً مسجد نبوی میں چلن نہیں تھا۔ ورنہ امام مالک کا مذہب رفع یدین کا ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ ان سے تو رفع یدین کا مکروہ ہونا منقول ہے۔ اگر اب کسی غیر مقلد سے اس قسم کی بات ہو تو اس سے پوچھیں کہ بھائی رفع یدین کے بارے میں تمہارا مذہب کیا ہے وہ چار جگہ رفع یدین کرنے کو بتلائے گا، آپ اس سے کہیں کہ تم بخاری شریف میں چار سو نہیں صرف چار حدیث چار جگہ رفع یدین والی دکھلا دو، آپ دیکھیں گے کہ اس کے چہرہ پر ہوائی اڑنے لگے گی۔

اس صحبت میں اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں، میری یہ مختصر تحریر بھی غیر مقلدین کو حالت سکر میں پہونچا دے گی، پھر وہ اول فول بکیں گے، اگر ان کے اس اول فول میں کچھ کام کی بات نظر آئی تو انشاء اللہ دوبارہ ذرا اور تفصیل سے اس مسئلہ کو واضح کروں گا۔

میں آپ کی محبت اور کرم فرمائیوں کا شکر گذار ہوں۔ زمزم کی اعانت آپ نے جس انداز سے فرمائی ہے اس سے مجھے بڑی تقویت ملی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین بدلہ دے۔ حاجی صاحب سے میرا سلام ضرور کہہ دیں، بمبئی آنے کا سردست کوئی پروگرام نہیں ہے۔

والسلام

محمد ابوبکر غازیپوری

نورالدین نوراللہ الاعظمی

(قسط اوّل)

مولانا محمد اسماعیل سلفی کی کتاب رسول اکرم کی نماز پر ایک نظر

مولانا محمد اسماعیل السلفی پاکستانی غیر مقلد معروف عالم تھے، اپنی جماعت میں خاصے بھاری بھرکم شمار ہوتے تھے، بعض غیر مقلد عالم نے ان کے بارے میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ امامت کے مقام پر فائز تھے[1]۔ مولانا سلفی کا سب سے بڑا کارنامہ احناف اور علمائے دیوبند کے خلاف مضمون نگاری تھا، زندگی بھر اس کی مشق کرتے رہے، کتاب وسنت کی خدمت انجام دینے سے اللہ نے ان کو محفوظ رکھا تھا، لقب تھا ان کا شیخ الحدیث مگر حدیث کے فن میں ان کا کوئی کارنامہ دیکھنے کو نہیں ملا، ہو سکتا ہے کہ ہو، جہاں تک ہماری رسائی نہ ہو سکی ہو، واللہ اعلم بالصواب۔

تو اس سلفی غیر مقلد صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے نماز کے بارے میں، نام ہے اس کا "رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز"۔ ایک غیر مقلد دوسرے عالم نے بھی نماز کے بارے میں ایک کتاب لکھی تھی، نام تھا ان کا صادق سیالکوٹی، کتاب کا نام ہے۔ صلوٰۃ الرسول، یعنی رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز، دونوں غیر مقلد عالم نے رسول اللہ کی نماز نامی کتاب لکھی، مگر دونوں کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اسماعیل سلفی صاحب کا رسول اور تھا اور صادق سلفی صاحب کا رسول اور، اس لئے کہ دونوں غیر مقلدوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے جو نماز پڑ

---

(۱) مولانا مقتدیٰ حسن ازہری ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ انکے معاصرین کا اجماع ہے کہ وہ علوم کتاب وسنت کے امام تھے۔ (الانطلاق الفکری ص۳۳)

کتاب لکھی ہے، ان دونوں میں خاصا فرق ہے، اس سے شبہ ہوتا ہے کہ دونوں کا رسول الگ الگ تھا، (واللہ اعلم بالصواب)

اس فرصت میں اسماعیل سلفی صاحب کی کتاب پر ایک سرسری نظر ڈالنی ہے، فرماتے ہیں شیخ الحدیث سلفی صاحب :

"ندی نالوں میں جو پانی بہ رہا ہو وہ پاک ہے، اس میں اگر پلیدی گر جائے تو بھی پلید نہیں ہوگا" ص۸

اور اس کی دلیل سلفی صاحب نے یہ دی ہے :

"ایک آدمی نے آنحضور سے دریافت کیا کہ کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیں تو آپ نے فرمایا : اس کا پانی پاک ہے"

ناظرین غور فرمائیں مسئلہ ہے بہنے والے ندی نالوں کا، اور دلیل سمندر سے دی جارہی ہے، یعنی ندی نالوں کو سمندر پہ قیاس کیا جارہا ہے۔

ابھی کتاب شروع ہی کی ہے کہ قیاس شروع، معلوم ہوا کہ بلا قیاس گاڑی چلنے والی نہیں ہے، مولانا سلفی نے یہ حدیث ذکر کی۔ الماء طهور لا ينجسه شئ، اور اس کا ترجمہ کیا ہے۔ "پانی پاک ہے اسے کوئی چیز پلید نہیں کرسکتی" ص۹ پھر فرماتے ہیں :

"اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حوض بہنے والے پانی کنویں کا حکم جس میں زیادہ پانی ہو برابر ہے، یہ معمولی پلیدگی کے گرنے سے پلید نہیں ہوتے" ص۹

اہلحدیث نام رکھ کر مولانا سلفی کی حدیث رسول میں دھاندلی ملاحظہ فرمائیے، حدیث میں ہے کہ پانی پاک ہے اسے کوئی چیز پلید نہیں کرسکتی، اور اس حدیث رسول کے خلاف آپ فرماتے ہیں۔ زیادہ پانی والا کنواں ناپاک نہیں ہوگا، اور معمولی پلیدگی سے حوض اور بہنے والے پانی ناپاک نہیں ہوتے یعنی زیادہ سے ناپاک ہوجاتے ہیں۔ جو بات حدیث رسول میں دور دور تک نہیں اس کو اپنی طرف سے گڑھ رہے ہیں، اور نام رکھے ہوئے ہیں شیخ الحدیث اور اہلحدیث۔

فرماتے ہیں۔ بعض حالات میں پانی پلید ہو جاتا ہے اگر پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف بدل جائے اور دلیل میں پیش کیا ہے اس حدیث کو۔

ان الماء طهور لا ينجسه شیٔ الا ما غلب علی ريحه وطعمه ولونه بنجاسة تحدث فيه۔

پانی پاک ہے لیکن پلیدگی گرنے کی وجہ سے اگر اس کی رنگت، بو، مزہ بدل جائے تو وہ پلید ہو جائے گا۔

طبیعت چاہتی ہے کہ پڑھ دوں بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن، قارئین زمزم یہ حدیث ضعیف ہے۔ خود مولانا سلفی فرماتے ہیں۔

" اس کی سند بالاتفاق ضعیف ہے "، حاشیہ ص۲

جائے شرم ہے کہ دوسروں سے صحیح حدیث کا مطالبہ کرنے والے رسول اکرم کی نماز والی کتاب میں اس حدیث سے استدلال کر رہے ہیں جو بالاتفاق ضعیف ہے۔

بالاتفاق ضعیف حدیث کیوں قابل عمل ٹھہری، اسلئے کہ بقول اسماعیل سلفی صاحب اس زیادت کو تمام امت نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے۔ (ایضاً)

کیا کسی غیر مقلد میں دم خم ہے کہ مولانا سلفی کے اس دعویٰ کو اس زیادت کو تمام امت نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے، صحیح ثابت کر دے، امت میں ابن حزم اور داؤد ظاہری ہیں یا نہیں، کیا انھوں نے اس زیادت کو قبول کیا ہے؟

کوئی ہمیں جواب دے

جواب چاہتا ہوں میں

اور دوسری وجہ اس ضعیف حدیث کو قبول کرنے کی کیا ہے؟ مولانا سلفی کا ارشاد ہے۔

" اس کی قبولیت پر عملی تواتر ثابت ہے۔ (ایضاً)

یہاں عملی تواتر مستقل حجت بن گیا ہے، اور یہی عملی تواتر تراویح والے مسئلہ میں غیر مقلدوں کو قبول نہیں، آٹھ رکعت تراویح کے عدم پر عملی تواتر ثابت ہے، ائمہ اربعہ کے تمام مقلدین اس پر متفق ہیں کہ تراویح کی آٹھ رکعت نہیں ہے، صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر

آج تک آٹھ رکعت تراویح کبھی نہیں پڑھی گئی، ائمہ اربعہ میں سے کسی نے آٹھ رکعت تراویح نہیں پڑھی، بیس اور بیس سے زیادہ ہی پر ہر زمانہ میں عمل ہوتا رہا ہے مگر امت کا یہ عملی تواتر غیر مقلدین کو قبول نہیں ۔ اور جو حدیث بالاتفاق ضعیف ہے وہ قبول ہے اسلئے کہ اس پر امت کا عملی تواتر ثابت ہے ۔

غیر مقلدین کے منہ میں زبان ہے ہاتھ میں قلم ہے، فکر آزاد ہے، جو چاہیں کہہ دیں اور جس چیز کو چاہیں دین بنا لیں انہیں کس کا ڈر، کس کا خوف ۔

اسمٰعیل سلفی صاحب نے اس بالاتفاق ضعیف حدیث کو قبول کرنے کی جو علت بیان کی ہے یہ ان کا اجتہاد اور ان کی فکر صائب نہیں ہے بلکہ ان کا یہ فرمان نواب صدیق حسن خاں کی تقلید میں ہے ۔ (دیکھو الروضۃ الندیہ ص ۲۲/۱)

اسمٰعیل سلفی صاحب فرماتے ہیں :

" اگر کوئی پاک چیز پانی میں ملا دی جائے تو پانی خالص نہیں رہے گا، یہ کسی چیز کو پاک نہیں کر سکتا ۔ " (ص ۱۰)

یعنی عرق گلاب عرق کیوڑہ اگر پانی میں ملا دیا جائے تو اس پانی سے نہ وضو کیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے کپڑے اور بدن کو پاک کیا جا سکتا ہے، واہ رے فقاہت ما شاء اللہ چشم بد دور ۔

اس شاہی فیصلہ پر حدیث سے کوئی دلیل ہے ؟ بولے نہیں، ہم خود مجتہد ہیں، نہ کتاب اللہ کی ضرورت اور نہ حدیث رسول اللہ کی ۔

اوپر کی عبارت ایک دفعہ اور پڑھ لیں پھر مولانا سلفی صاحب کی اس عبارت شریف میں غور فرمائیں ۔

" سیلاب کے پانی کا رنگ مٹی کی وجہ سے بدل جاتا ہے مٹی چونکہ پاک ہے یہ پانی پاک ہوگا " ص ۱۱

سلفی صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ پانی پاک کرنے والا بھی ہوگا یا نہیں، اسلئے کہ پانی خالص نہیں رہے

مٹی والا ہے، گو مٹی پاک ہے، مگر عرق گلاب اور عرق کیوڑہ بھی تو پاک تھا، تو سمجھ میں یہی آتا ہے کہ سیلاب کا اگر مٹی والا پانی صرف پاک ہوگا پاک کرنے والا نہیں ہوگا، ورنہ اوپر والی بات اور اس بات میں تضاد ہوگا۔

یہ غیر مقلدین مجتہدین کی تعاہت کا نمونہ ہے دیکھتے رہیں اور سر دھنتے رہیں۔

پانی کی حد کیا ہو جس پر ناپاکی اثر نہیں کرتی ہے۔ سلفی صاحب نے اپنا مذہب چھپا لیا ہے اور شوافع حنفیہ کا نام لے کر مسئلہ کو چلتا کر دیا، جس حدیث سے شوافع استدلال کرتے ہیں اس کا ذکر کیا مگر یہ نہیں بتلایا کہ ان کے نزدیک یہ حدیث قابلِ حجت ہے بھی یا نہیں، اور ان کا مذہب کیا ہے، فرماتے ہیں:

"ایسا پانی جس پر پلیدی کا اثر نہیں ہوتا شوافع کے نزدیک اس کی حد دو بڑے مٹکے ہیں، احناف نے اس کی حد دہ در دہ بتلائی ہے۔" (ص ۱۱)

احناف نے کیا بتلایا، شوافع نے کیا بتلایا، اس سے آپ کو مطلب کیا ہے، آپ تو اپنا مذہب بتلائیے، چھپئے نہیں، پردہ سے باہر آئیے، لوگ آپ کے رُخ زیبا کی زیارت کیلئے بیتاب ہیں۔

فرماتے ہیں اہلحدیث مولانا محمد اسمٰعیل صاحب، جنابت سے غسل کے بیان میں:

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل شعر جنابۃ یال بال میں جنابت کا اثر ہوتا ہے۔" (ص ۱۲)

غیر مقلدین اہلحدیث کہیں گے کہ لوگو صحیح حدیث پر عمل کرو، ضعیف حدیث سے استدلال حرام ہے اب ان شیخ الحدیث صاحب سے کوئی پوچھے کہ آپ نے جو حدیث ذکر کی ہے کیا وہ صحیح ہے؟ اس حدیث کی سند میں حارث نامی ایک شخص ہے، مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ھو ضعیف جدا، وہ بہت ضعیف ہے، امام ابوداؤد فرماتے ہیں حدیثہ منکر وھو ضعیف، اس کی حدیث منکر ہے اور وہ ضعیف ہے، امام شافعی فرماتے ہیں الحدیث لیس بثابت، یعنی یہ حدیث ثابت نہیں ہے، بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا امام بخاری و امام ابوداؤد نے انکار کیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۱۰۸/ ج ۱)

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ شیخ الحدیث صاحب نے کسی صحیح حدیث پیش کی ہے، اور کمال ہے کہ بالکل خاموش گزرجاتے ہیں کہ لوگ دھوکہ میں رہیں کہ اتنا بڑا محدث بھلا ضعیف حدیث سے استدلال کرے گا۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فضائل اعمال میں اگر فضائل کے باب میں بھی ضعیف حدیث ہو تو غیر مقلدین آسمان سر پر اٹھالیں گے اور اس کا خوب چرچا کریں گے اور یہاں نماز والی کتاب میں اور پاکی اور ناپاکی کے بیان میں شیخ الحدیث سلفی صاحب بلا دھڑک ضعیف حدیث سے استدلال کر رہے ہیں، ہائے "شرم تم کو مگر نہیں آتی"

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب اس عنوان کے تحت کہ "غسل کب ضروری ہے" نمبر ۲ میں فرماتے ہیں۔

"میاں بیوی جنسی ضرورت پوری کریں"

اور اگر جنسی ضرورت میاں بیوی کہیں اور سے پوری کریں تو غسل واجب نہیں ہوگا؟

نمبر ۶ میں فرماتے ہیں:

"استحاضہ کی صورت میں کم از کم ایک دفعہ غسل ضروری ہے" ص ۱۳

براہ کرم کتاب و سنت سے اس کی دلیل پیش کریں ہوائی باتیں نہ کریں۔ فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب:

"جمعہ کا غسل بھی مسنون ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا" ص ۱۳

اور جو آئندہ آیا ہے وہ یہ ہے۔

"جمعہ کے دن غسل کرنا ضروری ہے" ص ۱۱۹

جمعہ کا غسل مسنون ہے، جمعہ کا غسل ضروری ہے، معمہ بن گیا جمعہ کا غسل، نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب:

"عورت جب ماہواری ایام سے فارغ ہو یا پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے

(نفاس) وہ بند ہو جائے تو اس کا جسم پلید ہو گا۔ ص۱۳

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حیض و نفاس کے ایام میں عورت کا جسم پلید نہیں ہو گا جب یہ خون بند ہو جائیں تو اس کا جسم پلید ہو گا۔ ماشاء اللہ، کیا خوب فقاہت ہے چشم بد دور۔

اور یہ بھی ارشاد ملاحظہ ہو:

"مستحاضہ کو ہر نماز کے وقت وضو کر لینا چاہئے۔ ص۱۴

اور اس کی دلیل؟ تو وہ یہ ہے فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب:

"حضرت عائشہ فرماتی ہیں فاطمہ بنت جیش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا میں خون سے کبھی پاک نہیں ہوتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں آنحضرت نے فرمایا یہ رگ خون ہے حیض نہیں ہے جب حیض کے ایام آئیں تو نماز چھوڑ دو جب گزر جائیں تو غسل کر کے نماز پڑھ لو۔

مسئلہ کیا ہے، اور شیخ الحدیث صاحب کی دلیل کیا ہے، مار دو گھٹنا پھوٹے سر کا نمونہ، اور سکھلانے جا رہے ہیں رسول اکرم کی نماز، حائضہ اور مستحاضہ کا فرق جن کو معلوم نہیں وہ مجتہد بنے ہیں، ماشاء اللہ لکھتے ہیں۔

شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں:

"استحاضہ مسلسل بول جریان کے مریض ہر نماز کیلئے وضو کریں، اگر ہر نماز یا دو نمازوں کیلئے غسل کریں تو یہ افضل ہے۔" ص۱۴

خط کشیدہ مسئلے کو حدیث رسول سے غیر مقلد اہلحدیث سلفی صاحب ثابت کریں، بلا حدیث رسول دین میں اپنی طرف سے بات پیدا کرنا تمہارے نزدیک حرام ہے اور صحابہ کا عمل تمہارے مذہب میں حجت نہیں۔ تمہارے نواب صاحب فرماتے ہیں:

واما ما فی صحیح مسلم ان ام حبیبه کانت تغتسل لکل صلوٰۃ فلا حجة فی ذالك لانها فعلته من جهة نفسها ولم یامرها النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم بذالك۔ (الروضة الندیه ص۱۰۶)

---

(۱) جسم پلید ہو گا، یہ بھی خوب کہی، کیا حیض یا استحاضہ کی وجہ سے عورت کا جسم پلید ہوتا ہے؟ مجتہد صاحبوں کے کیا کہنے۔

یعنی صحیح مسلم میں جو یہ آیا ہے کہ ام حبیبہ رضؓ ہر نماز کیلئے غسل کرتی تھیں تو اس میں کوئی
دلیل نہیں ہے، اسلئے کہ وہ یہ عمل اپنی طرف سے کیا کرتی تھیں، آنحضورؐ نے انکو
اس کا حکم نہیں دیا تھا۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب:

"جنابت اور حیض و نفاس سے غسل ضروری ہے لیکن ان سے جسم پلید نہیں ہوتے" ۔
اور صفحہ ۱۰ میں فرماتے ہیں۔ انسان کا جسم پلید ہو تو نماز نہیں ہوتی بلکہ نماز سے پہلے غسل ضروری
ہوگا۔ اور صفحہ ۱۳ پر فرماچکے ہیں کہ حیض و نفاس سے جسم پلید ہوگا۔

قارئین غور فرمائیں کہ غیر مقلدین کے مذہب میں حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں
جسم پلید بھی ہوتا ہے اور جسم پلید نہیں بھی ہوتا ہے، یہ کیا بات ہوئی، کیا یہ غیر مقلد اہلحدیث
شیخ الحدیث صاحب رسول اکرم کی نماز، اسی طرح کی ہزیانی باتیں بول کر سکھلائیں گے۔

فرماتے ہیں مجتہد شیخ الحدیث سلفی صاحب

"حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کان یباشرنی وانا حائض، حیض کے ایام میں
میرے پاس لیٹ جاتے"

یباشرنی کا ترجمہ میرے پاس لیٹ جاتے، ماشاء اللہ، قابلیت کا اچھوتا نمونہ،
عربی دانی کا اعلیٰ کمال، اجتہاد کی نئی قسم، جی ہاں یہ ہیں غیر مقلد مجتہد شیخ الحدیث سلفی صاحب
اور اسی قابلیت کے بل بوتے پر "رسول اکرم کی نماز" سکھلانے کا حوصلہ پیدا ہوگیا ہے۔

ناظرین کرام ہمارے سلفی مجتہد صاحب بڑے ذی صلاحیت مجتہد ہیں، بڑے
باکمال آدمی ہیں، ان کی صلاحیت علمیہ و اجتہادیہ کا ایک اور نمونہ لاحظہ ہو، فرماتے ہیں:
حائضہ اور جنبی مسجد میں ٹھہر نہیں سکتے اور اس کی دلیل میں آنحضرتؐ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں۔
انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب اور اس کا ترجمہ بڑا دلچسپ فرماتے
ہیں، آپ بھی سنئے اور سر دھنئے۔

حائضہ اور جنبی کیلئے مسجد میں ٹھہرنا درست نہیں ہے ص۱۵

اہل علم داد دیں اس شاندار ترجمہ کی۔ اس کا نام ہے قابلیت، کیوں نہ ہو ان جیسے بزرگوں کو اجتہاد کا حق حاصل، ایسے قابل لوگ بھلا تقلید کریں گے، ناظرین کرام اس حدیث کا مقلدانہ ترجمہ یہ ہے۔

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"میں حائضہ اور جنبی کیلئے مسجد کو حلال نہیں کرتا"

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حائضہ اور جنبی کو مسجد سے گزرنا بھی درست نہیں ہے، مگر شیخ الحدیث صاحب نے حدیث رسول کا فریب کارانہ ترجمہ کر کے اس کے صحیح مفہوم سے عوام کو آگاہ کرنا نہیں چاہتے۔ (والی اللہ المشتکیٰ)

سلفی شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں:

"کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرنا چاہئے" ص ۱۶

اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلدوں کے محدث اعظم فرماتے ہیں:

"هو دال على الجواز من غير كراهة" یعنی کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۱۷)

اور فرماتے ہیں کہ جب تسلیم ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا رخصت ہے تو اس سے منع نہیں کیا جائے گا۔

بعد التسليم ان البول قائما رخصة لا وجه للمنع عنه فى هذا الزمان (ایضا)

یعنی یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی رخصت ہے اس سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

اب یا تو غیر مقلدین شیخ الحدیث سلفی صاحب کے کہے پر عمل کریں یا محدث اعظم مبارکپوری کی تحقیق کو قبول کریں اور کھڑے ہو کر پیشاب کی عادت بنائیں۔

(جاری)

محمد ۱۰ جمل مفتاحی

پیش کردہ
از
نورالدین نوراللہ الاعظمی

غیر مقلدین کی امام بخاری کے بارے میں غلط بیانیاں

غیر مقلدین حضرات جب کوئی عمل اختیار کرتے ہیں تو چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو اسے ثابت کرنے کیلئے غلط بیانی سے بھی گریز نہیں کرتے، بلا جھجھک بخاری کے غلط حوالے دیدیتے ہیں، حالانکہ بخاری میں اس کا وجود نہیں ہوتا۔

دو چار حوالے اس سلسلے کے نذر قارئین کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں:

"سینہ پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں" (فتاویٰ ثنائیہ ص ۴۴۳/۱)

مولانا کی یہ بات بالکل غلط ہے، بخاری و مسلم میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی (بکثرت) روایات تو درکنار ایک روایت بھی موجود نہیں ہے۔

(۲) فتاویٰ علماء حدیث میں ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے:

"صریح حدیث سے صراحتاً ہاتھ اٹھا کر باندھ کر قنوت پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا، دعا ہونے کی حیثیت سے ہاتھ اٹھا کر پڑھنا اولیٰ ہے، رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے، بخاری شریف میں رکوع کے بعد ہے"

(فتاویٰ علماء حدیث ص ۲۰۶/۳)

غیر مقلد صاحب کا یہ جواب بالکل غلط ہے، بخاری شریف پڑھ جائیے پوری بخاری میں قنوت وتر رکوع کے بعد پڑھنے کا کہیں ذکر نہیں ملے گا بلکہ اس کا الٹا یعنی رکوع میں جانے سے پہلے قنوت پڑھنے کا ذکر متعدد مقامات پر ملے گا۔

(۳) مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:

"اگر سر پر پگڑی یا ٹوپی ہے تو اس کے اوپر مسح ہو سکتا ہے، موزوں اور جرابوں پر بھی مسح ہو سکتا ہے، امام بخاری نے بخاری شریف میں باب باندھا ہے المسح علی الجوربین جرابوں پر مسح کرنا"

(خطبات شہید اسلام ص ۲۳۲/۱۷۰)

یزدانی صاحب کی یہ بات نہایت غلط ہے، پوری بخاری شریف پڑھ جائیے، کہیں آپ کو باب المسح علی الجوربین نہیں ملے گا، مولوی صاحب نے بخاری شریف میں خود ساختہ باب کا اضافہ فرمایا ہے، ورنہ بخاری شریف میں یہ باب نہیں ہے۔

(غیر مقلدین امام بخاری کی عدالت میں)

مصنفہ انوار خورشید لاہور۔ پاکستان

محمد ۱۰جمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

امام ابو حنیفہ سنت کا بہت لحاظ رکھتے تھے، خلافِ سنت نہیں کرتے تھے —— "میاں صاحب دہلوی کا اعلانِ حق"

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ابا جی میاں صاحب نذیر حسین محدث دہلوی کون حنفی بزرگ تھے ؟

باپ ۔ بیٹا، میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو ہمارے تھے، ہماری جماعت کے سربراہ اعلیٰ تھے، ہم لوگوں کی کھیتی جو لہلہا رہی ہے، یہ سب میاں صاحب رحمۃ اللہ ہی کا کیا دھرا ہے۔

بیٹا ۔ ابا جی میاں صاحب کا کچھ اور تعارف کرائیے ۔

باپ ۔ بیٹا، میاں جی بہار کے رہنے والے تھے، دہلی میں تعلیم مکمل کی، اپنے استاذ مولانا عبدالخالق کی لڑکی سے شادی کر کے پوری زندگی دہلی ہی میں گذاردی، ساری زندگی کا مشغلہ پڑھنا پڑھانا تھا، بخاری کئی سو مرتبہ پڑھائی، ان کے شاگردوں کی تعداد بیشمار تھی پوری دنیا میں ان کے شاگرد پھیلے ہوئے تھے، کتاب و سنت کے شیدائی تھے، جناتوں کو بے ہوشی کے عالم میں کئی کئی روز بڑے لقلقہ سے وعظ کہتے تھے ۔ مرزا قادیانی کا نکاح میاں ہی صاحب نے پڑھایا تھا۔

بیٹا ۔ جناتوں کو وعظ کہتے تھے ؟

باپ ۔ جی بیٹا ۔ جناتوں کو میاں صاحب وعظ کہتے تھے، تمہیں تعجب کیوں ہے، ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں :

" آخر ایام میں اکثر بدحواسی رہتی کبھی دو روز کبھی تین روز تک ہوش نہ ہوتا، اس حالت میں تمام شب نہایت زور و شور و تعلق سے اس طرح وعظ فرماتے کہ عالم صحت میں کبھی اس طرح نہیں کہتے، اکثر سورہ جن کا وعظ کہتے، فرماتے ہزاروں جن آگئے ہیں اور وعظ کہنے کو کہہ رہے ہیں، صبح کو فرماتے بس جاؤ اب طاقت نہیں ہے، لوگ پوچھتے آپ کس سے بات کر رہے تھے، فرماتے ہزاروں جن آئے ہوئے تھے وعظ کہنے کو تنگ کیئے ہوئے تھے "

بیٹا ۔ ابا جی ان میاں صاحب کی کوئی کتاب معیار حق نام کی ہے ؟

باپ ۔ جی بیٹا، رد تقلید میں میاں صاحب کی بہت ہی معرکۃ الآراء کتاب ہے، مقلدین کیلئے آسمانی بجلی ۔

بیٹا ۔ ابا جی، اسی آسمانی بجلی میں یہ میاں صاحب لکھتے ہیں ۔

" امام ابوحنیفہ صاحب بلحاظ سنت کا بہت رکھتے تھے اور برخلاف سنت کے نہیں کرتے تھے "

باپ ۔ بیٹا، میاں جی نے اس کتاب میں واقعی یہ لکھا ہے ؟

بیٹا ۔ جی ابا جی، واقعۃً لکھا ہے، یہ معیار حق کتاب میں دیکھ لیجئے، صوفی جمن کے پاس وہ کتاب ہے، اور وہ اس جگہ کا بڑے غور سے مطالعہ کر رہے ہیں ۔

باپ ۔ بیٹا ۔ یہ تو بڑا خطرناک انکشاف ہے، اس سے تو مذہب حنفی حق ثابت ہو جائیگا ۔ اور امام ابوحنیفہ امام برحق ثابت ہوں گے ۔

بیٹا ۔ ابا جی میاں صاحب نے وہ آسمانی بجلی کہیں ۔ بے خیالی میں جماعت اہلحدیث پر تو نہیں گرادی ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

تقلید کی چار قسم ہے (میاں صاحب کا ارشاد)

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی تقلید تو حرام ہے ؟

باپ - جی بیٹا، تقلید حرام اور شرک ہے، قرآن و حدیث میں کھلم کھلا اس کا بیان ہے، ہمارے علماء نے اس سلسلہ میں بڑی تحقیق فرمائی ہے۔

بیٹا - اباجی ہر قسم کی تقلید شرک ہے یا اس کی کوئی قسم جائز بھی ہے ؟

باپ - بیٹا، تقلید مطلقاً حرام ہے، اس کی کوئی قسم بھی جائز نہیں ہے، ہمارے سارے علماء کا یہی فیصلہ ہے۔

بیٹا - مگر اباجی وہ میاں صاحب جو ہمارے شیخ الکل فی الکل ہیں جو حالت بے حواسی میں جنات کو وعظ کہا کرتے تھے۔ ان کی تحقیق تو کچھ اور ہے۔

باپ - وہ کیا ہے بیٹا، کیا میاں صاحب نے کچھ اور کہا ہے ؟

بیٹا - اباجی میاں صاحب اپنی آسمانی بجلی والی کتاب جس کا نام معیار حق ہے میں فرماتے ہیں: تقلید کی چار قسم ہے۔ قسم اول واجب، قسم ثانی مباح، اور فرماتے ہیں کہ یہ دوسری قسم تقلید مذہب معین کی ہے، قسم ثالث حرام و بدعت، اور یہ تیسری قسم وہ ہے جبکہ کسی امام کی تقلید کو واجب کہا جائے، اور قسم رابع شرک ہے، تو میاں صاحب کے نزدیک تقلید کی چار قسم ہے اس میں ایک واجب اور ایک مباح، اور ایک حرام اور ایک شرک۔

باپ - بیٹا، میاں صاحب کا یہ فرمان ہم اہل توحید کیلئے تو بڑی پریشانی پیدا کرے گا۔

بیٹا - اباجی، میاں صاحب کی یہ تحقیق ہمارے لئے پریشانی کا باعث کیوں ہوگی ؟

باپ - بیٹا۔ ابھی تک ہم نے یہی شور مچایا تھا کہ مطلق تقلید حرام اور شرک ہے، اب

میاں صاحب نے تقلید کی چار قسم نکال کر ایک کو واجب بھی بتلا دیا، اور تقلید مذہب معین تک کو مباح کہہ دیا، ہمارا تو سارا کھیل ہی بگڑ گیا، مباح اور واجب کو حرام بتلانا یہ خود بہت بڑا گناہ ہے، کوئی مقلد اگر پوچھ دے کہ مباح اور واجب کو ہم نے کیوں حرام اور شرک کہا تو ہم کیا جواب دیں گے ؟

بیٹا ۔ اباجی، میاں صاحب نے جو تقلید کی چار قسم کی ہے، کسی کو واجب کہا ہے، کسی کو مباح کسی کو حرام کسی کو شرک تو تقلید کی یہ تقسیم اور اس کا واجب، مباح اور حرام و شرک ہونا کسی حدیث سے ثابت ہے ؟

باپ ۔ بیٹا، میاں جی نے ضرور کوئی حدیث یا قرآن کی آیت پیش کی ہوگی، وہ یوں ہی اڑانے والے مولانا نہیں ہیں ۔

بیٹا ۔ اباجی، میں نے ان کی کتاب کی سطر سطر پڑھ ڈالی ہے انھوں نے نہ تو تقلید کی چار قسم ہونے پر کوئی آیت یا حدیث پیش کی ہے اور نہ اس کے مباح اور واجب یا حرام اور شرک ہونے پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل قائم کی ہے، اباجی اپنی رائے سے کوئی بات کہنا یا کسی چیز کو واجب یا حرام بتلانا یہ تو دین میں حرام ہے ۔

باپ ۔ بیٹا دین میں اپنی طرف سے کوئی بات کہنا ہمارے نزدیک حرام ہے، قطعاً جائز نہیں ہے ۔

بیٹا ۔ تو اباجی ہمارے شیخ الکل صاحب نے یہ حرام کام کیوں کیا ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

میاں صاحب کے اجتہاد اور قرآن فہمی کی کرشمہ سازی

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی، میاں صاحب کی "آسمانی بجلی" آپ نے پڑھی ہے ؟

باپ ۔ "آسمانی بجلی" اس نام کی تو میاں صاحب کی کوئی کتاب نہیں ہے ۔

بیٹا ۔ آسمانی بجلی تو عرفی نام ہے اصل کتاب کا نام معیار حق ہے ۔

باپ ۔ معیار حق تو میاں صاحب کی بہت معرکۃ الآرا کتاب ہے ، ہماری جماعت کے علماء اس کا بار بار تکرار کرتے رہتے ہیں ، ساری کتاب تحقیق کا اعلیٰ شاہکار ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی کتاب تو واقعی بڑی زور دار ہے ، مگر میاں جمن حفظہ اللہ نے اس کا مطالعہ کیا تو بڑے کبیدہ خاطر ہوئے ، اور میاں صاحب کے بارے میں ان کی رائے اب پہلی والی باقی نہیں رہی ۔

باپ ۔ میاں جمن حفظہ اللہ تو بڑے سمجھدار آدمی ہیں اس کتاب کو پڑھ کر ان کو اشکال کیا پیدا ہوا ؟

بیٹا ۔ اباجی میاں صاحب نے اس کتاب میں اس پر بڑا زور لگایا ہے کہ قرآن کا سمجھنا اور اس سے مسائل کا اخراج کرنا اور شرعی مسائل کو قرآن سے سمجھنا کچھ مجتہدین کے ساتھ خاص نہیں ہے ، نہ ہی صرف علماء ہی کی شان ہے ، بلکہ جو بھی عربی کی شدبد رکھے گا اس کیلئے قرآن کا سمجھنا آسان ہے ، اسلئے کہ اللہ کا ارشاد ہے ، ولقد یسرنا القرآن للذکر ، اس پر جمن حفظہ اللہ کو اشکال ہے کہ میاں صاحب نے قرآن کو جاہلوں کا تماشا بنادیا ہے ، اور ہر جاہل قرآن سمجھنے کا دعویٰ کرے گا ۔

باپ ۔ بیٹا یہ بات تو آج کل کے جاہل ہوا پرست اور نام کے مجتہدین کہتے ہیں ، میاں صاحب جیسا فاضل اور قرآن وحدیث کا ماہر اس طرح کی بات نہیں کہہ سکتا ، میاں جمن حفظہ اللہ نے میاں صاحب کی بات ٹھیک سے نہیں سمجھی ہوگی ۔

بیٹا ۔ اباجی میں نے بھی اس مقام کا مطالعہ کیا ہے ، جمن حفظہ اللہ نے جو سمجھا ہے وہی میں نے بھی سمجھا ہے ۔ دیکھئے میاں صاحب فرماتے ہیں ۔ " قرآن وحدیث ایسے مشکل نہیں ہیں کہ سوائے مجتہد مطلق کے کسی کو سمجھ میں نہ آویں بلکہ ایسے آسان ہیں کہ جس کو لغت عرب سے معرفت ہو خاص کر علماء ، تو بخوبی بشرط قصد سمجھنے کے معنی قرآن اور حدیث سے واقف ہو جاتا ہے ۔ قولہ تعالیٰ ۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر ، فھل من مدکر ۔

باپ - معلوم نہیں میاں صاحب نے یہ بات کسی جھونک میں کہدی ہے، ان کو یہ تو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن نصیحت وعبرت کے لئے آسان ہے، نہ کہ اس سے مسائل کا اخراج بھی آسان ہے۔

بیٹا - اباجی میاں صاحب جب شیخ الکل فی الکل ہوکر کے قرآن کی ایک آیت ولقد یسرنا کا مطلب صحیح نہیں سمجھ سکے تو صرف عربی میں شد بُد رکھنے والے کیا قرآن سمجھیں گے اور قرآن کے حقائق تک ان کی رسائی کیوں کر ہوگی۔

اباجی میاں صاحب نے یہ بات محض عوام کو ائمہ مجتہدین سے برگشتہ کرنے اور جوش غیرمقلدیت میں کہی ہے کیا ؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا -

شیخ الکل کی شخصیت مختلف فیہ ہوگئی

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی شیخ الکل فی الکل میاں صاحب کے بارے میں اختلاف ہوگیا ہے۔

باپ - کیا اختلاف ہوا بیٹا ؟ وہ تو بالاتفاق شیخ الکل فی الکل تھے۔

بیٹا - اباجی شیخ کلو حفظہ اللہ ان کو قرآن وحدیث کا بہت بڑا عالم کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مرتبہ اجتہاد پر تھے، اور شیخ جمن حفظہ اللہ کہتے ہیں کہ میاں صاحب کو کتاب وسنت میں قطعًا بصیرت نہیں تھی وہ سنت اور بدعت کے معنی اور مفہوم سے بھی ناواقف تھے۔

باپ - بیٹا شیخ جمن نے میاں صاحب کے بارے میں اتنی بڑی بات اور اتنی سخت بات کیسے کہدی، کل تک تو میاں صاحب زندہ باد کا نعرہ سب سے زیادہ وہی بلند کرتے تھے۔

بیٹا - ہاں ابا جی، مگر اب میاں صاحب کے بارے میں ان کی رائے بدل گئی ہے، میاں صاحب کی کتاب معیار حق کا آج کل شیخ جمن مطالعہ کر رہے ہیں، اس کتاب کے مطالعہ سے ہی شیخ جمن کی رائے میاں صاحب کے بارے میں بدل گئی ہے۔

باپ - شیخ جمن سے کچھ تم نے سنا ہے کہ وہ میاں صاحب کے بارے میں اس درجہ بدگمان کیوں ہوئے ؟

بیٹا - میاں صاحب نے اپنی کتاب معیار حق میں یہ لکھا ہے کہ سنت صرف وہی عبادت ہوگی جس کا کرنا آنحضور سے ثابت ہو، اور جس قسم کی عبادتوں کا آپ سے ثبوت نہ ہو وہ بدعت ہوگی۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ رات بھر عبادت میں گذارتے تھے یا ایک رات میں پورا قرآن پڑھتے تھے یا پورے سال یا عمر بھر کا روزہ رکھتے تھے یہ سارے لوگ بدعتی تھے اور ان کی یہ عبادتیں بدعت تھیں، خلافِ سنت تھیں، خلافِ شریعت تھیں۔ میاں صاحب فرماتے ہیں :

" اور دلیل بدعت ہونے کی اس عبادت کی یہ ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر میں کبھی شب کو تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل نہیں پڑھی اور نہ کبھی تمام شب جاگے۔

ایسا ہی ختم کرنا سات دن سے ورے درست نہ رکھتے اور آپ فرماتے کہ جو تین دن سے کم میں قرآن ختم کرے وہ قرآن کو سمجھتا ہی نہیں، روزانہ روزہ رکھنے کو منع فرماتے اور صوم داؤد کو بہترین روزہ فرماتے۔

پھر فرماتے ہیں :

پس اہل بصیرت اور صاحبانِ فطانت پر بسبب ملاحظہ ان احادیث مذکورہ بالا کے بدعت ہونا مواظبت تمام شب کے جاگنے کا ظاہر ہے۔"

باپ - بیٹا۔ میاں صاحب کی یہ بات تو بہت خطرناک ہے، ان کی اس بات کی زد میں بڑے بڑے محدثین اور فقہاء ہی نہیں آئیں گے بلکہ صحابہ کرام بھی بدعتی قرار پائیں گے۔

امام بخاری بھی بدعتی قرار پائیں گے اس لئے کہ وہ بھی صائم الدھر تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک رات میں قرآن ختم کرنا مشہور ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک ہزار تسبیح پڑھ کر سوتے تھے، حضرت زین العابدین رات دن میں ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے، امام بخاری روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے، چالیس سال انھوں نے سالن سے روٹی نہیں کھائی، صاحب تحفۃ الاحوذی محدث مبارکپوری تحفہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ امام شافعی رمضان میں ساٹھ مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے، اور امام وکیع صائم الدھر تھے اور ہر رات ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

بیٹا انھیں بزرگوں پر تو کتاب و سنت کی عمارت قائم ہے، میاں صاحب کے بیان کے مطابق یہ تمام ائمہ دین اور یہ تمام اسلاف امت بدعتی ہوں گے تو پھر اہل سنت کون باقی رہے گا۔

بیٹا ۔ اباجی جب میاں صاحب کو بھی باوجود شیخ الکل فی الکل ہونے کے سنت و بدعت کا معنی معلوم نہیں تھا، تو پھر میاں صاحب یہ دعویٰ کیسے کرتے ہیں کہ جس کو عربی زبان کی شُد بُد ہوگی وہ قرآن اور حدیث سمجھ لے گا؟ کیا قرآن، حدیث ایسا ہی سمجھا جائے گا جیسا میاں صاحب نے سمجھا تھا۔

باپ ۔ میاں صاحب کی یہ ساری باتیں بڑی خطرناک ہیں، اس کی بھنک دوسروں کو نہ لگے، اس کا تذکرہ کسی اور سے نہ کرنا۔

بیٹا ۔ اباجی شیخ جن کا میاں صاحب سے بدکنا برحق ہے کیا؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

چوتھی قسط

برطانیہ کا سفر

دوپہر کا کھانا بھائی نذیر کے یہاں ہوا، آج مولانا عتیق الرحمن صاحب سنبھلی سے ملنے کا پروگرام تھا، مولانا بیسوں سال سے لندن میں مقیم ہیں، مولانا سے خطوط کے ذریعہ سے ملاقات ہوا کرتی تھی، نہ میں نے کبھی ان کو دیکھا تھا اور نہ انھوں نے مجھے دیکھا تھا۔ ایک دوسرے سے غائبانہ واقفیت تھی، میری کتابیں پڑھ چکے تھے، زمزم پابندی سے ان کے نام جاتا ہے اور وہ اس کا پابندی سے مطالعہ کرتے ہیں، کبھی کبھی بزرگانہ مشوروں سے بھی نوازتے رہتے ہیں، ان سے ملاقات کرنا میرے پروگرام میں شامل تھا، فون سے وقت لے لیا گیا تھا، مولوی اسماعیل کے گھر سے ان کا گھر دور نہیں تھا، ہم لوگ شام کو ساڑھے چار بجے حسب پروگرام ان سے ملنے گئے، مولانا جس جگہ رہتے ہیں اس کا نام (FINSBURY PARK) ہے، مولانا بزرگانہ شفقتوں سے ملے، محبت کا معاملہ فرمایا، کہنے لگے کہ میں تو آپ کی تحریروں کو پڑھ کر یہ سمجھا تھا کہ آپ جوان ہوں گے مگر آپ تو ہم سے بوڑھے نظر آرہے ہیں، پھر فرمایا کہ میں عام طور پر جلسے جلوسوں میں شرکت کا عادی نہیں ہوں، مگر میں آپ کی تقریر سننا چاہتا ہوں، میں نے اپنی تقریر کا پروگرام بتلایا تو کہنے لگے کل کے بعد جس جگہ آپ کو تقریر کرنی ہے وہ میرے گھر سے قریب ہے میں وہیں آپ کی تقریر سنوں گا۔ چنانچہ حسب وعدہ مولانا تشریف لائے، میری تقریر سنی تو بہت

حاشیہ اگلے صفحہ پر

خوش ہوئے، اور کہا کہ مجھ سے تو لوگوں نے کہا تھا کہ مولانا غازی پوری لندن آئیں تو یہاں بڑا انتشار ہوگا، مگر آپ کی تقریر تو بہت سلجھی ہوئی اور سنجیدہ ہوتی ہے، بہت سی باتیں مجھے بھی نئی معلوم ہوئیں، سنت کی جو آپ نے تشریح کی ہے وہ پہلی دفعہ میں نے سنی ہے، پھر انھوں نے خود ہی کہا کہ آپ کا پروگرام فلاں اور فلاں جگہ بھی ہونا چاہیئے، برمنگھم کے بارے میں پوچھا کہ وہاں کا پروگرام ہے کہ نہیں، مولوی اسماعیل نے بتلایا کہ وہاں کا پروگرام اب تک نہیں بن سکا ہے، تو مولانا نے کہا کہ برمنگھم میں پروگرام ہونا ضروری ہے وہاں غیر مقلدین بڑی تعداد میں ہیں، ان کا وہاں مرکز بھی ہے۔ چنانچہ برمنگھم کا پروگرام مولانا نے ہی بنوایا اور دو ایک جگہ اور بھی ان کے مشورہ سے پروگرام ہوا، مولانا حالات معلوم کرتے رہتے تھے

---

[۱] حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں، جو خرابی صحت کی وجہ سے عرصہ سے لندن میں مقیم ہیں، کسی زمانہ میں لکھنؤ سے شائع ہونے والا الفرقان ان کے قلم کی جولانگاہ تھا، ان کا اداریہ بڑا زوردار ہوتا تھا، مجھے جن چند اہل قلم کی تحریر متاثر کر سکی ان میں ایک مولانا عتیق صاحب بھی ہیں، کئی کتابوں کے مصنف ہیں، بڑے نستعلیق قسم کے انسان ہیں، مگر بہت بے تکلف سادہ مزاج، خرابی صحت کے باوجود اب بھی لکھنے پڑھنے کا شغل رکھتے ہیں، میرے بارے میں ان کا تاثر یہ ہے کہ میرا قلم غیر مقلدوں کے بارے میں بڑا تیز ہوتا ہے، مجھے کئی مرتبہ مشورہ دے چکے ہیں کہ تم اپنے قلم کی شدت کو کم کرو، ایک دفعہ میں نے عاجز آکر انکو لکھا کہ مولانا میں عقیدۃً غیر مقلدین کو گمراہ سمجھتا ہوں، اور چونکہ وہ صحابہ کرام، ائمہ دین، فقہائے کرام اولیاء عظام کے بارے میں بڑے گستاخ واقع ہوئے ہیں اس وجہ سے میرا قلم ان کے بارے میں کسی قسم کی رواداری برتنے کو تیار نہیں ہے، غالباً میری بات مولانا کو پسند نہیں آئی اس کے بعد سے مولانا دامت برکاتہم کا خط آنا بند ہو گیا ہے، چونکہ مجھے طبعاً مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مناسبت رہی ہے اور آج بھی انکی عظمت ومحبت سے اپنے دل کی دنیا آباد پاتا ہوں اس وجہ سے مجھے مولانا عتیق صاحب سے بھی بڑی محبت ہے اور انکی قدر بہت زیادہ ہے، ایک زمانہ میں انکی معرکۃ الآراء تحریریں بڑا لطف دیا کرتی تھیں، آجکل کم لکھتے ہیں مگر جو لکھتے ہیں اس کا حق ادا کرتے ہیں، لندن کی فضا اگر فکر ونظر میں کچھ تبدیلی کردے تو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔

اور مطمئن تھے، ایک دفعہ کہا کہ آپ کے تحریر اور تقریر کے لب و لہجہ میں بڑا فرق ہے، ان کا مطلب یہ تھا کہ تقریر کا لب و لہجہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور تحریر میں شدت ہوتی ہے۔

مولانا کے یہاں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ مولانا اندر تشریف لے گئے اور بڑی تقطیع کی ایک ضخیم کتاب کا فوٹو کاپی لے کر آئے اور کہا کہ یہ کتاب ایک پاکستانی غیر مقلد نے تبلیغی جماعت کے خلاف لکھی ہے اور اس کو انٹرنیٹ کے ذریعہ سے پورے عالم اسلام میں پھیلایا جا رہا ہے، کل ہی مجھے ایک صاحب دے گئے ہیں کہ اس کا جواب دوں، یہ کام میرے بس کا نہیں۔ اللہ نے آپ کو بھیج دیا ہے، آپ اس کو لیجائیں، اور اس کو پڑھ کر لندن میں جہاں تقریر کریں اس کو سامنے رکھیں۔

میں نے کتاب دیکھی تو جہالت کا پشتارہ نظر آئی، مصنف جاہل اور فتنہ انگیز نظر آیا کتاب کیا ہے بگڑی ہوئی عقل کا کباڑخانہ ہے، مصنف اس قدر جاہل بدذوق اور اردو و فارسی کے اشعار کے معانی و مفاہیم کے ادراک سے کوتاہ ہے کہ اس کو مندرجہ ذیل اشعار میں کفر و شرک نظر آیا، "تبلیغی نصاب اور شرکیہ و کفریہ" اشعار کے عنوان کے تحت ایک شعر تبلیغی نصاب سے یہ نقل کیا ہے۔

ہست رب الناس را با جان ناس — اتصال بے تکیف و بے قیاس

وہ انسان کس قدر جاہل ہوگا جو اللہ کے تعلق کو بندہ کے ساتھ شرک و کفر قرار دے گویا وہ ان اللہ مع الصابرین جیسی آیتوں کے معنی و مفہوم سے بھی جاہل ہے۔

سب سے ربط آشنائی ہے اسے — دل میں ہر ایک کی رسائی ہے اسے

یہ شعر بھی اس جاہل کے نزدیک کفر و شرک ہے۔

خیالک فی عینی و ذکرک فی فمی — ومثواک فی قلبی فاین تغیب

یہ شعر بھی کفر و شرک سے اس جاہل کے نزدیک بھرا ہوا ہے۔

اور یہ شعر بھی کفریہ و شرکیہ ہے۔

فلک پہ عیسیٰ و ادریس ہیں تو خیر سہی — زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمد مختار

اور یہ شعر بھی

میان عاشق و معشوق رمزے است   کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

جب کسی کی جہالت انتہا کو پہنچ جائے اور اس کی عقل بالکل ماؤف ہو اور عقیدہ بگڑا ہوا اور اسلاف واکابر سے اس کو سوئے ظن ہو تو اس کی زبان و قلم سے گندگیوں کی کیا کچھ ریزش ہوگی، نہیں کہا جا سکتا، یہ پوری کتاب اسی قسم کی گندگیوں اور جہالتوں کا مجموعہ ہے ۔

میں نے اس کتاب کے بعض مضامین سے لوگوں کو واقف کرایا اور جلسوں میں مصنف کی جہالتوں کو بیان کیا، اور کتاب میں جو گمراہیاں ہیں اس کو ظاہر کیا، الحمد للہ اس سے فائدہ ہوا۔

البتہ اس پر مجھے آج بھی تعجب ہے کہ تبلیغی جماعت کے خلاف اتنی منظم شکل میں مہم چلائی جارہی ہے اور جماعت کے اکابر کانوں میں انگلیاں ڈالے پڑے ہیں، اور انکو ہر طرف خیریت ہی نظر آتی ہے۔ پتہ لگتا ناہی دین کا سب سے اہم فریضہ بنا ہوا ہے، شعور و احساس ہی نہیں غیرت و حمیت کے بھی فقدان کی یہ علامت ہے ۔

مولانا عتیق الرحمٰن صاحب سے ملاقات بڑی تفصیلی اور دلچسپ رہی، ان کے یہاں سے اٹھ کر ہم لوگ عصر کی نماز کے لئے (UPTONPARK) کی مسجد آگئے جہاں مجھے آج بعد عصر تقریر کرنی تھی، آج کی تقریر میں بطور خاص ان اعتراضات کو موضوع بحث بنایا گیا تھا جن کو تبلیغی جماعت کے خلاف غیر مقلدین اچھالا کرتے ہیں اور عوام کو اس جماعت سے برگشتہ کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں، میری باتوں کو لوگوں نے توجہ سے سنا اور ان کے اشکالات دور ہوئے ، تقریر سے فراغت کے بعد اسی مسجد میں مغرب کی نماز پڑھ کر مولوی اسماعیل سلمہ کے گھر واپس آگئے اور رات کے کھانا سے فارغ ہوئے ۔

ابھی کھانا کھا کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ کچھ پاکستانی نوجوانوں کا فون آیا،

یہ لوگ یہاں ختم نبوت پر کام کر رہے ہیں، ختم نبوت کے سلسلہ میں قادیانیوں کی بدعقیدگیوں
کا یہ لوگ بھرپور تعاقب کرتے ہیں اور دنیا کے مسلمانوں کو انٹرنیٹ کے ذریعہ قادیانیوں
کی اسلام مخالف سازشوں اور ان کے عقائد سے واقف کراتے ہیں، وہ میرے ساتھ
سوال وجواب کی ایک مجلس منعقد کرنا چاہتے تھے جس کو وہ انٹرنیٹ پر لانا چاہتے تھے،
میں نے اپنے پروگرام کو دیکھتے ہوئے ایک ہفتہ کے بعد کا وقت دیا، افسوس یہ وقت
ان کیلئے خالی نہیں تھا اس وجہ سے یہ پروگرام نہ ہوسکا، اس وقت ساؤتھ افریقہ سے
میرے عزیز شاگرد مولوی مفتی سعید متارا کا فون آیا جو میری خیریت اور یہاں کے
پروگراموں کی تفصیلات معلوم کر رہے تھے، فون پر ان سے دیر تک بات ہوتی رہی
میرے لندن آمد کی اطلاع مولوی سعید سلمہ کو مولوی یوسف بھولا نے امریکہ سے دی تھی۔

۲۳ ر جولائی۔ آج صبح کوئی خاص پروگرام نہیں تھا، اس وجہ سے میں نے
مولوی اسماعیل سلمہ سے کہا کہ آج میں پیدل گھوم پھر کر لندن دیکھوں گا، کار سے تو
کچھ سمجھ میں نہیں آتا، چنانچہ اپنے ساتھ میں نے قاری یوسف کو ساتھ لیا اور بس کا ٹکٹ
خریدا، دو آدمیوں کا ٹکٹ چار پونڈ میں ملا، چار پونڈ کا یہ ٹکٹ ہر بس کیلئے کام دیتا ہے،
جس بس پر چاہو سوار ہو کر لندن شہر میں جس جگہ چاہو جاؤ، بس آرام دہ ہوتی ہے،
مسافر بھی کم ہوتے ہیں، شور وشرابا بھی نہیں ہوتا ہے، پہلے ہم لندن برج گئے
جو یہاں کی مشہور ندی ...... پر بنا ہوا ہے، ندی میں لوگ اسٹیمر نما کشتیوں
میں جو بہت تیز چلتی ہے بیٹھ کر ندی کا لطف لے رہے تھے۔ پل کے آس پاس کا منظر
بہت خوبصورت ہے، پھر ہم لوگ پل کے نیچے ندی کے کنارے بنے پلیٹ فارم پر آگئے،
یہاں سیکڑوں بلکہ ہزاروں کا مجمع ہر وقت لگا رہتا ہے، اور ہر طرح کے لوگ دیکھنے کو ملتے
ہیں۔ امیر وغریب اور ہاتھ پھیلا کر پیسے مانگنے والے، کرتبوں اور تماشا دکھا دکھا کر
روزی کمانے والے اپنے کو کارٹونوں میں ڈھالے ہوئے ایسے انگریز بھی نظر آئے
جنھیں دیکھ کر ہنسی آتی ہے، ندی کے پاس ایک گول چکر ہے جس کے بارے میں لوگوں نے

بتلایا کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا گول چکر ہے، اس گول چکر میں شیشہ کا کشش نما بند کمرہ ہے، جس میں بیک وقت ۲۰ / ۲۵ آدمی سما سکتے ہیں، یہ موٹے موٹے تاروں پر بجلی کے ذریعہ نیچے سے اوپر جاتا ہے، اوپر اتنی بلندی تک جاتا ہے جہاں سے پورا لندن نظر آتا ہے، اس کی رفتار بہت آہستہ ہوتی ہے، جب چکر پورا ہو جاتا ہے تو لوگ باہر آجاتے ہیں اور دوسرے سوار ہوتے ہیں۔

یہ بڑی دلچسپ چیز ہے جس کا تعلق دیکھنے ہی سے ہے، قاری یوسف نے مجھسے کہا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہم لوگ بھی ٹکٹ خرید کر اس کا مزا لے لیں، میں نے کہا پہلے اس کے ٹکٹ کا دام معلوم کرو، انھوں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ایک آدمی کا ٹکٹ ساڑھے گیارہ پونڈ تھا، یعنی ہندوستانی سکہ سے آٹھ سو کے لگ بھگ، دو آدمی کا تقریباً سولہ سو، آدھ یا ایک گھنٹہ کی اس تفریح کیلئے سولہ سو روپے خرچ کرنا کہاں کی عقلمندی ہوگی، مولوی یوسف کے اصرار کے باوجود میں اس تفریح کے لئے راضی نہیں ہوا، اسی جگہ ایک گلاس کافی پونے دو پونڈ کی پی گئی تھی، مولوی یوسف نے دو گلاس کافی خریدی ایک اپنے لئے اور ایک میرے لئے میں نے پوچھا دو گلاس کتنے میں ملا، کہا ساڑھے تین پونڈ کی، میرا دماغ اڑ گیا، کافی جیسی بد مزہ چیز کے دو گلاس کے لئے ساڑھے تین پونڈ خرچ کرنا میرے نزدیک انتہائی درجہ کی حماقت ہے۔ قاری یوسف بیچارے چاہ رہے تھے کہ تفریح میں میری کچھ ضیافت کریں ان کو یہ بھی احساس تھا کہ میں تھک گیا ہوں، اس لئے انھوں نے یہ کافی خریدی تھی، کافی اور کوکو کولا پی کر میری طبیعت ہمیشہ بد مزہ ہو جاتی ہے۔

پھر ہم لوگ بس ہی سے چل کر کچھ دور پارلیمنٹ ہاؤس کی عمارت پہونچے یہ عمارت بہت قدیم ہے اور اپنی ساخت کے اعتبار سے ایک عجوبہ ہے، پارلیمنٹ کے صدر گیٹ پر دو سنتری اپنے خاص لباس میں اس طرح کھڑے رہتے ہیں جیسے کوئی نصب شدہ انسانی مجسمہ ہو، ان کے بدن میں ذرا حرکت نہیں ہوتی ہے، گھنٹوں وہ اسی طرح اپنی ڈیوٹی انجام

دیتے ہیں، آنکھ کی پتلیاں تک نہیں ہلتی ہیں، پارلیمنٹ ہاؤس ہی کے قریب ملک پیلس ہے، ہم اس کو بھی دیکھنے گئے وہاں کے صدر دروازہ پر بھی ایک عورت اسی طرح کھڑی نظر آئی، اب ہم چلتے چلتے تھک چکے تھے، ہم نے مولوی اسماعیل سلمہ کے گھر جانے کا فیصلہ کیا ہے، جہاں ہم تھے وہاں سے وکٹوریہ ریلوے اسٹیشن قریب ہی تھا، پیدل ہی ہم وہ گئے، یہاں سے ہر جگہ کے لئے بسیں ملتی رہتی ہیں، ہم نے اپنی بس پکڑی اور کئی گھنٹوں کی تفریح کے بعد اپنے مستقر پہونچ گئے۔ دوپہر کا کھانا کھاکر سوگئے، اس تفریح نے بہت تھکا دیا تھا اس لئے فوراً سوگئے اور عصر تک سوتے رہے۔

آج مجھے مولوی اسماعیل سلمہ کے گھر سے قریب ایک مسجد جس کا نام مسجد قبا ہے اس میں عصر بعد تقریر کرنی تھی، مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب بھی اسی مسجد میں میری تقریر سننے آئے تھے، میری تقریر سن کر میرے بارے میں ان کا خیال بدل گیا، ان سے کسی نے کہہ دیا تھا کہ مولانا غازی پوری کی تقریر سے یہاں کی فضا خراب ہوگی، میری تقریر سننے کے بعد دو ایک پروگرام خود ان کے مشورہ سے ہوا، یہاں سے بعد مغرب واپسی ہوئی، تھوڑی دیر تک ملنے والے آتے رہے، عشاء کا کھانا کھاکر آج میں جلدی ہی سوگیا۔

محمد ابو بکر غازی پوری

دنیا عجیب ڈھنگ سے تو نے خدا بنائی

تیرا جلوہ ہر جگہ ہے تیری شان کبریائی — تو نے فلک بنایا تو نے زمیں بنائی

دنیا عجیب ڈھنگ سے تو نے خدا بنائی

کبھی بدلیوں کا آنا کبھی ان کا روٹھ جانا — کہیں گل کی حکمرانی کہیں خار کی خدائی

دنیا عجیب . . . .

کہیں خشک پتہ پتہ کہیں مینہ خوب برسا — کہیں موسم خزاں تو کہیں ہے بہار آئی

دنیا عجیب . . . .

کہیں جنگلوں کی دنیا کہیں بہ رہا ہے دریا — کہیں پربتوں کی چوٹی کہیں اگ رہی ہے رائی

دنیا عجیب . . . .

کہیں برق و باد و طوفاں کہیں شور موج دریا — کہیں رات کا ہے آنا کہیں صبح مسکرائی

دنیا عجیب . . . .

کہیں کھیل ساغروں سے کہیں دیر سج رہا ہے — کہیں لب پہ مسکراہٹ کہیں آنکھ ڈبڈبائی

دنیا عجیب . . . .

کہیں تپ رہا ہے صحرا سورج کی گرمیوں سے — کہیں گلستاں میں دیکھا کونپل ہے چہچہائی

دنیا عجیب . . . .

یہ پیڑ پھول پودے یہ رنگت بیل بوٹے	تیری ذات کے کرشمے تیری شانِ دلربائی

دنیا عجیب ڈھنگ سے تو نے خدا بنائی

ہر شاخِ گل خدایا تسبیح خواں ہے تیری	تو نے چمن میں مولا شبنم کی تہ بچھائی

دنیا عجیب . . . .

ہر پھول ہر کلی میں ہر شاخ کی نمی میں	ظلمت میں روشنی میں تیری شان خودنمائی

دنیا عجیب . . . .

کوئی دین سے پھرا ہے، کوئی مرد باصفا ہے	کہیں طاقتوں کی دنیا کہیں ہے شکستہ پائی

دنیا عجیب . . . .

فرش زمیں کے نیچے عرش بریں کے اوپر	تیرا ہر جگہ کرشمہ تیری ہر جگہ خدائی

دنیا عجیب . . . .

ص۵ کا بقیہ :-

اور کرانا بھی ایک عبادت ہے، عبادت کو شہرت کا ذریعہ بنانا حرام ہے۔

رمضان مبارک میں ایک مبارک رات لیلۃ القدر کی ہے، قرآن کہتا ہے کہ یہ عام دنوں کی ایک ہزار رات سے بہتر ہے، یعنی عام دنوں کی ایک ہزار راتوں میں جو عبادت کی جائے اس سے زیادہ ثواب اس رات کو عبادت کرنے کا ہے۔ آپ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے عشرہ اخیر کی طاق راتوں میں سے کسی ایک رات میں ہوتی ہے، اس لئے رمضان کے عشرۂ اخیر کی طاق راتوں میں بہت اہتمام سے راتوں کو جاگنے اور عبادات میں گزارنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی برکات سے زیادہ سے زیادہ مستفید فرمائے اور ہمارے گناہوں کو اپنے فضل وکرم اور اس ماہ مبارک کی برکات کے طفیل معاف فرمائے۔

مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونے والا دوماہی
دینی و علمی مجلہ
زمزم
جلد ۷
ذی قعدہ، ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ
شمارہ
مدیر مسئول و مدیر التحریر
محمد ابوبکر غازیپوری
سالانہ چندہ ۵/ روپے
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازیپور۔یوپی
پن کوڈ۔ ۲۳۳۰۰۱
فون نمبر ۰۵۴۸۔۲۲۱۷۵۷

محمد اجمل مفتاحی

فہرست مضامین

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲ر نومبر کو امریکہ میں صدارتی الکشن ہوگیا ، اور جیسا کہ امید تھی بش پھر الکشن
جیت گیا ، اس کا باپ دوبارہ نہیں صدر نہیں بن سکا تھا مگر بیٹا دوبارہ امریکہ کا صدر بن گیا
اس کا الکشن میں جیت جانا توقع کے خلاف نہیں ہے ، بلکہ مجھے اس کے الکشن جیت جانے کا
یقین تھا ، اور اس یقین کی وجہ یہ تھی کہ امریکہ میں ہرانے اور جتانے کا فیصلہ یہودیوں کے ہاتھ میں
ہوتا ہے ، اور بش نے ہر وہ کام کیا جس سے یہودی خوش رہے ، اپنے چار سالہ دور اقتدار
میں اس نے اسرائیل کے ہر اقدام کی واہ واہی کی ، اور فلسطینیوں پر اس کے ہر ظلم کو جائز قرار
دیا ، یہود مسلمان اور اسلام کے ازلی اور سب سے بڑے دشمن ہیں ۔ بش نے پورے عالم
اسلام پر ایک طرح سے قبضہ کر رکھا ہے ، ساری اسلامی دنیا کو اس نے ذلیل بنا دیا ہے ، اور
اپنی طاقت کا سکہ اس نے ہر مسلمان حکومت پر جما رکھا ہے ، اور یہ ساری باتیں وہ ہیں
جن سے یہودیوں کو خوشی ہوئی ہے ، اس لئے امریکہ کے صدارتی انتخاب میں یہودیوں نے
اپنی ساری طاقت بش کے پلہ میں ڈال دی ، امریکہ میں میڈیا پر صرف یہودیوں کا قبضہ
ہے ، وہ جس طرح کی چاہیں خبریں شائع کریں ، جس کو چاہیں چڑھا دیں اور جس کو چاہیں
گرا دیں ، میڈیا کی طاقت بش کے ساتھ تھی اور بش الکشن جیت کر فرعونیت کے تخت
پر پھر بیٹھ گیا ہے ۔ اور جیسی امید کی جا رہی تھی کہ اگر بش الکشن جیتا تو عالم اسلام پر پہلے
سے زیادہ مصیبت ٹوٹے گی اور متعدد مسلمان حکومتیں بش کے نشانے پر ہوں گی چنانچہ
توقع کے مطابق بش نے آتے ہی اعلان کر دیا کہ وہ پوری دنیا سے دہشت گردی کو ختم کریگا ۔

اور اس کے نزدیک دہشت گردی کا مفہوم یہ ہے کہ جو حکومت امریکہ کی غلامی کا پٹہ اپنے گردن میں نہ ڈالے وہ دہشت گرد ہے اور دہشت گردوں کو پناہ دینے والی ہے اس لئے امریکی صدر کو حق ہے کہ اس پر بم برسا کر اس کا وجود مٹا دے، ابھی تو الکشن ختم ہوا ہے، ایک مہینہ بھی نہیں گذرا ہے کہ عراق میں بے تحاشا امریکہ بم باری کر رہا ہے. بچے مر رہے ہیں، یتیم ہو رہے ہیں عورتیں بیوہ ہو رہی ہیں اور ان کی لاشیں سڑکوں پر ہیں. بوڑھے بے سہارا ہو رہے ہیں، اور مرنے والے کا جنازہ پڑھنا بھی دشوار ہو رہا ہے بستیاں کی بستیاں تباہ ہو رہی ہیں، مگر امریکہ کے اس ظلم و ستم پر دنیا خاموش ہے، اقوام متحدہ خاموش ہے، مسلم سربراہوں میں ہمت نہیں کہ وہ امریکہ کے خلاف ایک لفظ بولیں، ان کی خاموشی سے بش کا حوصلہ اور بڑھتا ہے، امریکی فوج کی درندگیت میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ اور عراق میں امریکی بموں کی بارش رکنے کا نام نہیں لیتی ۔

امریکہ کے دباؤ میں آکر عرب دنیا میں مدارس اور اسکولوں کا نصاب تبدیل کر دیا گیا ہے، یہودیوں، عیسائیوں سے متعلق احادیث اور آیتیں نصابی کتابوں سے نکالدی گئی ہیں۔ جہاد کے سلسلہ کی ہدایت کو ان کتابوں سے کھرچ دیا گیا ہے، اور اب انوار مدینہ لاہور نے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے حوالہ سے یہ اطلاع دی ہے کہ امریکہ کا ایک خفیہ وفد سعودیہ کا دورہ کر رہا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ سعودیہ قرآن کی اشاعت پر پابندی لگائے اور اگر قرآن کی اشاعت ہو تو اس میں سے یہود، نصاریٰ اور جہاد سے متعلق تمام آیتوں کو نکالدیا جائے۔

امریکہ کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا ہے، اگر یہ بات صحیح ہے، اور صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان کے ایک بہت ذمہ دار آدمی کی بات ہے، تو اب دیکھنا یہ ہے کہ سعودی گورنمنٹ کیا کرتی ہے، جس طرح نصابی کتابوں کے بارے میں اس نے امریکہ کے سامنے اپنی گردن جھکادی ہے اسی طرح اب وہ قرآن کیساتھ بھی یہی معاملہ کرے گی، اور سعودیہ گورنمنٹ میں قرآن کی اشاعت بند ہو جائیگی یا ناقص اشاعت ہوگی۔

اللہ ہماری حالت پر رحم فرمائے، اس وقت عالم اسلام بڑی سخت آزمائش سے گذر رہا ہے، مسلمانوں کے لئے بڑے صبر و ضبط کا موقع ہے اگر ہم نے اجتماعی طریقہ پر اپنی گناہوں سے اور خدا کے ناراض کرنے والے کاموں سے رجوع کرنے کی حکمت عملی نہیں اپنائی اور خدا ہی سے نصرت و اعانت کے خواہاں نہ ہوئے تو پھر ہمارا حشر کیا ہوگا اس کا علم عالم الغیب ہی کو ہے۔

زمزم کے خریداروں سے بار بار گذارش کی گئی ہے کہ وہ سال رواں کا زمزم کا زر اشتراک بھیج دیں، مگر چند کے سوا کسی نے اس پر کان نہیں دھرا، خطوط کے ذریعہ بھی انکو یاد دلایا گیا، مگر اس کا بھی اثر نہیں، جواب تک دینے کی لوگوں نے زحمت گوارا نہیں کی۔ زمزم کے پاس نہ سرمایہ ہے اور نہ چندہ سے چلنے والا ادارہ، زمزم کی گاڑی کس طرح چل رہی ہے اس کو بار بار کیسے بتایا جائے عرض کیا جاچکا ہے کہ زمزم مسلسل مالی بحران میں مبتلا ہے۔ بہت سے شائقین زمزم کے جاری رہنے کا اصرار بھی کرتے ہیں، بہت سے لوگ زمزم کے فوائد بھی گنواتے ہیں، یہ سب اپنی جگہ درست مگر بلا تعاون کے کام کیسے چلے گا، یہ خود زمزم کے قارئین کے سوچنے کی بات ہے، جن لوگوں کے دو دو تین تین سال کے چندے باقی ہیں ان کی تعداد تقریباً دو سو ہے، بار بار یاد دہانی کے بعد بھی جب ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو مجبوراً ان دو سو پتوں پر زمزم بند کر دیا گیا ہے۔ جن حضرات کے نام زمزم نہ پہونچے وہ سمجھ لیں کہ ان کے نام زمزم جانا بند ہے۔

قارئین زمزم سے گذارش ہے کہ زمزم کا نیا خریداری نمبر نوٹ کرلیں اور خط و کتابت اور پیسے بھیجتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں۔

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹ کو اور اس پر عمل کرنے کو اور جہالت کے کام کو نہ چھوڑے اللہ کو ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور پینا چھوڑے ۔ (بخاری)

یہ اصل ہدایت روزہ دار کو ہے، روزہ رکھنا صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی کھانا پینا چھوڑ دے، بلکہ روزہ دار کو جھوٹ بولنے اور جھوٹ بات پر عمل کرنے اور جہالت کے ہر کام سے بچنا ضروری ہے، جبھی روزہ کا فائدہ اور ثواب اسے حاصل ہوگا، روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور جھوٹی بات پر عمل کرنا اور جہالت کا کام کرنا، لڑنا جھگڑنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، فتنہ فساد کی بات کرنا اس سے روزہ کا فائدہ ظاہر نہیں ہوگا، روزہ کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی میں تقویٰ اور نیکی پیدا ہو، اور یہ فائدہ اسی وقت ظاہر ہوگا جب روزہ رکھنے والا گناہ کے کاموں سے بچنے کی پوری کوشش کرے، بندہ جب خود بھی کوشش کرے گا، تو اللہ کی طرف سے بھی اسے کار خیر کی توفیق ہوگی۔ اور قلب کی پاکیزگی اور تقویٰ اسے حاصل ہوگا۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ کے یہاں لوگوں میں سے سب سے برا تم اس کو پاؤ گے جو دنیا میں

کسی کے پاس ایک چہرہ لے کر جاتا تھا اور کسی کے پاس ایک دوسرا چہرہ لے کر جاتا تھا۔

(بخاری)

یعنی جب ایک آدمی کے پاس جاتا تھا تو اس سے اس کے مطلب کی بات کہتا تھا اور جب دوسرے کے پاس جاتا تھا تو اس سے اس کے مطلب کی بات کہتا تھا، ایسے شخص کو ذوالوجہین کہا جاتا ہے، یعنی دو چہروں والا، یہ صفت منافق کی ہوتی ہے کہ اسے حق بات اور صحیح بات اور خیر اور بھلائی کی بات کہنے سے مطلب نہیں ہوتا ہے وہ لوگوں کو دیکھ کر وہ بات کہتا ہے جس سے وہ شخص خوش ہو، خواہ وہ بات حق ہو یا ناحق خیر کی ہو یا شر کی، یہ وہ شخص ہوتا ہے جو لوگوں کے درمیان عداوت اور دشمنی پیدا کرتا ہے، اور لڑائی جھگڑا کا بیج بوتا ہے، یہ شخص قیامت کے روز بدترین شخص ہوگا۔

(۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دوسرے کی تعریف مبالغہ سے کرتے ہوئے سنا، تو آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کو ہلاک کر دیا۔ (بخاری)

کسی کی تعریف اس کے منہ پر کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے، اور تعریف میں مبالغہ کرنا اور حد سے زیادہ بڑھ جانا تو بہت بڑا عیب ہے، اس کا عام طور پر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس کی تعریف ہوتی ہے وہ خود سر متکبر اور تعریف پسند بن جاتا ہے، وہ دوسروں سے بھی اپنی تعریف سننا ہی پسند کرتا ہے، اور اس کی نگاہ اپنے عیوب پر نہیں ہوتی ہے، وہ دوسروں کا نکتہ چیں ہوتا ہے، اسے خود اپنا عیب نظر نہیں آتا ہے۔

جب آدمی میں کسی کی تعریف کے نتیجہ میں یہ اخلاقی بیماریاں پیدا ہو جائیں تو ایک طرح کی یہ اس کی دینی موت ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم روحانی معلم اور معالج تھے۔ آپؐ نے اسی کو فرمایا کہ یہ تم نے اس کی تعریف نہیں کی ہے بلکہ اس کی ہلاکت و بربادی کا تم باعث ہو رہے ہو۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ تعریف میں وہی مبالغہ کرتا ہے جس میں چاپلوسی کا مرض

ہوتا ہے، اور چاپلوس انسان تعریف کرنے والے کے لئے مخلص نہیں ہوتا، اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی کی تعریف کرنا ہی ہے تو اس کی پیٹھ پیچھے تعریف کرو، مگر مبالغہ سے کام لینا یہاں بھی ممنوع ہے۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول کو انھوں نے یہ کہتے سنا کہ امت کے سارے لوگ معاف کر دیئے جائیں گے مگر وہ لوگ نہیں معاف کئے جائیں گے جو گناہوں کا اعلان کئے پھرتے ہیں اور گناہوں کا اعلان یہ ہے کہ رات میں انسان کوئی ناپسندیدہ عمل کرے اور اللہ نے اس کام کو لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ کر رکھا تھا اور یہ شخص صبح ہو تو اعلان کرے کہ میں نے رات فلاں کام کیا تھا۔ (بخاری)

گناہ کرنا یہ خود بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے، اور انتہائی بے شرمی و بے حیائی اور ملعونیت کی بات یہ ہے کہ آدمی گناہ کر کے اس کا اعلان کرتا پھرے، چھپ کر اس نے یا رات کی تاریکی میں کوئی گناہ کا کام کیا، اللہ نے اپنے فضل سے اس کا علم دوسروں کے علم میں آنے نہیں دیا۔ مگر یہ بے حیا شخص اس کا دوسروں کے سامنے اظہار کرتا ہے، کہ میں نے مثلاً رات میں شراب پیا تھا، چوری کی تھی، زنا کیا تھا، جوا کھیلا تھا، تو اللہ کے رسول فرماتے ہیں ایسے بے حیا اور بے شرم کی اللہ کے یہاں کوئی معافی نہیں ہے گناہ کر کے گناہ پر اترانا یہ کفر ہے۔

(۵) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا لایحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاثۃ ایام (بخاری) یعنی کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ بات چیت کرنا چھوڑے۔

اللہ نے تمام کلمہ گو کے درمیان اخوت اور بھائی چارگی کا رشتہ قائم کیا ہے، قرآن میں ہے انما المؤمنون اخوۃ یعنی تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں، اس اخوت کا تقاضا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں میل ملاپ سے رہیں، ایک دوسرے کے کام آئیں غم و خوشی میں ایک دوسرے کے شریک ہوں، ہاں ایسا ہو سکتا ہے اور ایسا ہونا فطری ہے

کہ کبھی کسی سے شکررنجی پیدا ہوجائے، انسان کا حال یکساں نہیں رہتا ہے، نہ قلب و مزاج کی کیفیت ہمیشہ یکساں رہتی ہے کبھی کسی کی کوئی بات یا اس کا کوئی عمل دوسروں کو غصہ میں ڈال دیتا ہے، اور قلب کی حالت بگڑ جاتی ہے، دل رنجیدہ ہوجاتا ہے، اگر کبھی کسی کی وجہ سے آدمی میں یہ تغیر پیدا ہو اور دل اس کی طرف سے برا ہو، تو اولاً تو عفو و درگذر اور صبر وضبط سے کام لینا چاہئے، اگر اس کا تحمل نہیں ہے تو زیادہ سے زیادہ تین دن تک اس سے ترک کلام کرسکتا ہے، اس کے بعد بھی بات چیت بند کئے رہنا حکم شریعت کے خلاف ہے، اور بہتر یہ ہے کہ جس نے بات چیت چھوڑی ہے وہ ہی بات چیت کی ابتدا بھی کرے۔

تین دن تک بات چیت نہ کرنے کا یہ مسئلہ اس کے لئے ہے جس نے کسی سے غصہ میں اور اس سے ناراض ہوکر بات چیت بند کیا ہو، اگر بلا ناراضگی کسی اور وجہ سے تین دن یا اس سے زیادہ بھی بات چیت کرنے کا موقع نہیں ملتا ہے تو اس میں کوئی حرج اور گناہ نہیں ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

ترک رفع یدین کی ایک حدیث کے بارے میں ایک سوال کا جواب

محترم مولانا صاحب ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ سے فون پر سوال کیا تھا اس کی تفصیل حسب ذیل ہے، برائے مہربانی اس کو زمزم میں شائع کریں تاکہ اور لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔

حضرت جابر بن سمرہ کی روایت جس میں رفع یدین کو شریر گھوڑے کی طرح کہہ کر رفع یدین سے منع کیا گیا ہے اور سکون سے نماز پڑھنے کا حکم ہے، اس کو امام مسلم نے اور سارے محدثین نے سلام کے باب میں رکھا ہے، کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حدیث عند الرکوع رفع یدین کی نہیں ہے، غیر مقلدین کا یہ کہنا ہے کہ اگر یہ عندالرکوع رفع یدین کی حدیث ہے تو پھر عیدین اور وتر کی نماز میں بھی رفع یدین نہ کرنا چاہیے۔

اُردو میں لکھنے کی عادت نہیں ہے اسلئے غلطی ہو تو نظر انداز کر دیں۔

والسلام

غفران احمد اندور

زمزم! مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ ایک بات آپ کو کھٹکی اور آپ نے اس کے بارے میں تحقیق ضروری سمجھی، باشعور اور دین کی فکر رکھنے والوں کا یہی انداز ہونا چاہیے آج کل یہ وبا عام ہوگئی ہے کہ غیر مقلدین کی باتوں میں پڑ کر اور بلا تحقیق کئے ہوئے انکی

باتوں کو درست جان کر بہت سے لوگ راہِ حق سے بھٹک رہے ہیں، نوجوانوں اور کم پڑھے لکھے لوگوں کو غیر مقلدین ترجمہ والی بخاری و مسلم دکھا دکھا کر گمراہ کر رہے ہیں، اللہ اس فتنہ سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔

آپ کے اصل سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ عرض کر دوں کہ اگر کسی نے آپ سے یہ کہا ہے کہ جو حدیث آپ نے ذکر کی ہے اس کو امام مسلم نے اور سارے محدثین نے سلام کے باب میں رکھا ہے، تو اس نے جھوٹ کہا ہے، غلط بکا ہے، دھوکا دیا ہے، غیر مقلدین اس معاملہ میں بڑے پرانے کھلاڑی ہیں، جھوٹ بولنا، دھوکا دینا، کم پڑھے لکھوں کو وسوسہ میں ڈالنا ان کا بہت پرانا طریقہ ہے، غیر مقلدیت اسی راہ سے پھیلی ہے اور اب بھی پھیل رہی ہے۔

نسائی شریف میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے باب فی السّلام قائم کیا ہے، اور اس میں اسکنوا فی الصّلوٰۃ والی حدیث ذکر نہیں کی ہے بلکہ یہ حدیث ذکر کی ہے،

عن عبید اللہ وھو ابن القبطیۃ عن جابر بن سمرۃ قال صلیت مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فکنا اذا سلمنا قلنا بایدینا السلام علیکم السلام علیکم قال: فنظر الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما بال لکم تشیرون بایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اذا سلم احدکم فلیلتفت الی صاحبہ ولا یومئ بیدہ۔ (نسائی باب السلام بالیدین)

حضرت عبید اللہ بن قبطیہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو ہم جب سلام پھیرتے تو اپنے ہاتھ ہلا ہلا کر السلام علیکم، السلام علیکم کہتے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا، کیا ہو گیا ہے تم کو کہ تم اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے ہو گویا یہ ہاتھ سرکش گھوڑے کی دم ہیں، جب تم میں سے کوئی سلام کرے تو اپنے بغل والے

کی طرف متوجہ ہو اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

اس حدیث میں غور فرمائیے، آپ کو کہیں اسکنوا فی الصّلوٰۃ (نماز میں سکون اختیار کرو) کا جملہ نظر نہیں آئے گا، اور نہ اس میں رفع یدین کا ذکر نظر آئے گا۔ معلوم ہوا کہ اسکنوا فی الصّلوٰۃ یعنی ترک رفع یدین والی حدیث الگ ہے، اور یہ حدیث الگ ہے۔ اسکنوا فی الصّلوٰۃ والی حدیث میں صحابہ کرام کو آنحضورؐ نے رفع یدین کرتے دیکھا تھا اس سے منع فرمایا، اور اس حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام سلام پھیرتے وقت ہاتھ ہلاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں سلام پھیرتے وقت ہاتھ ہلانے سے منع فرمایا۔

اس باب میں امام نسائی نے اسکنوا فی الصّلوٰۃ والی حدیث ذکر ہی نہیں کی ہے، اس لئے غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ تمام محدثین اس حدیث کو سلام کے بارے میں ذکر کرتے ہیں، حقیقت کے بالکل خلاف ہے اور بالکل جھوٹ بات ہے۔

اب آئیے مسلم شریف کی طرف جس میں اسکنوا فی الصّلوٰۃ والی بھی حدیث ہے اور اصل صورت حال سے واقفیت حاصل کیجئے۔

مسلم شریف میں یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

باب الامر بالسکون فی الصّلوٰۃ والنھی عن الاشارۃ بالید ورفعھا عند السلام واتمام الصفوف الاول والتراص فیھا والامر بالاجتماع۔

یعنی اس باب کے تحت جو حدیثیں ہوں گی ان سے مندرجہ ذیل مسائل کا اثبات کیا جائے گا۔ (۱) نماز میں سکون اختیار کرنا (۲) سلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ کرنے اور ہاتھ اٹھانے سے منع کرنا (۳) پہلی صفوں کو پورا کرنا اور ان کا ملا ہوا ہونا۔ (۴) اور مل جل کر کھڑا ہونا ادھر ادھر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھنا۔

امام مسلم نے اس باب کے تحت جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان سے انھیں مسائل کو

ثابت کرنا ہے اور یہ سارے مسائل کسی ایک حدیث سے ثابت نہیں ہو رہے ہیں بلکہ ان کے لئے الگ الگ حدیثیں ہیں، مثلاً ایک حدیث میں ایک تو یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز میں رفع یدین نہ کرو، سکون اختیار کرو، دوسرا مسئلہ اسی حدیث یہ بیان کیا گیا ہے کہ پہلی صفوں کو پوری کرو، تیسرا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ صفوں کو خوب جما کر کے قائم کرو، چوتھا مسئلہ یہ بیان کیا ہے، بکھر کر کے نہیں اجتماعی شکل میں نماز پڑھنا چاہئے۔

ان تمام مسائل کو امام مسلم نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے جو اس باب کی پہلی حدیث ہے۔

عن تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال مالي اراكم رافعي ايديكم كانها اذناب خيل شمس؟ اسكنوا في الصلوٰة، قال ثم خرج علينا فرآنا حلقا، فقال: مالي اراكم عزين؟ قال ثم خرج علينا فقال: الا تصفون كما تصف الملائكة عند ربها، فقلنا: يا رسول الله كيف تصف الملائكة عند ربها، قال: يتمون الصفوف الاول ويتراصون في الصف۔

حضرت تمیم بن طرفہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے اوپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکلے (اور ہم ہاتھ اٹھا کر نماز پڑھ رہے تھے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ناگواری کے طور پر) فرمایا، مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں تم کو رفع یدین کرنے والا دیکھ رہا ہوں گویا یہ ہاتھ شرکش گھوڑے کی دم ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔

اتنے حصہ کے ترجمہ میں غور کریں، اس حصہ میں رفع یدین کرنے پر ناگواری کا اظہار کرنا ہے، اور نماز میں سکون اختیار کرنے اور ہاتھ نہ اٹھانے والے مسئلہ کو بتلانا ہے،

اب حدیث کے دوسرے حصہ کا ترجمہ دیکھئے، حضرت جابر فرماتے ہیں۔

پھر ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اوپر نکلے تو آپ نے ہم کو دیکھا

کہ ہم مختلف حلقوں میں بٹ کر نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے فرمایا مجھے کیا ہو گیا ہے
کہ میں تم کو بکھرا ہوا الگ الگ حلقوں میں دیکھ رہا ہوں۔

حدیث پاک کے اس حصہ میں آپ نے الگ الگ حلقوں میں بٹ کر نماز پڑھنے پر
ناگواری کا اظہار فرمایا ہے۔ یعنی اجتماعی شکل میں نماز پڑھنے کا مسئلہ بیان ہوا۔

حدیث پاک کا تیسرا حصہ ملاحظہ ہو۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

پھر ایک دفعہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اوپر نکلے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ
اس طرح صف کیوں نہیں بناتے ہو جس طرح ملائکہ کی صفیں ان کے رب کے پاس ہوتی ہیں
ہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ملائکہ اپنے رب کے پاس کس طرح صف بناتے ہیں ؟ تو
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ پہلی صفوں کو پوری کرتے ہیں اور صف میں جم کر کھڑے
ہوتے ہیں۔

حدیث پاک کے اس تیسرے حصہ میں پہلی صفوں کو پورا کرنے اور صفوں میں جم کر
کھڑے ہونے کا مسئلہ بیان ہوا۔

یعنی باب میں جن چار مسئلوں کا ذکر تھا کہ ان کو حدیث سے ثابت کیا جائے گا
اس پہلی حدیث میں ان میں سے تین کا ذکر ہے، سلام کے وقت اشارہ کرنے سے منع کرنے
والا مسئلہ اس حدیث میں ذکر نہیں کیا گیا ہے، اس کے لئے امام مسلم نے دوسری حدیث
ذکر کی ہے، اس دوسری حدیث کے راوی بھی حضرت جابر بن سمرہ ہیں، مگر چونکہ وہ حدیث
دوسری ہے اس لئے اس کی سند اور اس کے الفاظ بھی الگ ہیں، یہ دوسری حدیث اصل
الفاظ کے ساتھ ملاحظہ ہو۔

عبید ابن القبطیة عن جابر بن سمرة، قال: کنا اذا صلینا
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قلنا السلام علیکم ورحمة
اللہ، واشار بیدہ الی الجانبین، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم، علام تومون بایدیکم کانہا اذناب خیل شمس؟ انما یکفیکم

احدكم ان يضع يده على فخذه ثم يسلم على اخيه من على يمينه وشماله۔

عبیداللہ بن قبطیہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے تو ہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے تھے، اور اپنے ہاتھوں سے دونوں جانب دائیں اور بائیں اشارہ کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اپنے ہاتھوں سے کس وجہ سے اشارہ کرتے ہو گویا وہ سرکش گھوڑے کی دم ہیں، بس تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ تم میں کا ہر شخص اپنی ران پر ہاتھ رکھے پھر دائیں بائیں اپنے بھائی کی طرف رخ کرکے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے۔

دیکھئے اس حدیث پاک میں صرف ایک مسئلہ کا ذکر ہے یعنی سلام کے وقت اشارہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور سلام کس طرح سے پھیرا جائے، اس کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ سلام پھیرتے وقت ہاتھ سے اشارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ ران پر ہو اور دائیں بائیں رخ کرکے سلام پھیرا جائے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے ایک دوسری سند سے ان الفاظ کے ساتھ بھی ذکر کیا ہے جس سے مسئلہ اور صاف ہو جاتا ہے، حضرت جابر فرماتے ہیں :

صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فكنا اذا سلمنا قلنا بايدينا السلام عليكم السلام عليكم فنظر الينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : ما شانكم ؟ تشيرون بايديكم كانها اذناب خيل شمس ؟ اذا سلم احدكم فليلتفت الى صاحبه ولا يومي بيده۔

یعنی میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو ہم جب سلام پھیرتے تھے تو اپنا ہاتھ ہلا ہلا کر السلام علیکم کہتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کہا

کیا بات ہے ؟ تم اپنے ہاتھوں سے کیوں اشارہ کر رہے ہو گویا وہ شرکش گھوڑے کی دم ہیں جب تم میں کا کوئی سلام پھیرے تو اپنے بغل والے کی طرف متوجہ ہو اور اپنے ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

یہ حدیث بھی سلام کے وقت صرف اشارہ ہی کو منع کرنے کیلئے امام مسلم نے ذکر کی ہے اس میں کسی دوسرے مسئلہ کا ذکر نہیں ہے۔

آپ دونوں مسئلوں والی حدیثوں کو غور سے پڑھیں یعنی جس میں نماز میں رفع یدین سے منع کرنے اور سکون اختیار کرنے کا حکم مذکور ہے، اس کو غور سے پڑھیں اور بعد والی ان دونوں حدیثوں کو غور سے پڑھیں جن میں صرف سلام کے وقت اشارہ سے منع کیا گیا ہے، آپ کو ان دونوں حدیثوں میں واضح فرق نظر آئے گا، پہلی حدیث میں کئی مسئلوں کا بیان ہے، جب کہ دوسری حدیث میں صرف نماز میں اشارہ کرنے کا ذکر اور اس سے منع کرنے کا بیان ہے، تو پھر دونوں حدیثیں ایک کیسے ہو گئیں ؟ رفع یدین والی پوری حدیث میں سلام کرنے کے وقت اشارہ کرنے کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے تو اس کو سلام کے وقت اشارہ سے منع کرنے والی حدیث قرار دینا آنکھ میں دھول جھونکنا ہے۔ اور حدیثِ رسول کو اپنی خواہش کی بھینٹ چڑھانا ہے، میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس نے دونوں حدیثوں کو ایک قرار دے کر دونوں کا تعلق سلام کے وقت اشارہ کرنے کے مسئلہ سے جوڑا ہے، وہ سخت غلط فہمی کا شکار ہوا ہے، اس نے دونوں حدیثوں کے مضمون میں غور ہی نہیں کیا ہے، یا غور کیا ہے تو اس نے ان دونوں حدیثوں کو سمجھا ہی نہیں ہے، اور اگر سمجھا ہے تو تجاہل برتا ہے یعنی جان بوجھ کر جاہل بنا ہے، اور سخت قسم کی عصبیت کا شکار ہوا ہے اور حق پر پردہ ڈالنے کی ناروا کوشش کی ہے۔

یوں تو غیر مقلدین عدم تقلید کا راگ الاپتے ہیں، ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے ہم مجتہد لوگ ہیں، یہی ان کا نعرہ ہوتا ہے، مگر جب حقیقت کی نگاہ سے ان کو دیکھو تو ان سے بڑا کوئی مقلد نظر بھی نہیں آتا، چونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور بعض دوسرے

محدثین نے ان دونوں حدیثوں کو سلام کے وقت اشارہ کرنے ہی سے جوڑا ہے اس وجہ سے غیر مقلدین نے بھی انھیں کی اتباع وتقلید میں یہی کہنا شروع کر دیا کہ ان دونوں حدیثوں کا تعلق سلام کے وقت اشارہ ہی سے ہے، اس لئے کہ دونوں حدیثوں میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی لفظ کانہا اذناب خیل شمس (گویا وہ شرکش گھوڑے کی دم ہیں) سے منع کیا ہے۔

تحفۃ الاحوذی میں مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے دونوں حدیثوں کو ایک بتلانے میں امام بخاری ہی کا اصل سہارا لیا ہے، اور اپنی عقل کو دعوتِ غور وفکر دینے کی زحمت نہیں دی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث ہیں، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے مسائل میں ان کی تحقیق بہت کمزور ہوتی ہے، اب یہیں دیکھئے کہ دونوں حدیثوں کو اشارہ عندالسلام سے متعلق قرار دینا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نری زبردستی ہے، جب کہ دونوں حدیثوں میں واضح فرق ہے، اور ایک نہیں کئی فرق ہے، آپ ان فرقوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا فرق یہ ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ کی وہ حدیث جس میں رفع یدین سے روکا گیا ہے وہ بہت مفصل اور اس میں ایک ساتھ کئی مسائل کا ذکر ہے، جب کہ اشارہ عندالسلام والی حدیث میں صرف اشارہ عندالسلام کا مسئلہ ہے کسی دوسرے مسئلہ کا ذکر نہیں ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ رکوع سے منع والی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ باہر تشریف لائے تو ایک چیز سے منع کیا دوسری مرتبہ باہر تشریف لائے تو دوسری چیز سے منع کیا، تیسری مرتبہ تشریف لائے تو تیسری چیز کا حکم فرمایا، گویا آنا جانا بار بار کم از کم تین بار ہوا، جب کہ دوسری حدیث میں اس آنے جانے کا کہیں ذکر بھی نہیں ہے، اور یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ کا بار بار آنا ایک ہی دن اور ایک وقت میں ہوا ہو بلکہ غالباً گمان یہ ہے کہ آپ کا یہ آنا جانا اور منع فرمانا الگ الگ دونوں یا الگ وقتوں

میں ہوا تھا جیسا کہ لفظ ۔ ثم ، کا تقاضا ہے، اور یوں بھی عقل میں یہ بات نہیں آتی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ہی دفعہ میں کئی ایسی چیزوں کو جن سے آپ کو منع فرانا ہے، دیکھیں اور اس کے لئے آپ بار بار گھر سے باہر نکلیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان ساری باتوں کو جن سے آپ نے منع فرمایا ہے پہلی ہی مرتبہ میں دیکھتے تو ضرور اسی وقت آپ سب سے منع فرمادیتے اس لئے بلاشبہ اس حدیث پاک میں الگ الگ وقتوں کا ذکر ہے ۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ رفع یدین سے منع کرنے والی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام اپنی الگ الگ نماز حلقہ بنا کر کے پڑھ رہے تھے اور رفع یدین کر رہے تھے، آنحضورؐ کے نماز پڑھانے اور صحابہ کرام کا آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے، جبکہ اشارہ عندالسلام والی حدیث میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھانے اور صحابہ کرام کا آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلی حدیث میں مالی اراکم رافعی ایدیکم ، فرمایا یعنی مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تم کو نماز میں ہاتھ اٹھانے والا دیکھ رہا ہوں ، جب کہ دوسری حدیث میں رفع یدین کا اشارہ تک نہیں ہے ۔

پانچواں فرق یہ ہے کہ رفع یدین کرنے سے آپ نے اسکنوا فی الصلوٰۃ یعنی نماز میں سکون اختیار کرو، یہ کہہ کر روکا، جب کہ دوسری حدیث میں آپ نے یہ فرمایا علام تومون بایدیکم کانہا اذناب شمس یعنی تم لوگ ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کیوں کر رہے ہو گویا وہ سرکش گھوڑے کی دم ہیں ، کبھی آپ نے فرمایا۔ ماشانکم تشیرون بایدکم تمہارا کیا حال ہے تم لوگ ہاتھ سے اشارہ کرتے ہو، یعنی سکون اختیار کرنے کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے ۔

چھٹا فرق یہ ہے کہ اشارہ عندالسلام والی حدیث آپ نے اشارہ کرنے سے منع فرماکر نماز میں سلام پھیرنے کا طریقہ بتلایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھے رہے اور دائیں بائیں بلا ہاتھ ہلائے سلام پھیر دے ، جب کہ رفع یدین والی حدیث

یں اس کا دور دور ذکر تو کیا اشارہ تک نہیں ہے۔

ساتواں فرق یہ ہے کہ رفع یدین سے منع کرنے والی حدیث یں حضرت جابر سے روایت کرنے والے تمیم بن طرفہ ہیں اور ان سے روایت کرنے والے مسیب بن رافع ہیں اور ان سے روایت کرنے والے اعمش ہیں اور اعمش سے روایت کرنے والے ابومعاویہ ہیں اور ابومعاویہ سے روایت کرنے والے دو ہیں، ابوکریب اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور ان دونوں سے اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے، اور اشارہ والی حدیث جو امام مسلم نے ذکر کی ہے اس کو حضرت جابر سے روایت کرنے والے دوسرے صاحب عبیداللہ ابن قبطیہ ہیں اور ان سے روایت کرنے والے مسعر ہیں اور مسعر سے روایت کرنے والے ابن ابی زائدہ ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ابوکریب ہیں اور ان سے روایت کرنے والے امام مسلم ہیں۔

آپ غور فرمائیں کہ ابوکریب کے بعد دونوں حدیثوں کی سند بالکل الگ الگ ہو جاتی ہیں، جب دونوں حدیثوں کی سند الگ الگ ہے اور دونوں کا مضمون الگ الگ ہے تو دونوں حدیثوں کو ایک قرار دینا کس قدر زبردستی کی بات ہے۔ دونوں حدیثوں میں ان واضح اختلافات اور فرق کے باوجود محض امام بخاری یا کسی اور محدث کی تقلید میں ایک قرار دینا کیا دیانت اور انصاف کی بات ہوگی۔ اور جس کے سامنے دونوں حدیثیں اپنے متن اور سند کے ساتھ ہوں گی اس کو تسلیم کرلے گا؟۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو ایک بہت ہی عجیب بات ان دونوں حدیثوں کے سلسلہ میں فرما گئے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ رفع یدین کا ذکر جس حدیث میں ہے اس کا تعلق تشہد کی حالت میں ایک دوسرے کو سلام کرنے سے ہے۔ چنانچہ اسکنوا فی الصلوٰۃ والی حدیث کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں۔

فانما کان ھذا فی التشھد لا فی القیام کان یسلم بعضھم علی بعض فنھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن رفع الایدی

فی التشہد ۔ (جزء رفع یدین)

یعنی نماز میں سکون کا حکم جس حدیث میں ہے وہ تشہد کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے، حالتِ قیام سے اس کا تعلق نہیں ہے، صحابہ کرام تشہد کی حالت میں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تشہد میں ہاتھ اٹھانے سے منع فرما دیا ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات میں کتنا وزن ہے اس کا فیصلہ ہر وہ شخص کر سکتا ہے جس کے سامنے دونوں حدیثیں ہوں، رفع یدین سے منع کرنے والی بھی اور سلام پھیرتے وقت اشارہ کرنے والی بھی، رفع یدین سے منع کرنے والی حدیث امام مسلم کی کتاب سے میں نے شروع مضمون میں پوری نقل کی ہے، آپ اس میں غور فرمائیں امام بخاری نے جو یہ فرمایا ہے کہ اس کا تعلق تشہد میں ایک دوسرے سے سلام کرنے سے ہے اس کی کسی طرح بھی گنجائش اس حدیث سے نکلتی ہے ؟

اگر امام بخاری کی یہ بات کسی درجہ میں مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی حالت میں ایک دوسرے کو سلام کرنے کی اجازت دی ہے، سلام کرتے وقت صرف ہاتھ اٹھانے سے منع کیا ہے، یعنی حالتِ تشہد جو نماز کی حالت ہے اس میں ایک دوسرے کو سلام کرنا جائز ہے، صرف ہاتھ اٹھانا منع ہے، تو اب غیر مقلدین کو چاہئے کہ امام بخاری کے فتویٰ پر عمل کریں اور حالتِ تشہد میں ایک دوسرے کو سلام کیا کریں، البتہ ہاتھ اٹھا کر سلام نہ کریں ۔

امام بخاری نے اس حدیث کا یہ جو مطلب بیان کیا ہے، یہ ان کے ذہن کی ایجاد ہے حدیث پاک کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے، نہ کسی محدث نے یہ مطلب سمجھا ہے ۔

اشارہ عند السلام والی حدیث کا بھی امام بخاری نے یہی مطلب سمجھا ہے کہ حالتِ تشہد میں سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے سے روکا گیا ہے، یعنی صحابہ کرام ایک دوسرے کو تشہد میں ہاتھ اٹھا کر سلام کیا کرتے تھے تو آنحضورؐ نے ایک دوسرے کو سلام کرنے سے تو منع نہیں کیا البتہ ہاتھ اٹھانے سے منع کر دیا۔ اس دوسری حدیث کو امام بخاری نے پہلی حدیث کی شرح قرار دیا ہے ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود دونوں حدیثوں کے مفہوم سے ناآشنا ہیں، پہلی حدیث کا تعلق نماز میں رفع یدین ہی سے روکنے سے ہے اور دوسری کا تعلق سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھاکر السلام علیکم کہنے سے ہے۔ تشہد کی حالت میں ایک دوسرے کو سلام کرنے کا اس حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے، یہ امام بخاری کا غلط اجتہاد ہے اور دونوں حدیثوں کے اصل مفہوم سے ناواقفیت کی بات ہے، اس وجہ سے امام بخاری سے پہلے جن لوگوں نے دونوں حدیثوں کو الگ الگ سمجھا ہے اور ہر ایک کا مفہوم دوسرے سے الگ سمجھا ہے انھیں کی بات درست ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو امام بخاری کے استاذوں کے استاذ ہوں گے ان کے مقابلہ میں امام بخاری کی بات نہیں سنی جائے گی۔

رہا یہ سوال کہ پھر وتر میں اور تکبیرات عیدین میں کیوں ہاتھ اٹھایا جاتا ہے، یہاں بھی اسکنوا فی الصلوٰۃ پر عمل کرتے ہوئے ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے، یہ بات بھی امام بخاری ہی کی پیدا کردہ ہے اور انھیں سے غیر مقلدین اخذ کرکے یہ سوال کیا کرتے ہیں، حالانکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اعتراض بالکل بودا ہے، معلوم نہیں امام بخاری کے ذہن میں یہ اعتراض کیسے پیدا ہوا اس لئے کہ وتر اور عیدین کی نماز اسی طرح سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تا زندگی پڑھی تھی اور یہی وجہ ہے کہ اس بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، موافق و مخالف سب ہاتھ اٹھاکر ہی وتر بھی پڑھتے ہیں اور عیدین کی نماز بھی ادا کرتے ہیں جب کہ نماز میں رفع یدین کا مسئلہ اختلافی ہے، کسی کے یہاں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا ہے، خواہ قیام کی حالت ہو خواہ رکوع کی یا رکوع سے اٹھنے کی یا سجدہ کی یا سجدہ سے اٹھنے کی یا دو رکعت پر اٹھنے کی ان تمام جگہوں پر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا ہے، کسی کے یہاں صرف چار جگہ رفع یدین کرنا ہے، جیسا کہ آج کل عام غیر مقلدین کا اسی پر عمل ہے، کسی کے یہاں صرف تین جگہ رفع یدین کرنا ہے جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے، کسی کے یہاں صرف نماز کے شروع ہی میں رفع یدین کرنا ہے جیسا کہ امام مالک اور احناف کا مذہب ہے۔ تو پنج وقتہ نماز میں رفع یدین کا مسئلہ تو اختلافی ہے۔ اس لئے اس مسئلہ میں ہر ایک اپنے

اپنے دلائل پیش کرے گا اور دیکھا جائے گا کہ کس کے دلائل قوی ہیں، اور کس کے کون کون سے دلائل ہیں، چنانچہ احناف نے پنج وقتہ نماز میں رفع یدین نہ کرنے کی ایک دلیل حضرت جابر بن سمرہ والی حدیث کو بھی بنایا ہے، اور یہ اتنی قوی اور صحیح دلیل ہے کہ امام بخاری جیسا محدث بھی اس دلیل کے سامنے بے بس اور عاجز ہے، اور بے جان اعتراض کر کے اس دلیل کو مشکوک بنانا چاہتا ہے۔

امام بخاری کا یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ جب نماز میں سکون کا حکم ہے تو رکوع اور سجدہ کیوں کیا جائے، نماز میں اٹھنا بیٹھنا کیوں ہو، ظاہر ہے یہ اعتراض غلط ہے ہمیں نماز اسی طرح پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور سب اسی طرح رکوع اور سجدہ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اس وجہ سے یہ رکوع اور سجدہ اسکنوا فی الصلوٰۃ کے خلاف نہ ہوگا، اسی طرح وتر اور عیدین کی نماز جس طرح شریعت میں مشروع ہے اسی طرح پڑھی جائے گی وہ اسکنوا فی الصلوٰۃ کے خلاف نہ ہوگی نہ اس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے نہ اس پر ناگواری کا اظہار کیا ہے۔ جب کہ نماز میں رفع یدین کا مسئلہ کافی اختلافی ہے۔ حتیٰ کہ مالکیہ کی بعض کتابوں میں رفع یدین کرنے کو مکروہ کہا گیا ہے۔ اور امام مالک کا مشہور مذہب یہی ہے کہ ابتداء صلوٰۃ کے علاوہ دوسری جگہوں پر رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں امام مالک کے زمانہ میں جو نماز پڑھی جاتی تھی وہ بلا رفع یدین کے تھی۔ اور ظاہر ہے کہ امام مالک کے زمانہ میں تابعین تھے جنھوں نے صحابہ کرام سے نماز سیکھی تھی، معلوم ہوا کہ عام صحابہ کرام کا مذہب رفع یدین کرنا نہیں تھا اور اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ رفع یدین والی حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں ۔ وبھذا یقول بعض اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی رفع یدین پر عمل کرنے والے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض ہی لوگ تھے، لفظ بعض لا کر امام ترمذی نے مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا کہ رفع یدین کرنا صحابہ میں سے کچھ ہی لوگوں کا مذہب تھا، عام طور پر صحابہ کرام رفع یدین نہیں کرتے تھے۔(1)

---

(1) حاشیہ اگلے صفحہ پر:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی رفع یدین کرنے والے صرف سترہ صحابہ کرام کا پتہ چل سکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی، اتنی بڑی تعداد میں سے صرف سترہ کا امام بخاری پتہ لگا سکے جو رفع یدین کرتے تھے۔

اب تک کی ہماری ان گذارشات سے جو آپ کے اصل سوال کے متعلق تھی یہ بات آشکارا ہوگئی کہ مسلم شریف میں جو دونوں حدیثیں ہیں وہ دونوں الگ ہیں، ایک کا تعلق رفع یدین سے روکنے سے ہے اور دوسرے کا تعلق نماز سے سلام پھیرتے وقت اشارہ کرنے سے منع کرنے سے ہے، جو لوگ دونوں کو ایک حدیث قرار دیتے ہیں انکی سوچ غلط ہے، دونوں حدیثوں کا مضمون اور اس کے علاوہ جو اور فرق ہیں اس کی تائید نہیں کرتے۔

اگر اب بھی کوئی غیر مقلد نہ مانے تو آپ اس سے کہیں کہ دونوں حدیثوں کے مضمون کو سامنے رکھ کر اور انکی سندوں کو سامنے رکھ کر وہ دونوں حدیثوں کو ایک ثابت کرکے دکھلائے نیز اگر دونوں حدیثیں ایک ہی ہیں جیسا کہ امام بخاری کا بھی خیال ہے تو امام بخاری کی تشریح کے مطابق صحابہ کرام تشہد میں ہاتھ اٹھا کر ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ ان کو تشہد میں سلام کرنے سے نہیں روکا گیا صرف ہاتھ اٹھانے سے روکا گیا ہے، اب غیر مقلدین حالتِ تشہد میں بلا ہاتھ اٹھائے ایک دوسرے کو سلام کرنے کی سنت کو جاری کریں۔

خدا کرے ہماری یہ تحریر آپ کیلئے اور زمزم کے دوسرے قارئین کیلئے باعث تسلّی ہو۔

والسّلام

محمد ابوبکر غازی پوری

---

(۱) اور جب عام طور پر صحابہ کرام رفع یدین نہیں کرتے تھے تو کیوں نہیں کرتے تھے، ان کے رفع یدین نہ کرنے کی کوئی وجہ ہوگی اور وجہ وہی ہے کہ آنحضورؐ کا یہ حکم ہو چکا تھا کہ اسکنوا فی الصلوٰۃ نماز میں سکون اختیار کرو، مالی اراکم رافعی ایدیکم کیا ہوگیا ہے کہ میں تم کو رفع یدین کرتا ہوا دیکھتا ہوں۔ اس جملہ میں رفع یدین کرنے پر ناگواری کا اظہار ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

کیا مرد اور عورت کی نماز یکساں ہے؟

مکرمی حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خدا کرے عافیت سے ہوں

زمزم کا مطالعہ مستقل چل رہا ہے اور غیر مقلدوں کے بارے میں معلومات میں اضافہ ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے (آمین) گذارش یہ ہے کہ ہمارے یہاں غیر مقلدین بہت زور وشور سے حدیث کا نام لے کر ناواقف عوام کو بہکا رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے اور دلیل دیتے ہیں صلوا کما رأیتمونی اصلی کیا یہ صحیح ہے؟ براہ کرم حدیث رسول کی روشنی میں مرد اور عورت کی نماز کے بارے میں جو تحقیقی بات ہو اس سے ضرور آگاہ کریں۔

والسلام

محمد اسرتاج ٹکرا بارہ بنکی

زمزم!

غیر مقلدین کی باتوں کو بہت سنجیدگی سے لینے کی ضرورت نہیں ہے، یہ وہ طبقہ ہے جس نے دین وشریعت کو تماشا بنا رکھا ہے، اللہ نے اس کو حق بات کہنے اور حق بات سننے

کی توفیق سے محروم کر رکھا ہے، عوام اور ناواقف لوگوں کو دین کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا کرنا اس طبقہ کا پسندیدہ مشغلہ ہے، ان کے جاہل بھی عالم بنے نظر آتے ہیں اور وہ چار حدیث رٹ کر عوام کو بہکانے کا فریضہ انجام دیتے ہیں، آنحضورؐ کے کھانے کا طریقہ کیا تھا، پہننے کا طریقہ کیا تھا، سونے کا طریقہ کیا تھا، مسجد میں جانے اور مسجد سے نکلنے کا طریقہ کیا تھا، آپ کونسی دعائیں کب کب پڑھا کرتے تھے، نمازوں میں آپ عام طور پر اور معمولاً کن کن سورتوں کی تلاوت کرتے تھے، ان سب چیزوں کی حدیثیں نہ غیر مقلدوں کو یاد رہتی ہیں اور نہ ان کو شوق رہتا ہے کہ عوام کو ان امور میں بھی سنت طریقہ سے واقف کرائیں، یہ بریلویوں کی طرح سے دو چار مسئلے طوطا کی طرح رٹے رہتے ہیں اور عوام کو ان مسئلوں سے متعلق احادیث سنا کر گمراہ کرتے ہیں، ان کی گمراہی یہ ہے کہ یہ حدیثوں کو بددینی کی راہ پر لگانے کا ذریعہ بناتے ہیں، نہ خود یہ احادیث کے صحیح مفہوم سے واقف ہوتے ہیں اور نہ عوام کو واقف کراتے ہیں بلکہ اکابر و اسلاف کی راہ سے الگ راہ پر چلنا ہی ان کے نزدیک دین و شریعت ہے اور یہی ان کی اہلحدیثیت اور سلفیت ہے۔

"صلوا کما رأیتمونی اصلی" والی حدیث آج ہی آسمان سے نہیں ٹپک گئی ہے، اس حدیث سے آج کے غیر مقلدین سے زیادہ ہمارے اکابر و اسلاف، ائمہ فقہ وحدیث واقف تھے، مگر کسی محدث اور کسی فقیہ نے اس کا وہ مطلب نہیں سمجھا ہے جو مطلب آج کے غیر مقلدین نے سمجھا ہے اور اسی خود تراشیدہ مطلب کی روشنی میں عورتوں اور مردوں کی نماز کو ایک بنانے کا کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث وفقہ کی گود میں پلے ہیں ان کے سامنے بھی صلوا کما رأیتمونی والی حدیث تھی مگر ان کی سنئے وہ عورتوں کی نماز کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

امام شافعی اپنی مشہور کتاب "کتاب الام" میں فرماتے ہیں

وقال الشافعی وقد ادب اللّٰہ　　　　امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

تعالیٰ النساء بالاستتار وادبھن بذلك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واحب للمرأۃ فی السجود ان تضم بعضھا الی بعض وتلصق بطنھا وفخذیھا وتسجد کاستر مایکون لھا وھکذا احب لھا فی الرکوع والجلوس وجمیع الصلوٰۃ ان تکون استر مایکون لھا واحب ان تکفت جلبابھا وتجافیہ راکعۃ وساجدۃ علیھا لئلا تصفھا ثیابھا

(ص ۱۰۰ ج ۱)

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چھپ کر رہنے کا ادب سکھلایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عورتوں کو یہی سکھلایا ہے، اور میں عورتوں کے لئے حالت سجدہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ اپنے بدن کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے ملائے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکالے اور اس طرح سجدہ جو اس کیلئے زیادہ چھپانے والا ہو اور اسی طرح میں عورت کے لئے رکوع جلسہ اور پوری نماز میں یہی پسند کرتا ہوں کہ عورت اس ہیئت پر رہے جو اس کیلئے سب سے زیادہ ساتر ہو، اور میں پسند کرتا ہوں کہ عورت رکوع سجدہ میں اپنی چادر کشادہ رکھے تاکہ کپڑوں سے اس کے بدن کے خدوخال نمایاں نہ ہوں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام میں آپ غور فرمائیں، ان کے سامنے بھی وہ حدیث تھی جس کو غیر مقلدین پیش کرتے ہیں، اور عورتوں اور مردوں کی نماز کو ایک بتلانے کے لئے اس کو ہتھیار بنائے ہوئے ہیں، مگر اس کے باوجود حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عورتوں کی نماز کا طریقہ وہ بتلا رہے ہیں جو ان کے لئے زیادہ سے زیادہ ساتر ہو اور جس سے ان کے اعضاء نمایاں نہ ہوں، کیا مردوں کی نماز کا بھی یہی طریقہ ہے؟ ابوداؤد میں ہے:

عن ابی اسحٰق قال وصف لنا البراء بن عازب السجود فوضع یدیہ بالارض ورفع عجیزتہ وقال

یعنی ابو اسحٰق سے روایت ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ہمارے لئے سجدہ کرنے کا طریقہ سجدہ کرکے بتلایا، انھوں نے

هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل۔ — دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور اپنا پچھلا حصہ بلند کیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں اپنا پچھلا حصہ اٹھا کر کے سجدہ کرتے تھے، مگر کسی محدث، کسی فقیہ، کسی صحابی، کسی صحابیہ کا یہ مسلک نہیں ہے کہ عورت اپنا سرین سجدہ میں اٹھا کر سجدہ کرے گی، غیر مقلدین ہی ہیں کہ وہ اپنی عورتوں کا سرین (چوتڑ) اٹھا کر سجدہ کراتے ہیں اور اس طرح وہ عامل بالحدیث بنتے ہیں۔ میں پوری دنیائے غیر مقلدیت کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ کسی ایک محدث ایک فقیہ، ایک صحابی ایک صحابیہ کا قول پیش کرے کہ عورت نماز میں اپنا سرین اٹھا کر سجدہ کرے گی۔ شاید غیر مقلدوں کو ابن حزم کا کوئی قول مل جائے مگر کسی صحابی یا صحابیہ کا قول ہرگز نہیں ملے گا جن کے گھر کی عورتیں آنحضورؐ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر نماز پڑھا کرتی تھیں۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت رکوع اور سجدہ میں اور تمام نماز میں سمٹ کر اور سکڑ کر رہے گی، رکوع کرے گی تو سکڑ کر، سجدہ کرے گی تو سکڑ کر یعنی بدن کے بعض حصہ کو بعض سے ملا کر، کیا آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز اسی طرح کی تھی؟

نسائی شریف میں حضرت عقبہ بن عمرو کی روایت ہے، انھوں نے بھی لوگوں سے کہا کہ کیا میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھلاؤں، لوگوں نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ کی نماز پڑھ کر دکھلائیے تو انھوں نے جو نماز پڑھی وہ یہ تھی کہ رکوع میں فجافی ابطیہ یعنی جب رکوع کیا تو بغل کو خوب کھلا رکھا، اور سجدہ میں فجافی ابطیہ یعنی جب سجدہ کیا تو سجدہ میں بھی بغل کو خوب کھلا رکھا۔

اب میں دنیائے غیر مقلدیت سے سوال کرتا ہوں کہ وہ کسی صحابی کا قول یا کسی صحابیہ کا عمل یا قول کسی حدیث کی کتاب سے پیش کرے جس سے معلوم ہو کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں عورتیں رکوع اور سجدہ میں بغل کا حصہ کھول کرکے نماز پڑھا کرتی تھیں یا ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کا

قول پیش کرے کہ اس کا یہ مذہب معلوم ہو کہ عورتیں رکوع اور سجدہ میں بغل کا حصہ کھول کر نماز پڑھیں گی، یا کسی محدث کا قول پیش کرے کہ عورتوں کی نماز کا یہی طریقہ ہے جو نسائی کی حدیث میں مذکور ہے، کیا کسی صحابی یا صحابیہ، کسی فقیہ، محدث کو صلوا کما رأیتمونی والی حدیث کا علم نہیں تھا۔ یہ حدیث آج کے غیر مقلدین ہی کے لئے نیا انکشاف ہے، کہ اسکو لے کر فتنہ برپا کر رہے ہیں۔

نسائی ہی میں حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے انھوں نے بھی لوگوں کے سامنے آنحضور کی نماز کا نقشہ نماز پڑھ کرکے پیش کیا ہے۔ رکوع کی حالت کے بیان میں ہے۔
وجافی بمرفقیہ کہ جب رکوع میں وہ گئے تو اپنی کہنیوں کو اپنے بدن سے دور کر کے رکھا۔
اب غیر مقلدین کسی امام، کسی فقیہ، کسی محدث، کسی صحابی، کسی صحابیہ کا کوئی ایک قول نقل کریں جس سے یہ معلوم ہو کہ عورت اسی طرح کہنیوں کو اپنے بدن سے دور رکھے گی۔
امام شافعی کا بیان آپ نے پڑھ لیا کہ رکوع اور سجدہ میں عورت سمٹ سمٹ کر نماز پڑھے گی، امام شافعی کے اس مذہب کو غیر مقلدین اپنے زور بازوے دلائل کی روشنی میں غلط ثابت کر کے دکھلائیں، پھر امام شافعی اکیلے کیوں غیر مقلدین کو بڑے سخت سخت مراحل سے گذرنا پڑے گا، امام اہل سنت حضرت امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے کہ عورت کی نماز مرد سے الگ ہے۔ مغنی ابن قدامہ حنبلی مذہب کی بڑی مشہور کتاب ہے۔ اس میں ہے کہ:

ان المرأة تجمع نفسها فی الرکوع	یعنی عورت جب نماز پڑھے گی تو رکوع
والسجود وتجلس متربعة او تسدل	اور سجدہ میں اپنے آپ کو سمیٹے رہے گی اور
رجلیها فتجعل فی جانب یمینها۔	چار زانو بیٹھے گی یا داہنی طرف اپنا دونوں پاؤں نکال کر بیٹھے گی۔

• امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ السدل اعجب الی یعنی مجھے عورتوں کا دونوں پاؤں داہنے جانب نکال کر نماز پڑھنا زیادہ پسند ہے۔
آپ غیر مقلدین سے پوچھیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل کو صلوا کما رأیتمونی

والی حدیث معلوم تھی یا نہیں ؟ اگر معلوم تھی اور یقیناً معلوم تھی تو پھر انھوں نے عورت کی نماز کا طریقہ مردوں سے الگ کیوں بیان کیا، کیا کسی غیر مقلدین جرأت ہے کہ وہ امام احمد بن حنبل سے بڑا اپنے کو حدیث کا واقف کار اور حدیث پر عمل کرنیوالا کہے۔ ؟

خیر امام شافعی اور امام احمد بن حنبل تو ذرا متأخر ہیں لطف تو یہ ہے کہ امام دار الہجرۃ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے، ——

مالکی مذہب کی مشہور

کتاب اقرب المسالک الی مذہب الامام مالک ہے اس میں ہے کہ مرد کو حالتِ سجدہ میں اپنے کورانوں سے الگ رکھنا مطلوب ہے اسی طرح کہنیوں گھٹنوں بازوں اور پہلو کو ایک دوسرے سے جدا رکھنا مطلوب ہے۔ پھر فرماتے ہیں: واما المرأۃ فتکون منضمۃ فی جمیع احوالھا۔ یعنی لیکن عورت اپنے تمام احوال میں سمٹ کر کے نماز پڑھے گی۔ لگادیں غیر مقلدین امام مالک اور تمام مالکیہ پر فتویٰ کہ انھوں نے عورتوں کے لئے نماز کا طریقہ غلط بتاکر صلّوا والی حدیث کی مخالفت کی ہے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ غیر مقلدین کس کس پر فتویٰ لگائیں گے ذرا اپنا گھر بھی جھانک کر دیکھیں، خود ان کے علماء کیا لکھتے ہیں، مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں حیدرآبادی اپنی مشہور کتاب نزل الابرار من فقہ النبی المختار میں لکھتے ہیں:

> ۔عورت بھی مرد کی طرح تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرے گی اور عورت کی نماز مرد کی طرح ہے تمام ارکان وآداب میں، البتہ عورت تحریمہ کے وقت اپنا ہاتھ اپنی چھاتی تک اٹھائے گی اور سجدہ میں مرد کی طرح پیٹ کو زمین سے اونچا نہیں رکھے گی بلکہ پست رکھے گی اور اپنے پیٹ کو دونوں رانوں سے چپکالے گی۔ (نزل الابرار ص ۸۵ ج ۱)

اور جو بات نواب صاحب فرماتے ہیں وہی بات غیر مقلدین کے رسالہ تعلیم الصلوٰۃ میں بھی ہے، یہ رسالہ غیر مقلدین کے نمائندہ اجتماع کا منظور شدہ ہے۔ اور خاص طور پر بچے اور

بچیوں کے لئے تعلیم الاسلام کے طور پر اسے تحریر کیا گیا ہے۔

کیا آج کے یہ سلفی غیر مقلدین اپنے اکابر کو بھی جاہل اور خلافِ سنت عمل کرنے والا اور حدیث کا مخالف کہیں گے؟ ہے کسی غیر مقلد سلفی میں دم خم جو کہے کہ ہمارے اکابر صلّوا کما رأیتمونی اصلّی والی حدیث سے لاعلم تھے یا انھوں نے اس حدیث کے خلاف عورت کی نماز کا طریقہ اس رسالہ میں تحریر کیا ہے؟

عورت اور مرد کی نماز کا طریقہ بالکل ایک ہی جیسا ہے یہ بات وہی کہے گا جس کے دماغ میں گو واکی جگہ بھس ہوگا۔ اس لئے کہ سب کو معلوم ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازار مبارک نصف ساق (آدھی پنڈلی) تک رہا کرتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ٹخنہ کے نیچے ازار لٹکا کر نماز نہیں پڑھی اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کیلئے ٹخنوں سے نیچے ازار کرنا حرام ہے، تو کیا غیر مقلدین اب اپنی عورتوں کو بھی اسی کی تعلیم دیں گے، اور صلوا کما رأیتمونی اصلّی والی حدیث سنا کر اپنی عورتوں کو پنڈلی سے اوپر پیجامہ اور ساڑی پہنا کر نماز پڑھوائیں گے؟ ذرا غیر مقلدین بتلائیں کہ ان کی عورتیں کس طرح نماز پڑھتی ہیں، کیا ان کا کپڑا نماز میں نصف ساق (آدھی پنڈلی) تک ہوا کرتا ہے اگر نہیں تو صلّوا کما رأیتمونی اصلّی والی حدیث کے خلاف مستقل ان کے گھر میں عمل ہو رہا ہے اور یہ احمق دوسروں کو صلّوا والی حدیث پر عمل کرانے کیلئے زور باندھے ہوئے ہیں، ان کے گھر میں ان کی عورتیں کس طرح نماز پڑھتی ہیں اس کی ان کو فکر نہیں دوسروں کی فکر ہے۔

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حج کے موقع پر کھلے سر نماز پڑھا کرتے تھے، اب غیر مقلدین اپنی عورتوں کو صلّوا والی حدیث سنا کر حج میں کھلے سر نماز پڑھائیں تو ہم جانیں کہ صلوا کما رأیتمونی والی حدیث پر ان کا عمل ہے؟

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک چادر میں بھی نماز پڑھی ہے، کیا غیر مقلدین اپنی عورتوں کو بھی صرف ایک چادر میں نماز پڑھنے کو جائز رکھیں گے؟

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک چادر میں کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے اس کو بھی معلوم کر لیجئے۔ بخاری شریف اور حدیث کی دوسری کتابوں میں ہے۔ واضعا طرفیہ علی عاتقیہ ، یعنی چادر کا ایک کنارا آپ کے ایک شانہ پر ہوتا اور دوسرا کنارا دوسرے کاندھے پر ہوتا تھا، اب غیر مقلدین اپنی عورتوں کو مسجد اور گھر میں اسی طرح چادر کاندھے پر ڈلوا کر نماز پڑھائیں کہ صلوا والی حدیث پران کا عمل معلوم ہو، اہل حدیث نام رکھ کر یہ غیر مقلدین بلبل بنے پھرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ انکو احادیث کے معنی اور مفہوم کی ہوا بھی نہیں لگی ہوئی ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نماز سے سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے تھے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند آواز سے تکبیر کہنے سے معلوم کیا کرتا تھا۔

اب غیر مقلدین اپنی عورتوں کو مسجدوں میں لیجا کر نماز ختم ہونے پر بلند آواز سے ذکر کرنے کی تعلیم فرمائیں۔ اور پھر یہ بھی بتلائیں کہ کس صحابی اور صحابیہ یا کس فقیہ اور کس محدث کا یہ فتویٰ ہے کہ عورتیں نماز ختم ہونے پر بلند آواز سے ذکر کریں گی، اور اگر کسی کا یہ مذہب معلوم نہ ہو تو بتلائیں کہ صلوا کما رأیتمونی پران کا عمل کیوں نہیں ہوا، کیا یہ سارے صحابہ اور ساری صحابیات اور یہ سارے مجتہدین اور فقہاء اور یہ سارے محدثین اور ائمہ حدیث اس حدیث پاک کی مخالفت کرتے تھے ؟۔

غیر مقلدین کا کام صرف فتنہ فساد پھیلانا اور سادہ لوح عوام کو اکابر اور اسلاف سے بدگمان کرنا ہے، آج ان کا طفل مکتب بھی بخاری شریف ہاتھ میں لئے پھرتا ہے، اور اسلاف واکابر کے منہ آتا ہے، غیر مقلدیت آج کا عظیم فتنہ ہے، اللہ اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

صلوا کما رأیتمونی والی حدیث بلاشبہ صحیح ہے، مگر اس میں اصل خطاب مردوں کو ہے۔ (۱)

---

(۱) حاشیہ اگلے صفحہ پر

عورت بھی اس میں ضمناً شامل ہیں مگر بہت سے احکام میں وہ مردوں سے الگ ہیں، نماز پڑھنے کا بعینہٖ مردوں والا طریقہ ان کا نہیں ہے اور اس کی صراحت احادیث میں ہے، فقہائے کرام کی نگاہ ان تمام احادیث پر تھی اس وجہ سے ہر فقیہ امام نے عورتوں کے نماز کا طریقہ بعینہٖ مردوں والا نہیں بیان کیا ہے بلکہ جن جگہوں پر عورتوں کا حکم الگ تھا اس کو الگ بیان کیا ہے مثلاً ایک حدیث پاک میں ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کہیں جا رہے تھے کہ دیکھا کہ دو عورتیں نماز پڑھ رہی ہیں تو آپ نے ان سے کہا کہ جب تم سجدہ کرو تو بدن کا ایک حصہ دوسرے حصہ سے ملا لیا کرو۔ (بیہقی) مردوں کو بدن کھول کر پڑھنے کا حکم ہے مگر عورتوں کا حکم اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم یہ بتلا رہے ہیں کہ وہ سمٹ کر نماز پڑھے۔ معجم طبرانی کی روایت میں ہے۔ حضرت وائل بن حجر کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو تو اپنا ہاتھ اپنے کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنا ہاتھ اپنے پستان تک اٹھائے گی۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اذا سجدت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذيها۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر اور اپنی دونوں رانوں کو ملا کر سجدہ کرے۔

کنز العمال میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی ران سے چپکا لے اس طرح کہ زیادہ سے زیادہ پردہ ہو۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے عورت کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کس طرح نماز پڑھے گی تو آپ نے فرمایا تجتمع وتحتفز

صفحہ گزشتہ کا حاشیہ

اس وجہ سے اس حدیث میں جو صیغہ استعمال ہوا ہے، وہ مذکر کا ہے، مؤنث کا نہیں ہے مذکر کا صیغہ استعمال کرنا ہی یہ دلیل ہے کہ اس حدیث پاک کے اصل مخاطب مرد ہیں عورتیں نہیں ہیں۔

یعنی وہ اپنے کو جما کر اور خوب سمٹ کر نماز پڑھے ۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے سوال کیا گیا کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں کس طرح نماز پڑھا کرتی تھیں ، تو آپ نے فرمایا پہلے چہار زانو ہو کر پڑھا کرتی تھیں پھر ان کو حکم ہوا کہ خوب سمٹ کر نماز پڑھیں ۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ اگر امام بھول جائے تو مرد تو سبحان اللہ کہیں گے مگر عورتیں ہاتھ پر ہاتھ ماریں گی ۔

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ لا تقبل صلوٰۃ الحائض الا بخمار یعنی عورت کی نماز بلا سر ڈھکے درست نہیں ہے ، مگر مردوں کا یہ حکم نہیں ہے ، اگر مرد کھلے سر نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز درست ہے ، غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب اسکی شرح میں لکھتے ہیں ۔ والحدیث یستدل بہ علی وجوب ستر المرأۃ راسھا حال الصلوٰۃ (تحفہ ص ۱۰۶ ج ۱) یعنی یہ حدیث دلیل ہے کہ عورت کا نماز کی حالت میں سر چھپانا واجب ہے ۔ اب غیر مقلدین بتلائیں کہ کیا مرد کیلئے سر چھپانا واجب ہے ؟ اگر نہیں تو پھر عورت اور مرد کی نماز میں فرق ہوا یا نہیں ؟ ۔

مرد کیلئے ٹخنوں سے نیچے کپڑا پہننا حرام ہے ، اگر اس نے ٹخنہ کے نیچے کپڑا پہن کر نماز پڑھی تو اس کی نماز مکروہ ہوگی مگر عورت کے لئے ٹخنہ چھپانا اور پاؤں کے اوپر کا حصہ چھپانا نماز میں واجب ہے ، ابوداؤد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ انھوں نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر عورت قمیص اور اوڑھنی میں نماز پڑھے تو اس کی نماز درست ہو جائیگی ؟ تو آپ نے فرمایا ۔ اذا کان الدراع سابغا یغطی ظھور قدمیھا یعنی نماز تب درست ہوگی جب اس کی قمیص اتنی لمبی ہو کہ اس کے پاؤں کے اوپر کا حصہ ڈھک جائے ۔ اب غیر مقلدین فرمائیں کہ یہ مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے یا نہیں ؟

معلوم نہیں غیر مقلدین کو یہ شوق کیوں سمایا ہے کہ وہ عورتوں کو مرد بنائیں اور ان سے مرد ہی والی نماز پڑھائیں ، کیا انہیں معلوم نہیں کہ شریعت میں عورتوں کو زیادہ سے

زیادہ باپردہ رہنے کا حکم ہے، اور اپنے بدن کو چھپانے کا حکم ہے۔ تو یہ غیر مقلدین نماز میں کیوں عورتوں کو بے پردہ بنانے پر آمادہ ہوئے ہیں۔

حضرت علی خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ تو یہ فرمائیں کہ فان المرأۃ فی ذلک لیست کالرجل، یعنی سجدہ و رکوع میں عورتوں کا حکم وہ نہیں ہے جو مردوں کا ہے اور غیر مقلدین یہ تبلیغ فرمائیں کہ نہیں عورتوں کو بھی سجدہ اسی طرح سے کرنا ہے جس طرح مرد کرتے ہیں اس لئے کہ آنحضورؐ کا فرمان ہے کہ صلوا کما رأیتمونی اصلی۔ حضرت عطا تابعی تو یہ فرمائیں کہ ان للمرأۃ ھیئۃ لیست للرجل یعنی نماز میں عورتوں کا ایک خاص طریقہ جو مردوں سے الگ ہے۔ (ابن ابی شیبہ) اور آج کے غیر مقلدین اس پر زور لگائیں کہ نہیں جناب عورت اور مرد کا نماز کا طریقہ ایک ہی ہے، اور لوگوں کو صلوا والی حدیث سنا کر گمراہ کریں۔

آپ خود اندازہ لگائیں کہ عورت کی نماز کا طریقہ صحابہ و تابعین اور ائمہ فقہ و حدیث، امام مالک، امام شافعی، امام احمد کو زیادہ معلوم تھا کہ آج کے غیر مقلدین کو۔ اور آپ کس کی سنیں گے آج کے ان بد راہ غیر مقلدین کی یا اپنے اکابر و اسلاف اور صحابہ و تابعین کی۔

آج کے یہ غیر مقلدین نماز کے بارے میں یہ زور دکھلا رہے ہیں کل کے دن یہ حج کے بارے میں بھی زور دکھلائیں گے کہ جیسے مرد حج کرتا ہے ویسے ہی عورت بھی حج کرے اور سر کا بال عورت بھی منڈائے، اور لبیک زور سے عورت بھی کہے اور سعی میں عورت بھی دوڑ کر چکر لگائے، اور طواف میں عورت بھی رمل کرے، ان غیر مقلدوں کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے کب بہک جائیں، آپ خوب سمجھ لیں کہ جس طرح شریعت میں عورت کا طریقہ بعض احکام میں الگ ہے اسی طرح نماز میں بھی ان کا طریقہ بعض احکام میں الگ ہے۔ شریعت نے عورتوں کے لئے حج اور نماز دونوں میں زیادہ سے زیادہ باپردہ ہونے کا خیال رکھا ہے۔ اسلئے کہ عورت اور اس کے بدن کا ہر حصہ عورت ہے

سوائے اس حصہ کے جس کے کھلا رکھنے کی شریعت میں انکو اجازت ہے۔

آخر میں آپ سے گذارش ہے کہ آپ اکابر و اسلاف کی راہ پر رہیں، صحابہ و تابعین کی راہ پر رہیں، اسی میں خیر ہے، اسی میں بھلائی ہے۔ دین و ایمان کی سلامتی اسی میں ہے، غیر مقلدین کی باتوں پر قطعًا دھیان نہ دیں اللہ نے ان کو دین کی فہم سے محروم کر رکھا ہے اکابر و اسلاف کی راہ سے ان کے راستہ کو الگ کر دیا ہے، اسلئے آپ ان کی صحبت سے بچیں اور ان کی سنی باتوں کو ان سنی کر دیں۔

اس تحریر کے بعد بھی اگر کوئی غیر مقلد آپ سے اس بارے میں لڑے جھگڑے تو اس سے دو تین سوال کریں۔

(۱) آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کھلے سر نماز پڑھا ہے۔

غیر مقلدین اپنی عورتوں کو کھلے سر نماز پڑھنے کو کیوں جائز نہیں کہتے ہیں؟

(۲) آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نصف ساق نماز میں کھلی رہتی تھی

کیا غیر مقلدین کی عورتیں اپنی پنڈلیاں کھول کر نماز پڑھتی ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

صلوا والی حدیث پر غیر مقلدین اپنی عورتوں کو کیوں نہیں عمل کراتے۔

(۳) بخاری شریف کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیر کر کے بلند آواز سے تکبیر کہا کرتے تھے اور بعض دوسرے اذکار بھی بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ کیا غیر مقلدین اپنی عورتوں کو اسی کی تعلیم کرتے ہیں اور ان کی عورتیں بھی بلند آواز سے سلام پھیر کر تکبیر کہا کرتی ہیں اور ذکر کرتی ہیں؟ اگر نہیں تو صلوا والی حدیث کہاں چلی گئی اور اس پر ان کا عمل کیوں نہیں ہے، آپ ان سے یہ تین سوال کریں پھر ان کا تیرہ کرم دیکھیں۔

آپکا خط ملا تھا پھر فون پر آپنے جلد ہی اس موضوع پر لکھنے کا اصرار کیا، بعض احباب نے گلبرگہ کرناٹک سے بھی اس موضوع پر لکھنے کا اصرار کیا تھا، اسلئے رمضان ہی میں جس میں عمومًا میرا لکھنے پڑھنے کا کام بند رہتا ہے آپ حضرات کی خواہش کے احترام میں یہ معروضات قلم برداشتہ پیش کر دی گئی ہیں، خدا کرے آپ کیلئے اور دوسرے زمزم کے قارئین کیلئے یہ تحریر مفید ثابت ہو۔ والسلام محمد ابوبکر غازیپوری

مولانا نورالدین نوراللہ الاعظمی

دوسری قسط

مولانا محمد اسماعیل سلفی کی کتاب "رسول اکرم کی نماز" پر ایک نظر

فرماتے ہیں شیخ الحدیث سلفی صاحب:

"وضو سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھے"، ص ۱۶

شیخ الحدیث صاحب نے نہ ذکر کی بسم اللہ کے ضرور پڑھی جانے والی حدیث اور گزر گئے چپکے سے، اگر کرتے ذکر اس حدیث کو تو ظاہر ہوتا کہ وہ ہے حدیث ضعیف، فرماتے ہیں امام ترمذی۔

لا اعلم فی ھذا الباب حدیثاً له اسناد جید (ترمذی)

یعنی اس بارے میں کوئی عمدہ سند والی حدیث میرے علم میں نہیں ہے۔

ناظرین دیکھیں کہ ضعیف حدیث سے بسم اللہ کو وضو میں ضروری قرار دیا جا رہا ہے۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب

"وضو کے اعضاء کو تین دفعہ سے زائد نہیں دھونا چاہئے ایک یا دو دفعہ دھونا بھی درست ہے بشرطیکہ صفائی ہو جائے"، ص ۱۷

وضو، اعضاء کی صفائی کے لئے ہوتا ہے، یہ خوب، اعضاء وضو کی صفائی تو کبھی تین دفعہ سے بھی نہیں ہوگی۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو ایک مرتبہ بھی کیا،
دو مرتبہ بھی اور تین مرتبہ بھی۔ (ترمذی)

آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اور دو مرتبہ وضو کے صحیح ہونے کے لئے
اعضاء وضو کی صفائی کی کوئی قید نہیں لگائی۔

اور سلفی صاحب کی شریعت یہ ہے کہ ایک مرتبہ اور دو مرتبہ وضو اسی وقت
درست ہوگا جب اعضاء وضو کی صفائی ہو جائے، اس کا نام ہے اجتہاد ماشاء اللہ
چشم بد دور۔ گر مجتہد چنیں بود ÷ کار دیں تمام خواہد شد۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب:

• شرم گاہ کو ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ص۱۸

اور کیوں نہیں ٹوٹتا تو ان کا خیال ہے کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔
اب آئیے دیکھئے کہ شیخ الحدیث صاحب کا یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے۔

بسرہ بنت صفوان فرماتی ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من مس
ذکرہ فلا یصل حتی یتوضأ یعنی جس نے اپنی شرم گاہ کو چھوا تو نماز نہ پڑھے
جب تک وضو نہ کرے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں۔ ھذا حدیث حسن صحیح یہ حدیث حسن صحیح ہے
اور اس روایت کی شرح میں مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں۔ فیہ دلیل علی ان
مس الذکر ینقض الوضوء (تحفہ ص۸۵/ج۱) یعنی اس میں دلیل ہے کہ شرم گاہ کا
چھونا وضو کو توڑ دیتا ہے۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کو غیر صحیح کہنا بڑی جرأت
کی بات ہے، کیا اس قسم کی باتوں سے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھلائی
جائے گی۔ نواب وحید الزماں فرماتے ہیں۔ وینقض بمس الذکر (نزل الابرار ص۱۹/ج۱)
یعنی شرم گاہ کے چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

غیر مقلدین کے ہاتھ میں فیصلہ ہے کہ وہ اپنے ان مجتہدوں میں سے کس کی بات مان کر رسول اکرم کی نماز سیکھیں گے ۔ (معلوم ہوتا ہے کہ سلفی شیخ الحدیث صاحب امام ابوحنیفہؒ کی تقلید میں یہ کہہ گئے ہیں) فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب نماز کے بیان میں :

" احادیث میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے، فرائض، سنن، مستحبات تک کا بیان فرمادیا گیا ہے " صد ۱۹

جی ہاں ہم بھی منتظر ہیں کہ احادیث رسول سے نماز کے فرائض، سنن، مستحبات وغیرہ کا بیان شیخ الحدیث صاحب ثابت کریں گے ، اور حدیث رسول میں فرائض سنن مستحبات کی تصریح دکھلائیں گے ، اگر شیخ الحدیث صاحب نے ایسا کر دیا تو امت پر احسان عظیم ہوگا اور لوگ فقہ سے مستغنی ہو جائیں گے ۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث سلفی صاحب بعد نقل کرنے چند احادیث کے :

" ان آثار و احادیث سے ظاہر ہے کہ نماز اسلام کا ایک رکن ہے اس کا ترک کرنا کفر ہے، نماز کے تارک کو کافر و مشرک فرمایا گیا ہے " صد ۲۱

ذرا وہ حدیث پیش فرمادیں جس میں نماز کے تارک کو مشرک کہا گیا ہے ؟ معلوم ہوتا ہے کہ سلفی شیخ الحدیث کو کفر اور شرک کا فرق بھی معلوم نہیں ، اللہ شوق ہوا ہے کہ اجتہاد کریں گے ، اور دوسروں کو رسول اکرم کی نماز سکھلائیں گے ۔

اس کے بعد شیخ الحدیث سلفی صاحب نے کفر کی دو قسم قرار دی ہے ، کفر عملی و کفر اعتقادی اور تارک صلوٰۃ کو کفر عملی والا قرار دیا ہے ، شیخ الحدیث صاحب سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ ایک صرف ایک حدیث پیش کر دیں جس میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کفر کی ان قسموں کا ذکر فرمایا ہو ، انشاء اللہ شیخ الحدیث صاحب سر پٹک کر رہ جائیں گے مگر اس کا ثبوت وہ حدیث سے نہیں پیش کر سکتے ، کفر کی یہ تقسیم شیخ الحدیث سلفی صاحب کی اپنی رائے ہے ، اور دین میں رائے سے جو بات کہی جائے وہ حرام ہے مذہب شیخ الحدیث میں ۔

شیخ الحدیث سلفی صاحب نے اذان و اقامت کے بیان میں کہیں اس کا ذکر نہیں کیا کہ

حدیث میں ان کا حکم کیا ہے، یہ فرض ہیں، واجب ہیں، سنت ہیں، مستحب ہیں، ان کے تارک کا کیا حکم ہے، بلا اذان واقامت نماز درست ہوگی یا نہیں، ان تمام تفصیلات سے شیخ الحدیث صاحب نے خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔

اب کوئی بتلائے کی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے صحیح طریقہ کی طرف کتاب وسنت کی روشنی میں ہماری رہنمائی کیسے ہوگی، شیخ الحدیث صاحب نے یہ بھی نہیں تبلایا کہ اذان اور اقامت کے وقت کانوں میں انگلی ڈالی جائے گی یا بلا انگلی ڈالے اذان واقامت کہی جائیگی یا صرف اذان میں انگلی ڈالی جائے گی اور اقامت میں نہیں، یعنی نماز واقامت کا پورا مسئلہ بھی نہیں بیان کیا، تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم والی پوری نماز ہم جاہل کیسے سیکھیں گے۔

شیخ سلفی صاحب نے اذان کے بعد کی دعا نقل کی ہے مگر کہیں اس کا حکم نہیں بیان کیا ہے کہ آیا اذان کے بعد کی یہ دعا بطور فرض پڑھی جائے گی یا بطور سنت یا بطور مستحب یا بطور مباح۔ حالانکہ جب تک کہ اس کا حکم نہ بتلادیں یہ کتاب نماز کے بیان میں ناقص رہے گی۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب ؛

۔ حی علی الفلاح کے بعد موذن الصلوۃ خیر من النوم کہے صـ۳

الصلوۃ خیر من النوم کہے تو کیسے کہے بطور فرض کہے یا بطور سنت یا بطور مستحب ہیں حدیث سے اس کا حکم تو نکال کر بتلائے، یہ کیسے شیخ الحدیث صاحب ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھلا رہے ہیں اور عمل کا حکم بتلاتے ہی نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ نے حضرت بلال سے فرمایا۔

: فجر کے سوا کسی وقت تثویب مت کہو " صـ۳۱

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد واضح کر رہا ہے فجر کی نماز میں تثویب ضروری ہے، تو کیا آپ کے یہاں تثویب کا حکم اور فاتحہ پڑھنے کا حکم ایک ہی ہے، براہ کرم اس کو حدیث کی روشنی میں واضح تو فرمائیں۔

شیخ الحدیث صاحب نے نماز باجماعت کے بارے میں بہت سی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں

اللہ ان کو جزائے خیر دے، اگر صاف صاف کھل کر نماز باجماعت کا حکم نہیں بیان فرمایا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے۔ آخر مسلک اہلحدیث میں یہ ہے کیا، فلاں امام واجب سمجھتا ہے اور فلاں امام واجب نہیں سمجھتا ہے، اس سے آپ کا مسئلہ کیسے حل ہوگا؟ مذہب اہلحدیث سے لوگ کیسے واقف ہوں گے۔ نماز کے بارے میں کتاب تالیف فرما رہے ہیں، اور نماز باجماعت کا حکم بیان کرنے سے آپ گریزاں ہیں، آپ صریح اور صحیح حدیث سے نماز باجماعت کا حکم بیان فرمائیے، اپنی رائے کا اظہار مت فرمائیے اگر آپ کی رائے ہی دین ہوگی تو ہم ائمہ مجتہدین کو آپ پر مقدم رکھیں گے۔

شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں:

"بہرحال جماعت واجب ہو یا سنت اس کا بلا عذر تارک باتفاق ائمہ مجرم ہے" ص۲۴

یعنی آپ کا اپنا کوئی فیصلہ نہیں ہے، ابھی آپ کو یہی نہیں پتہ کہ جماعت واجب ہے یا سنت، اور اس پر شوق ہوا ہے نماز کے بارے میں کتاب تالیف کرنے کا، ٹھیک فرماتے ہیں مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب کہ غیر مقلدیت اختیار کر کے کوئی صحیح نماز بھی نہیں پڑھ سکتا، اور نہ کوئی غیر مقلد نماز کے مسائل کو صحیح حدیث سے ثابت کر سکتا ہے، رفع یدین، آمین بالجہر میں ساری صلاحیتیں ان کی صرف ہو گئیں اور ان کے شیخ الحدیث صاحب تک کو احادیث کی روشنی میں جماعت کا حکم نہیں معلوم ہو سکا۔

یہ شیخ الحدیث صاحب اس کتاب میں "درست ہے"، "درست نہیں ہے" کی رٹ بہت لگائے ہوئے ہیں، مگر اہل علم جانتے ہیں کہ شرعی مسائل میں اس قسم کے الفاظ سے کام نہیں چلتا، درست ہے نادرست ہے، سے مسئلہ کا حکم نہیں معلوم ہوتا ہے، درست ہے اور نادرست ہے تو اولیٰ اور غیر اولیٰ کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔

شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں کہ "بلا عذر جماعت چھوڑنا درست نہیں" ص۲۴

اس درست نہ ہونے کا کیا مطلب ہے، حرام ہے یا اولیٰ نہیں ہے، صاف صاف جماعت کا حکم صحیح حدیث سے واضح کیجئے، ورنہ چھوڑ دیجئے نماز کے بارے میں کتاب لکھنے کا شوق۔

امامت کے بیان میں امام سلفی صاحب ایک ضعیف حدیث نقل کرکے جس کا مضمون یہ ہے کہ امام بہتر آدمی کو بنانا چاہیئے۔ فرماتے ہیں

"اس سے ظاہر ہے کہ امام مقرر کرتے وقت بہتر آدمی کا انتخاب کرنا چاہیئے"

پھر فرماتے ہیں۔ حدیث گو ضعیف ہے لیکن صحیح احادیث سے اس کے مضمون کی تائید ہوتی ہے" صـ ۳۶

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ سلفی شیخ الحدیث صاحب بلا تکلف ضعیف حدیث سے استدلال کر رہے ہیں، اور لوگوں کو تسلّی دیتے ہیں کہ صحیح احادیث سے اس کے مضمون کی تائید ہوتی ہے، اگر صحیح حدیث تھی تو اس کو پیش کرنے میں شرم کیوں آرہی تھی۔ صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے ضعیف حدیث سے استدلال کرنا آپ کے مذہب میں جائز کب سے ہوگیا۔ اچھا آپ فرمائیے

(۱) ایک آدمی خوب صورت ہے اور ایک بدصورت اور دونوں ہی امام ہونے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، تو آپ امام کس کو بنائیں گے؟

(۲) ایک آدمی معلوم النسب اور شریف النسب ہے اور دوسرا مجہول النسب اور عرف عام میں شریف النسب نہیں کہلاتا بقیہ اوصاف میں دونوں برابر ہیں، آپ امام کس کو بنائیں گے؟۔

(۳) ایک آدمی خوش آواز ہے اور ایک کریہہ الصوت (بدآواز) ہے بقیہ اوصاف میں دونوں برابر ہیں، آپ امام کس کو بنائیں گے؟

سردست ان تین آدمیوں کے بارے میں آپ فیصلہ فرمادیں کہ امامت کا مستحق ان تینوں میں سے (دونوں کے اقرأ، اعلم و ورع اور ہم عمر ہونے کی شکل میں) زیادہ کون ہے؟ اجعلوا ائمتکم خیارکم (اچھے لوگوں کو امام بناؤ) والی حدیث کو سامنے رکھ کر جواب دیں۔

شیخ الحدیث سلفی صاحب فرماتے ہیں

"باجماعت نماز میں امام کی اقتدا ضروری ہے۔" ص۳۸

ضروری ہونے کا کیا مطلب ہے، فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے، ہمارے شیخ الحدیث صاحب اس کی وضاحت نہیں فرماتے ہیں، معلوم نہیں اس کی کیا وجہ ہے، حالانکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھلانے کا دعویٰ ہے، اور حال یہ ہے کہ نہ حدیث سے کسی عمل کی فرضیت ثابت کرتے ہیں، نہ اس کا وجوب اور نہ اس کا سنت ہونا۔ بس ضروری ہے، درست ہے، درست نہیں ہے، اس قسم کے الفاظ بول کر چلتے بن رہے ہیں۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب

"حضرات اہلحدیث اور دوسرے موحد گروہ بھی اس غلطی میں از اول تا آخر مبتلا ہیں" ص۴۱

غیر مقلدین حضرات ہند و پاک میں اہل حدیث کے سوا دوسرے موحد گروہ کی تفصیل فرمائیں، کرم ہوگا، نوازش ہوگی، معلوم ہوگا کہ صرف غیر مقلدین ہی موحد نہیں ہیں بلکہ ہند و پاک میں دوسرے موحد بھی الحمدللہ موجود ہیں۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب

"نماز میں اطمینان بے حد ضروری ہے" ص۴۲

بے حد ضروری ہے کا کیا مطلب، رکن ہے، فرض ہے، واجب ہے، سنت موکدہ ہے، مستحب ہے، آخر آپ اس کی وضاحت کیوں نہیں فرماتے، گول مول مسئلہ بتلانا، عوام کو گمراہ کرنا ہے، کسی نے اطمینان سے نماز نہیں پڑھی تو نماز فاسد ہوگی، باطل ہوگی، یا ناقص ہوگی، سجدہ سہو سے اس کا نقصان پورا ہوگا یا نہیں، ان ساری تفصیلات کا علم ضروری ہے۔

شیخ الحدیث سلفی صاحب فرماتے ہیں:

"پہلی اور تیسری رکعت سے اٹھے تو تھوڑی دیر ٹھہر کر اٹھے اسے جلسۂ استراحت کہا جاتا ہے" ص۴۳

یہاں بھی وہی تجاہل عارفانہ، حدیث کی روشنی میں جلسۂ استراحت کا کیا حکم ہے،

واجب ہے ، فرض ہے، سنت ہے ، حدیث میں جو اس کا حکم ہو اس کو آپ بیان کریں ،
کیسے ہیں شیخ الحدیث سلفی صاحب جن کو شوق ہوا ہے نماز کے بارے میں کتاب لکھنے کا ۔

ایک بات شیخ الحدیث سلفی صاحب نے صحیح فرمائی ان کا کہنا یہ ہے کہ نماز کے بعض ضمنی مسائل میں قدیم زمانے سے اختلاف چلا آیا ہے اور

" یہ اختلاف عموماً اس قدر دیرینہ ہیں کسی تحقیق اور ترجیح کو بھی حرف آخر نہیں کہا جا سکتا " ص۴۴

سن لیں کان کھول کر کہ غیر مقلدین زمانہ حاضر، کیا ارشاد ہے ان کے سلفی صاحب کا ، اور پھر بند کریں اپنی بکواس کہ جو طریقہ نماز انھوں نے اختیار کر رکھا ہے وہ ہی صحیح ہے ۔

چٹکیاں لیتی ہے فطرت چیخ اٹھتا ہے ضمیر
کوئی کتنا ہی حقیقت سے گریزاں کیوں نہ ہو

فرماتے ہیں شیخ الحدیث سلفی صاحب

" زباں سے نیت باتفاق ائمہ منع ہے " ص۴۵

سوال یہ ہے شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کہ ائمہ کے اقوال دینی وشرعی مسائل میں آپ کے یہاں معتبر ہیں ؟ حرام وحلال، جائز اور ناجائز بتلانے کا حق مقلدین مذہب میں ائمہ کو کب سے دے دیا گیا ہے ؟ کفر وشرک والا یہ کام آپ کے مذہب میں بھی جائز قرار پا گیا اور ائمہ کو اربابا من دون اللہ بنا لیا گیا۔

آپ اہلحدیث ہیں ائمہ کو مت دیکھئے وہ حدیث پیش کیجئے جس سے صاف صاف معلوم ہو کہ زبان سے نیت کرنا حرام ہے ، ائمہ کیا کہتے ہیں اس کو مقلدین کیلئے رہنے دیجئے.

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب ؛

" نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ کے علاوہ کوئی لفظ زبان سے نہیں کہنا چاہیئے " ص۴۵

یہ آپ کا فیصلہ ہے یا رسول اللہ کا حکم ، اگر آپ کا فیصلہ ہے تو ہمیں قبول نہیں ،

آپ کون ہیں دین کے بارے میں اپنی رائے سے فیصلہ سنانے والے، اور اگر یہ حدیث کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر، پیش کیجئے وہ حدیث، ہم بھی دیکھیں آپ کی شیخ الحدیثیت، و اہلحدیثیت، اور نہ چپ رہیئے بیچ شریعت بات کہنے سے اور اپنی رائے دینے سے کہ نکل جاتا ہے آدمی کرنے والا یہ کام اہل حدیث مذہب سے۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب

"نماز میں مل کر کھڑے ہونا چاہیئے" ص۴۵

یہ چاہیئے اور یہ نہ چاہیئے کا راگ آپ بہت الاپتے ہیں، اس بکواس کو ختم کر کے بتلائیے کہ نماز میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم از روئے حدیث کیا ہے، واجب ہے، فرض ہے رکن ہے، سنت ہے، مستحب ہے، اس کا جو حکم صاف صاف حدیث میں بیان کیا گیا ہو اسکو بتلائیے تاکہ عوام کو صحیح صورت حال سے آگاہی ہو اور مسئلہ کا واضح حکم معلوم ہو۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث سلفی صاحب

"تمام ائمہ کے نزدیک مل کر کھڑے ہونا سنت ہے" ص۴۵

مہربان من سلفی شیخ الحدیث صاحب تمام ائمہ کے نزدیک کیا ہے اور کیا نہیں ہے اس کو جانے دیجئے، ان ائمہ کے منہ پر اس کو مار دیجئے، آپ فرمائیے کہ حدیث میں مل کر کھڑے ہونے کو فرض کہا گیا ہے، یا سنت، واجب یا مستحب، حدیث میں جو اس مسئلہ کا صریح حکم ہو اس کو آپ بتلائیں، یہ کتاب آپ کے دعویٰ کے مطابق حدیث و قرآن کی روشنی میں لکھی گئی ہے، اور رسول اکرم کی نماز سکھلانے کا آپ کو دعویٰ ہے، بس بات صرف حدیث و قرآن کی کیجئے، ائمہ کے دامن میں پناہ نہ لیں، یہ کام ان کے مقلدین کریں گے، ہاں تو شیخ الحدیث صاحب کیا کہتے ہیں آپ بیچ اس مسئلہ کے کہ نماز میں مل کر کھڑا ہونا واجب ہے، فرض ہے، سنت موکدہ، سنتِ غیر موکدہ، مستحب ہے، مباح ہے؟

محمد ۱۰ جمل مفتاحی

پہلی قسط

محمد ابوبکر غازی پوری

غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں صاحب کے

کچھ قابل غور ارشادات

نواب وحید الزماں حیدرآبادی صاحب غیر مقلدین کی جماعت میں ممتاز مقام رکھتے ہیں، ان کا بڑا کارنامہ صحاح ستہ کا اردو میں ترجمہ ہے، جن سے غیر مقلدین استفادہ کرتے ہیں اور انکے اس کارنامہ کو بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں۔ ذیل کی سطروں میں ان کے کچھ ارشادات گرامیہ دعالیہ نقل کئے جاتے ہیں ان سے غیر مقلدین کے اکابر کے مذہب وعقیدہ کے بارے میں قارئین زمزم کو کچھ مزید معلومات حاصل ہونگی، ذیل کے اقتباسات نواب صاحب کی کتاب تیسر الباری سے حاصل کئے گئے ہیں جو بخاری شریف کا ترجمہ ہے اور اس پر ان کے توضیحی ارشادات ہیں۔

(۱) تمام فقہاء، وجمہور صحابہ وتابعین سے قیاس منقول ہے

بخاری شریف میں باب من شبہ اصلا معلوما الخ قائم کیا گیا ہے۔ نواب صاحب اس کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"اسی کو قیاس کہتے ہیں باب کی دونوں حدیثوں سے قیاس کا جواز نکلتا ہے، تمام فقہاء نے قیاس کے جواز پر اتفاق کیا ہے جب اس کی ضرورت ہو اور جمہور صحابہ وتابعین سے قیاس منقول ہے، اور اوپر جو امام بخاری نے

رائے اور قیاس کی مذمت بیان کی ہے اس سے مراد وہی قیاس اور رائے
ہے جو فاسد ہو لیکن قیاس صحیح شرائط کے ساتھ وہ بھی حدیث اور قرآن میں
وہ مسئلہ صراحت کے ساتھ نہ ملے اکثر علماء نے جائز رکھا ہے اور بغیر اس کے
کام چلنا دشوار ہے " (تیسیر الباری جلد چہارم ص۳۴)

مزعزم!

مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہم بغیر قیاس کے بھی کام چلالیں گے، جو چیز شرعاً جائز ہو اور جس کے قائل جمہور صحابہ و تابعین ہوں اور جس کے جواز پر تمام فقہاء کا اجماع ہو، اس کو ناجائز بتلانا دین میں تحریف ہے اور بہت بڑا گناہ ہے، افسوس آج کے غیر مقلدین اسی گناہ پر مصر ہیں۔

(۲) غیر مقلدین امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور دوسرے اولیاء اللہ کی توہین کرتے ہیں

بخاری شریف میں باب ہے باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ کے تحت حضرت حذیفہ بن یمان کی فتنہ والی حدیث حضرت امام بخاری نے ذکر کی ہے، نواب صاحب اس کے تحت لکھتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس حدیث سے واللہ اعلم یہ ہے کہ ایک زمانہ تک جو فقہ میرے وقت میں ہے یہی چلتا رہے گا اور بھلائی قائم رہے گی، بعض لوگ[۱] کتاب و سنت کی پیروی کرتے

---

(۱) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا نقشہ ہوگا اور صرف بعض ہی لوگ کتاب و سنت کی پیروی کرتے رہیں گے؟ کیا خوب! بعض لوگ تو ہر زمانہ میں ایسے رہے ہیں جو کتاب و سنت کی پیروی کرنے والے رہے ہیں۔ جیسے خود نواب صاحب اپنے زمانہ تیرہویں صدی میں[۲] ۱۳۰۷ھ تک کا

رہیں گے جیسے سنہ ۱۲ ہجری تک (۲) اس کے بعد برائی پیدا ہوگی، یعنی لوگ تقلید شخصی میں گرفتار ہو کر کتاب و سنت سے بالکل منہ موڑیں گے بلکہ کتاب و سنت کی تحصیل چھوڑ دیں گے (۱) کتاب و سنت کے بدلے دوسری کتابیں پڑھنے لگیں گے، دینی مسائل بعوض قرآن و حدیث کے ان کتابوں سے نکالے جائیں گے جیسے شرح منہاج، شرح لمعہ، درمختار، ہدایہ، شامی، طحاوی، قہستانی کیدانی وغیرہ سے (۲) پھر ایک مدت دراز گذرنے پر لوگ ذرا قرآن و حدیث کی طرف مائل ہوں گے، اور تقلید شخصی کا پھندا پھوٹے گا (غالباً پھوٹے گا) یہ لوگ اہلحدیث کہلائیں گے (۳) ان میں بھلائی ہوگی مگر خالص بھلائی نہ ہوگی، کچھ کچھ تقلید کی ظلمت ان میں باقی رہے گی، مثلاً دیکھو

زمانہ تو خلفائے راشدین کا زمانہ تھا، نواب صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر خلیفہ راشد حضرت علی کے زمانہ تک جو خیر القرون کا زمانہ کہلاتا ہے، صرف بعض ہی لوگ کتاب و سنت پر عمل کرنے والے تھے بقیہ سارے لوگ معاذ اللہ کتاب و سنت کو چھوڑ چکے تھے، یہ سارے لوگ کون تھے یعنی صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم، غیر مقلدین کے علماء اپنی اس فہم و بصیرت پر ناز کرتے ہیں اور تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں۔

(۱) ماشاء اللہ کیا تحقیق انیق ہے، یعنی نواب صاحب کے کہنے کے مطابق تقلید شخصی سنہ ۱۲ ہجری سے پیدا ہو گئی تھی اور اسی زمانہ سے لوگ (جو صحابہ کرام اور خیار تابعین کا زمانہ تھا) تقلید شخصی میں گرفتار ہو گئے تھے اور کتاب و سنت کو صحابہ و تابعین نے بالکل چھوڑ دیا تھا، ماشاء اللہ بخاری شریف کے ایسے ہی محققین و شارحین ہوں گے ——— چلو اب غیر مقلدین یہ شور مچانا ختم کر دیں گے کہ تقلید اور تقلید شخصی کی بدعت چار سو صدی کے بعد کی ہے۔ مقلدین کو کچھ تو عافیت نصیب ہوئی۔

(۲) ماشاء اللہ کیا تحقیق ہے یہ ساری کتابیں سنہ ۱۲ھ میں وجود میں آ گئی تھیں حتی کہ بارہویں صدی والی شامی بھی۔ (۳) چلو اس سے جماعت اہلحدیث کے وجود کی تاریخ بھی معلوم ہو گئی کہ یہ جماعت کب کی پیداوار ہے۔

اس وقت میں جو ایک جماعت اہلحدیث کہلاتی ہے وہ باوجود دعوائے اتباع سنت کبھی کبھی اپنے علماء کے جیسے ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ اور شوکانی اور مولانا اسماعیل شہید ہیں ایسے مقلد بنجاتے ہیں کہ ان کی رائے کے خلاف دلیل بیان کرنے والے کی دلیل نہیں سنتے یہی ظلمت و تاریکی ہے، یا اگلے ائمہ دین جیسے امام ابوحنیفہ امام شافعی وغیرہ ہیں یا دوسرے اولیاء اللہ یا صوفیائے کرام ان کی توہین کرتے ہیں"

(تیسیر الباری جلد نہم ص ۱۴۸)

زمزم!

نواب صاحب کے یہ ارشادات عالیہ تحقیقات کے اعلیٰ شاہکار ہیں، خالص سونے کے پانی سے ان کو لکھنا چاہیئے، اگر کسی کے نزدیک کسی جاہل کی جہالت کا اعلیٰ شاہکار ہوں تو وہ جانے اور اس کا کام مگر زمزم کا خیال ہے نواب صاحب کی آخری بات بالکل سچ ہے ائمہ کرام کی توہین اور اولیائے عظام کی شان میں بدگوئی آج کے غیر مقلدین کی خاص پہچان ہے جو عربی و فارسی کی ابجد سے بھی جاہل ہوتا ہے وہ بھی اپنے کو امام ابوحنیفہ سے بڑھا ہوا سمجھتا ہے اور اس کا جوش اتباع سنت مجدد الف ثانی سے بھی بڑھا ہوتا ہے۔

(۳) نواب وحید الزماں حیدرآبادی کا امام بخاری کی روح کی طرف رجوع

امام بخاری نے باب لایجوز نکاح المکرہ کا قائم کیا ہے، اور اس کے تحت سورہ نور کی آیت کریمہ ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء والی آیت نقل کی ہے، اس پر نواب صاحب لکھتے ہیں:

"اس آیت کا تعلق اس باب سے کچھ نہیں کھلتا"

پھر لکھتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ غرض امام بخاری کی یہ ہے کہ جب لونڈی کو لونڈی کے خلاف مرضی پر چلنا منع ہوا حالانکہ وہ لونڈی ہے تو آزاد شخص کے خلاف مرضی پر چلنا زبردستی کو نکاح پر مجبور کرنا حالانکہ وہ نکاح اور تاہل سے بچنا چاہتا ہے کیونکر جائز ہوگا۔ یہ مطلب مجھ پر اس وقت ظاہر ہوا جب امام بخاری کی روح کی طرف رجوع ہوا اور میں نے آپ سے کہا آپ جو بتلائیں گے وہی لکھ دوں گا، اس وقت دفعۃً میرے دل میں یہ مطلب ظاہر ہوا"

(ایضاً ص ۲۰ جلد نہم)

ناظرین!

اب اس سے بڑھ کر غیر مقلدین کو حیات اولیاء وحیات انبیاء کی دلیل اور کیا چاہئے، نہ مردہ کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے نہ مردہ سے بات چیت ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ امام بخاری قبر شریف میں زندہ ہیں اور ان سے بات چیت کی جا سکتی ہے اور مشکلات میں ان کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے، نواب صاحب کا عملی نمونہ سامنے ہے۔

اب دیکھنا ہے کہ موجودہ دور کے سلفیین نواب صاحب کی بات کو تسلیم کر کے حیات اولیاء وحیات انبیاء کے قائل ہو جاتے ہیں یا اپنے نواب صاحب پر کفر و شرک کا فتویٰ جڑتے ہیں۔

(۴) تبرکاتِ انبیاء وصالحین سے برکت حاصل کرنا

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے جس میں آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مستعمل چیزوں کا ذکر ہے مثلاً آپ کی زرہ، عصا، تلوار، پیالہ، انگوٹھی وغیرہ، اسی طرح سے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ان اشیاء کا ذکر ہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین وغیرہ برکت حاصل کرتے تھے۔ جیسے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے بال آپ کا جوتا اور

برتن وغیرہ - خود بخاری لکھتے ہیں ۔ مما یتبرک اصحابہ وغیرھم بعد وفاتہ یعنی ان اشیاء کا ذکر جن سے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفائے راشدین وغیرہ برکت حاصل کرتے تھے ۔

اس باب کے تحت نواب وحید الزماں صاحب اپنے تشریحی نوٹ میں فرماتے ہیں :

" آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی کل چیزیں تبرک تھیں، اس باب سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبروں اور اولیاء کی چیزوں سے برکت حاصل کر سکتے ہیں " (تیسیر الباری جلد چہارم ص ۲۵۲)

ناظرین !

اہل سنت والجماعت کا تو یہی عقیدہ ہے جیسا کہ نواب صاحب نے فرمایا۔ مگر موجودہ دور کی سلفیت کو انبیاء اور اولیاء کی چیزوں سے سخت چڑھ ہے ۔ وہ ان سے برکت حاصل کرنے کو شرک قرار دیتی ہے ، اس لئے نواب صاحب کا یہ فرمان اس کی نگاہ میں دعوت الی الشرک ہوگا ۔

(۵) وحدۃ الوجود اور شیخ ابن عربی

نواب وحید الزماں صاحب کی وحدۃ الوجود کے بارے میں تحقیق ملاحظہ فرمائیے ۔

فرماتے ہیں نواب صاحب :

" سب اشیاء کا وجود خارجی اس کے (اللہ کے) وجود کا ایک سایہ ہے وہ جب چاہتا ہے جس پر چاہتا ہے یہ سایہ ڈالتا ہے ، پھر جب وہ چاہتا ہے سایہ اٹھا لیتا ہے ۔ " وحدۃ الوجود " کے یہی معنی ہیں کہ اصل اور مستقل وجود اللہ سبحانہ کا ہے ، دوسری مخلوقات اس کے پرتو سے موجود ہیں ، سایہ اور پرتو ہمیشہ اس چیز کا غیر ہوتا ہے جس کا سایہ ہو مثلاً آدمی کا عکس جو آئینے میں پڑتا ہے وہ آدمی کا غیر ہے خود وہ آدمی آئینے میں نہیں سماجاتا ،

اس لئے مخلوق مخلوق ہے اور خدا خدا دونوں میں اتحاد نہیں ہے . . .

. . . . . . جو صوفیہ وجودیہ اہل اسلام میں گذرے ہیں ان سب کی وحدت وجود سے یہی غرض ہے کہ وجود ایک ہی ہے یعنی خداوند کریم کا وجود باقی سب وجودات اسی وجود کے عکس ہیں لیکن حقیقتیں جدا جدا ہیں، صوفیہ وجودیہ میں سے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں جابجا اس مطلب کو کھول دیا ہے۔" (ایضاً ص۲۲۶،۲۷)

زمزم !

معلوم ہو کہ وحدۃ الوجود کا عقیدہ موجودہ سلفیت کے مذہب میں شرک ہے اور اس کا قائل گمراہ ہے، چونکہ شیخ ابن عربی کی طرف اس وحدۃ الوجود کی نسبت کیجاتی ہے اس وجہ سے موجودہ دور کے غیر مقلدین کے اکابر و اصاغر شیخ ابن عربی کے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں، ابن تیمیہ بھی شیخ ابن عربی کے متعلق بڑے سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں، دور حاضر کی سلفیت اس بارے میں ابن تیمیہ ہی کی تقلید کرتی ہے، اب دیکھنا ہے کہ وہ اپنے نواب صاحب کے بارے میں کیا فیصلہ کرتی ہے ۔ (جاری)

محمد احمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

پی ایچ ڈیوں کی بات، یا علم کا زوال

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

باپ ۔ اباجی جامعہ سلفیہ بنارس کا ترجمان محدث کا نیا شمارہ مارچ ۲۰۰۷ء والا آپ کے مطالعہ سے گزرا ہے ؟

باپ ۔ جی بیٹا، میں نے اس کا مطالعہ کر لیا ہے، مولانا الکریری پر جو تحریر ہے بڑی دلچسپ اور محققانہ ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی، اس میں ایک مقالہ مولانا نواب صدیق حسن خاں صاحب پر بھی ہے، اسکو آپنے نہیں پڑھا، بڑا دلچسپ مقالہ ہے، مقالہ نگار پی ایچ ڈی صاحب ہیں، ان کا پورا نام اس طرح درج ہے ۔ ڈاکٹر محمد مجیب الرحمٰن سابق چیرمین وپروفیسر یونیورسٹی و ڈائرکٹر تعلیمی مرکز نیویارک امریکہ ۔

باپ ۔ بیٹا، میں نے جب اس مقالہ کا مطالعہ شروع کیا تو بجلی چلی گئی اس لئے وہ رہ گیا۔ اور پھر صبح فجر بعد شیخ ہدہد آگئے انھوں نے اس کے مطالعہ کی خواہش ظاہر کی

اور اب وہ انھیں کے پاس ہے، امریکہ والے پی ایچ ڈی صاحب کا مقالہ یقیناً بڑا تحقیقی ہوگا، وہ امریکہ کے نیویارک میں تعلیمی مرکز کے ڈائرکٹر ہیں۔

بیٹا ۔ اباجی، پی ایچ ڈی صاحب کا مقالہ تحقیقات کا سمندر ہے، پی ایچ ڈیٹ کا شاہکار ہے، مجھے تو یہ مقالہ پڑھ کر مزا آگیا، طبیعت جھوم گئی، بے اختیار زبان سے واہ واہ نکلا۔

مثلاً ان کی ایک تحقیق یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی تھی حضرت امام زہری کے شاگرد رہتے جن کی وفات حافظ ذہبی کے بقول ۱۲۴ھ میں ہو چکی تھی۔

باپ ۔ بیٹا، ڈاکٹر صاحب اور امریکہ کے تعلیمی مرکز کے ڈائرکٹر صاحب راجشاہی یونیورسٹی کے پروفیسر ایسی جاہلانہ بات نہیں لکھ سکتے، یقیناً تم کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

بیٹا ۔ اباجی آج کل کے پی ایچ ڈی لوگوں کی تحقیقات کا معیار خاص کر جن کا شمار "حفظہ اللہ" جماعت سے ہو اسی قسم کا ہوتا ہے، ڈاکٹر صاحب کے مقالہ کی چوتھی سطر کے شروع ہی میں یہ انکشاف ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

"امام بخاری کے استاد امام زہری کو کون نہیں جانتے"

باپ ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

بیٹا ۔ اباجی ابھی آپ کو کئی بار اناللہ پڑھنا ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب کی ایک تحقیق یہ بھی ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

"چالیس سال کی ایک مدتِ طویل تک اس مسجد میں رہائش پزیر رہے اس دوران آپ نے قرآن وسنت پر مشتمل کتابیں لکھ ڈالیں ان میں سے ترجمہ قرآن سب سے زیادہ اہم وقابل ذکر ہے، تاریخ اسلام بلکہ تاریخ قرآن آپ کے اس شاہکار پر رہتی دنیا تک ناز کرتی رہے گی"

اباجی شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس ترجمہ کلام پاک کا کوئی نسخہ تو ہمارے جامعہ سلفیہ

بنارس کی لائبریری میں ضرور ہوگا، کیا آپ نے اس کی زیارت کی ہے ؟

باپ - بیٹا یہ پی ایچ ڈی صاحب کہیں دو چار گھونٹ چڑھا کر تو یہ مقالہ نہیں لکھ رہے تھے بالکل جاہل آدمی معلوم ہوتا ہے، اس کو پتہ ہی نہیں کہ شاہ ولی اللہ کے خاندان میں کن بزرگوں نے قرآن پاک کا ترجمہ کیا ہے۔

بیٹا - اباجی، اور مزید تحقیق پی ایچ ڈی صاحب کی سن لیجئے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے :

"مسجد کی ذاتی لائبریری سے آپ کی مردہ لاش قبرستان کی طرف منتقل کی گئی"

باپ - اناللہ وانا الیہ راجعون، اس پی ایچ ڈی بیوقوف سے کس نے کہا تھا کہ تم بھی مقالہ نگاری کا شوق کرو، اور تعجب تو یہ ہے کہ جامعہ سلفیہ والوں کو بھی کچھ بھنک پتہ نہیں ہے کہ مقالہ نگار کیا لکھ رہا ہے اور جہالت کا کیسا دریا بہا رہا ہے۔

بیٹا - اباجی غالباً جامعہ سلفیہ والوں نے تو لوگوں پر رعب ڈالنے کے لئے کہ دیکھو ہمارا محدث پرچہ ایسا ہے کہ امریکہ سے اس میں چھپنے کے لئے مضامین آتے ہیں، یہ مضمون چھاپا ہے۔ اباجی کیا اس مقالہ کی محدث پرچہ میں اشاعت سے خود ہمارے جامعہ کے علماء واہل علم کی صلاحیتوں کا پتہ نہیں لگتا کہ اس کا معیار کیا ہے ؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

چار جگہ رفع یدین کے بارے میں صوفی غمگین کو سخت اشکال

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی صوفی غمگین حفظہ اللہ آج کل پریشان خاطر نظر آرہے ہیں، جامعہ سلفیہ میں ان کی آمد و رفت بھی کم ہوگئی ہے، بات کرو تو اکھڑے اکھڑے نظر آتے ہیں۔

باپ - بیٹا محسوس تو مجھے بھی کچھ ایسا ہی ہوتا ہے، آج صبح آئے تھے تو چہرہ کی شگفتگی غائب تھی، میرے پاس تھوڑی دیر بیٹھے حقہ کا دو ہی چار کش لگایا اور پھر چلے گئے حنفیت کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی، حالانکہ یہ ان کا تو بہت دلچسپ موضوع ہے۔

بیٹا - اباجی، حنفیت کے خلاف گفتگو کرنا ان کا دلچسپ موضوع ہے نہیں، بلکہ تھا

باپ - کیا کہہ رہے ہو بیٹا، کوئی نیا انقلاب ؟

بیٹا - اباجی صوفی غمگین میں زبردست انقلاب پیدا ہو گیا ہے، اب انکا مزاج مائل بحنفیت ہو گیا ہے۔

باپ - بیٹا بات کو معمہ مت بناؤ صاف صاف کہو صوفی غمگین کو کیا ہو گیا ہے ؟

بیٹا - اباجی صوفی غمگین گزشتہ ہفتہ سے نماز میں چار جگہ رفع یدین کی تحقیق کر رہے تھے انھوں نے ساری کتابیں الٹ پلٹ ڈالیں، ان کو پتہ چلا کہ چار جگہ رفع یدین کرنا ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں ہے، ان کو یہ کھٹک پیدا ہو گئی ہے کہ ہم اہلحدیث لوگ جن احادیث سے چار جگہ رفع یدین کو ثابت کرتے ہیں وہ احادیث یقیناً ائمہ اربعہ کے علم میں بھی ہوں گی تو آخر ان میں سے ایک بھی چار جگہ رفع یدین کا قائل کیوں نہیں ہے ؟ امام ابوحنیفہ اگر حدیث پر عمل کرنے والے نہیں ہیں تو کیا امام مالک، امام شافعی اور امام احمد جیسے جلیل القدر محدثین بھی تارک سنت ہیں، یا ان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ ان کو بخاری شریف کی چار جگہ رفع یدین والی حدیث کا علم نہیں تھا، جس کا علم اب ہمیں ہوا ہے۔ یہی کھٹک ہے جس سے وہ پریشان ہیں۔

باپ - بیٹا، یہ بات تو ہے قابلِ غور، ہم لوگوں کا ذہن کبھی ادھر گیا ہی نہیں، ان ائمہ کرام کو تارک سنت کہنا بڑی دیدہ دلیری اور جرأت کی بات ہوگی۔

بیٹا - تو اباجی ہم ہی لوگوں کا عمل سنت پر نہیں ہے کیا ؟

باپ - ہم لوگوں کا عمل حدیث پر ہے، بخاری شریف کی حدیث پر۔
بیٹا - اباجی ہم لوگوں کا عمل سنت پر کیوں نہیں ہوتا، حدیث پر کیوں ہوتا ہے؟
باپ - بیٹا میرا سر گھوم رہا ہے، مسئلہ الجھ گیا ہے۔
بیٹا - اباجی سنت کا نام آتے ہی ہم اہل حدیثوں کا سر کیوں گھومنے لگتا ہے؟
باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

شیخ جمن حفظہ اللہ کے اشکال کا حل

بیٹا - اباجی
باپ - جی بیٹا
بیٹا - اباجی ہماری کل والی گفتگو کو چھوٹے میاں نے ٹیپ کر لیا تھا۔
باپ - کونسی گفتگو بیٹا، ہماری گفتگو تو دن بھر ہوتی رہتی ہے۔
بیٹا - اباجی ہماری وہی گفتگو جس میں آپ نے کہا تھا کہ ہم اہلحدیث لوگ نماز میں چار جگہ رفع یدین بخاری کی حدیث کی روشنی میں کرتے ہیں۔
باپ - ہاں بیٹا یاد آ گیا صوفی غمگین کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ وہ رفع یدین کی تحقیق میں پریشان ہو گئے ہیں، اور ان کو یہ اشکال پیدا ہو گیا ہے کہ بخاری شریف کی چار جگہ رفع یدین والی حدیث پر ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک نے بھی عمل نہیں کیا ہے۔
بیٹا - جی اباجی اسی گفتگو کو چھوٹے میاں نے ٹیپ کر لیا تھا، اور رات میں چوپال میں بیٹھے لوگوں نے اس کو سنا۔ اب وہاں چہ می گوئیاں ہونے لگیں کہ بخاری شریف کی حدیث پر ائمہ اربعہ میں سے کسی نے کیوں عمل نہیں کیا، شیخ جگنو کہنے لگے کہ بخاری کی حدیث صحیح نہیں ہوگی، شیخ کلو نے کہا کہ ائمہ اربعہ کو بخاری والی حدیث کا علم نہیں ہوگا، شیخ ہدہد نے کہا کہ ائمہ اربعہ فقہاء تھے ان میں

سا کوئی محدث نہیں تھا، شیخ مینا نے کہا کہ چودہ سو سال تک جب لوگوں نے
چار جگہ رفع یدین پر عمل نہیں کیا تو یقیناً یہ چار جگہ والا رفع یدین کا عمل بدعت
ہوگا، شیخ طوطا بگڑ گئے کہ بخاری شریف کی حدیث غلط نہیں ہو سکتی اور نہ
اس پر عمل کرنا بدعت ہوگا۔ شیخ مینا اور شیخ طوطا میں اس پر بڑی نوک
جھونک رہی، رات کو بارہ بج گیا، اور جب اس بحث نے ہم سب کا بارہ بجا دیا
تو ہم اٹھ کر چلے آئے مگر شیخ جمن کے ذہن پر یہ اشکال ایسا چھایا رہا کہ انکا ہاضمہ
بگڑ گیا، رات میں کئی دفعہ ان کو تقضائے حاجت کے لئے جانا پڑا۔

باپ ۔ بیٹا اس اشکال کا حل پھر کیا ہے، ہمارے علماء تو کچھ کہتے نہیں۔

بیٹا ۔ ابا جی اس کا حل کسی دیوبندی حنفی کے پاس ضرور ہوگا، ہم لوگ صرف بخاری
کی احادیث کو دیکھتے ہیں، اشکالات کا حل ہمارے پاس نہیں ہوتا ہے۔

باپ ۔ تو کسی دیوبندی سے اس کا حل معلوم کرو تاکہ ذہن کی الجھن ختم ہو، میں خود بھی
بہت پریشان ہوں۔

بیٹا ۔ ابا جی میں نے دیوبندی طٰہٰ شیرازی سے اس کا حل معلوم کیا تو انھوں نے کہا ہے کہ
بخاری شریف کی حدیث اپنی جگہ بالکل صحیح ہے، اور ائمہ اربعہ کا عمل بھی اپنی جگہ
پر بالکل درست ہے، بس یہ جانو کہ ہر حدیث پر عمل کرنا سنت نہیں ہوتا ہے
سنت آنحضورؐ کا آخری فعل قرار پاتا ہے، اسی طرح وہ عمل جس کو آنحضورؐ نے
اور آپ کے صحابہ نے اور پھر عام امت نے اپنی زندگی میں معمولاً داخل کیا ہو، یعنی
عام طور پر امت نے اس کو کیا ہو اور کرتا ہو، ہر صحیح حدیث سنت نہیں ہوا کرتی ہے۔

باپ ۔ بیٹا ذرا اس کی وضاحت کرو، طٰہٰ شیرازی کی بات سے دماغ چکرا رہا ہے۔

بیٹا ۔ ابا جی ان کا کہنا یہ ہے کہ حدیث بخاری میں صحیح ہوگی مگر ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث
منسوخ ہو، جیسے بخاری کی حدیث میں ہے کہ پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے
نماز پڑھی جاتی تھی، لیکن یہ عمل منسوخ ہے آنحضورؐ کا آخری عمل بیت اللہ کی طرف

رُخ کرکے نماز پڑھنے کا تھا، اسی طرح حدیث میں ہے کہ آنحضورؐ نے کھڑے ہوکر کبھی پیشاب کیا ہے یہ حدیث صحیح ہے مگر کھڑے ہوکر پیشاب کرنا سنت نہیں ہے اس لئے کہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نہیں تھا۔

باپ ۔ مگر بیٹا کسی عمل کو منسوخ کہنا اتنا آسان نہیں ہے، اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

بیٹا ۔ ابا جی چار جگہ رفع یدین کے منسوخ ہونے کی سب سے بڑی دلیل خود ائمہ اربعہ کا عمل ہے، اگر چار جگہ رفع کرنا منسوخ نہ ہوتا تو ان ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا کبھی تو اس پر عمل ہوتا، وہ تو ہم لوگوں سے زیادہ احادیث کے جاننے والے سنت کے شیدائی اور آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر فدا و قربان ہونے والے لوگ تھے، ان کا زمانہ بھی عہد نبوت سے قریب تھا۔

باپ ۔ بیٹا، بات تو تمہاری معقول ہے۔ عقل سلیم اس کو قبول کرتی ہے، یہ بہت غور و فکر کا مقام ہے۔

بیٹا ۔ ابا جی ہمارے علماء نے اس مسئلہ پر اس پہلو سے کبھی کیوں نہیں نظر ڈالی

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

محمد ابوبکر غازی پوری

قسط ۲

برطانیہ کا سفر

۲۴ر جولائی آج کا دن تقریباً پورا خالی تھا، عصر بعد (NUNITON) جانا تھا، یہ شہر لندن سے تقریباً سو سوا سو میل کے فاصلہ پر ہے، ظہر بعد ہی ہمیں لینے کے لئے دو صاحب گاڑی لے کر آ گئے تھے، ان میں ایک میرے شاگرد مولانا سعید تھے، جنھوں نے ڈابھیل میں مجھ سے پڑھا تھا، دوسرے صاحب قاری محمد زبیر تھے، جو نینی ٹن کی مسجد میں امام ہیں، یہ سورت شہر کے رہنے والے نوجوان فاضل ہیں، بڑے متحرک اور فعال ہیں، ان کی تعلیم جلال آباد ضلع مظفر نگر کی ہے، خوش مزاج اور خوش خلق ایسے کہ ان کی صحبت میں آدمی کو اکتاہٹ اور گھبراہٹ نہ ہو، مطالعہ کے شوقین ہیں، گاڑی بڑی شان سے چلاتے ہیں، ہم لوگ (میں، حاجی نصر اللہ خاں صاحب اور مولوی اسماعیل) تیار تھے، گاڑی میں بیٹھے اور پانچ بجے کے قریب لندن سے روانہ ہوئے، سڑک صاف ستھری ایسی جیسے کہ ڈھلی دھلائی ہو، خوب کشادہ، اونچ نیچ اور ٹوٹ پھوٹ کا کہیں نام و نشان نہیں، راستہ میں ایک جگہ رک کر چائے پی گئی اور ضروریات سے فارغ ہوئے پھر چلے تو مغرب سے قبل ہی نینی ٹن پہونچ گئے، راستہ میں ہر طرف ہریالی اور گندم کے کھیتوں نے راستہ کے منظر کو بہت خوبصورت بنا دیا تھا، معلوم ہوا کہ برطانیہ میں گندم کی کاشت

کثرت سے ہوتی ہے۔

نینی ٹن چھوٹا سا صاف ستھرا شہر ہے، پورے شہر میں ایک ہی مسجد ہے، جس کے امام مولوی زبیر صاحب ہیں، جن کا اوپر تذکرہ ہوا، لندن کے مقابلہ میں یہاں کے مکانات بہت چھوٹے نظر آئے، شکل سے ایک مختصر سی فیملی ایک مکان میں رہ سکے، یہاں کی مسجد میں مہمان خانہ بھی ہے، جہاں ضروریات کی ساری چیزیں ہیں، یعنی باورچی خانہ کا پورا انتظام ہے، اور کھانے پینے کا سامان بھی کچھ نہ کچھ رہتا ہے، کہ آدمی جب چاہے چائے کے ساتھ ہلکا سا ناشتہ کر سکے، یہاں کے گھروں میں جو مہمان اترتے ہیں اگر گھر والوں سے بہت خصوصی تعلق نہ ہو تو اسی مہمان خانہ میں ان کا قیام رہتا ہے، اور جن کے وہ مہمان ہوتے ہیں وہ ان کی ضیافت کا اہتمام اپنے گھر کرتے ہیں، میرا قیام بھی اسی مسجد میں ہوا، میرے ساتھ مولوی اسماعیل صاحب بھی تھے وہ بھی اسی جگہ میرے ساتھ رہے، حاجی نصر اللہ خاں صاحب اسی شہر کے رہنے والے ہیں، ان کا مکان مسجد سے بہت ہی قریب ہے، وہ اپنے گھر چلے گئے اس جگہ دو روز ہمارا قیام تھا اور عزیزم مولوی زبیر سلمہٗ نے پوری طرح ہمارا خیال رکھا اور ہر طرح کا آرام پہونچایا، کھانے پینے کی ضیافت کا زیادہ تر انتظام حاجی نصر اللہ خاں صاحب کے چھوٹے بھائی نے کیا، جو بڑے خوش خوراک اور بڑے مہمان نواز ہیں، رات کا کھانا انھیں کے گھر ہوا، اور پھر ہم نے آرام کیا۔

۲۵ رجولائی۔ آج جمعہ تھا، جمعہ کے خطبہ سے قبل میرا مختصر سا اصلاحی بیان اس مسجد میں ہوا۔ جمعہ کی نماز کے بعد میرے قیام کی جگہ پر لوگ ملاقات کے لئے آتے رہے، عجیب بات یہ تھی کہ یہاں میرے کئی شاگرد نکلے جن سے ۳۰، ۳۵ سال بعد پہلی بار ملاقات ہو رہی تھی، دوپہر کا کھانا مولوی یونس کے گھر کھایا گیا جو میرے شاگرد اور مولوی اسماعیل کے رشتہ دار ہیں۔

عصر بعد مولوی عثمان (یہ بھی میرے شاگرد ہیں) نے اپنے یہاں چائے پر بلایا تھا، اس سے فراغت کے بعد ہمیں مولانا اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم سے ملنے جانا تھا

اور عصر کی نماز اسی مسجد میں پڑھنی تھی جہاں مولانا کا بیان تھا، ارادہ تھا کہ ہم مولانا سے مل کر اور عصر کی نماز پڑھ کر واپس آجائیں گے، مگر مولانا نے با اصرار روک لیا اور کہا کہ میری تقریر سے پہلے تمہارا بیان ہوگا، چنانچہ مولانا کے حکم پر میں نے آدھ پون گھنٹہ غیر مقلدیت کے موضوع پر بیان کیا جس کو لوگوں نے پسند کیا، پھر مولانا مدنی نے تقریر شروع کی، اور فرمایا میرا تو تقریر کا موضوع دوسرا ہے مگر چونکہ مولانا غازی پوری نے ایک بڑے فتنہ کی نشاندھی کی ہے اس لئے مجھے بھی کچھ اس سلسلہ میں عرض کرنا ہے، اور تقریباً آدھا گھنٹہ انھوں نے بھی اسی موضوع پر گفتگو کر کے پھر اپنی اصل تقریر شروع کی، ابھی مولانا کی تقریر جاری تھی ہم لوگ نیتی ٹن واپس آگئے جہاں ہمیں حسب پروگرام مغرب کی نماز پڑھنی تھی۔

مغرب بعد اور عشاء بعد احباب ملنے آتے رہے، جن کے سامنے غیر مقلدیت کے سلسلہ میں گفتگو ہوتی رہی، اتفاق سے حاجی نصر اللہ خاں صاحب کو ایک پھوڑا نکلا ہوا تھا، اس کے باوجود خاں صاحب ہم لوگوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے، مگر جب اپنے گھر پہونچے تو تکلیف کی شدت بہت بڑھ گئی جس کی وجہ سے وہ ہماری مجلسوں میں شریک نہ رہے، پھر اس کا آپریشن کرانا پڑا جس کے بعد وہ بالکل صاحب فراش ہوگئے۔ اور جب تک ہمارا قیام لندن میں رہا بیچارے خاں صاحب چلنے پھرنے سے معذور رہے، پھر دوسری جگہ کے سفروں میں ہم ان کی رفاقت سے محروم رہے۔

۲۵ر جولائی، رات الحمد للہ بڑے آرام سے گذری، موسم بڑا خوشگوار تھا، ہلکی سردی تھی جو بڑا لطف دے رہی تھی، دن تو گرم رہتا تھا مگر رات میں خنکی پیدا ہوجاتی تھی اور ایک کمبل کی ضرورت محسوس ہوتی تھی، صبح ناشتہ سے فارغ ہوئے، آج ہمیں باٹلی جانا تھا، ہم تیار تھے تھوڑی دیر کے بعد مولوی اسماعیل کے خالہ زاد بھائی، بھائی اسماعیل ہمیں لینے آگئے، ہم لوگ ان کی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ سفر ہوئے تھے، نیتی ٹن سے باٹلی تک کا راستہ تقریباً دو گھنٹہ کا ہے، پورا راستہ سبز و شاداب تھا، گاڑی ہوا میں اڑتی جا رہی تھی، برطانیہ کی ایک خاص بات یہ ہے کہ گاڑی راستہ میں ہر جگہ نہیں روکی جا سکتی

نہ راستہ میں اتر کر پیشاب کا اگر تقاضا ہو تو پیشاب کیا جا سکتا ہے، گاڑی روکنے کے لئے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر اس کی جگہ ہے جہاں اتر کر ضرورت سے بھی فارغ ہوا جا سکتا ہے اور چائے وغیرہ بھی پی جا سکتی ہے، دو گھنٹہ کے بعد ہم باٹلی پہونچ گئے، قیام مولوی زکریا کے گھر ہوا۔

مولوی زکریا میرے شاگرد نہیں ہیں، ان سے ہماری ملاقات ساؤتھ افریقہ میں ہوئی تھی، یہ وہاں کے آزاد ویل کے دارالعلوم میں دورہ کے طالب علم تھے اور اسی سال فارغ ہوئے تھے، ساؤتھ افریقہ میں جہاں میرا قیام تھا۔ (عزیزم مفتی سعید ستار اسلمہ کے گھر) یہ برابر میرے پاس آتے جاتے رہتے تھے اور میرے ساتھ ان کو اچھا خاصا تعلق ہو گیا، بڑے نیک نوجوان ہیں، صلاح و تقویٰ شکل و صورت سے ظاہر ہوتا ہے، باٹلی میں ان کا گھر دو ہے، ایک میں ان کے گھر والوں کی رہائش رہتی ہے اور دوسرا خالی رہتا ہے، اسی خالی والے گھر میں آسائش کا ہر طرح کا سامان ہے، انھوں نے مجھے اپنا مہمان بنایا۔

مولوی زکریا نے پہلے ہی سے باٹلی میں میرا تین پروگرام رکھا تھا، یہاں پہونچ کر ہم نے پہلے کھانا کھایا، پھر آرام کیا گیا، عصر بعد علمائے کرام کا اجتماع تھا جس میں مجھے تقریر کرنی تھی، میں نے علمائے کرام کے اس اجتماع میں رد غیر مقلدیت پر تقریر کی اور انکو سلفیت کے فتنہ سے آگاہ کیا، پڑھے لکھوں کا مجمع ہو تو طبیعت بھی خوب کھلتی ہے، الحمد للہ یہ سارے اہل علم تھے اور باذوق، بیشتر تو اس میں میرے شاگرد ہی نکلے، جن سے مدت مدید کے بعد ملاقات ہو رہی تھی، اور سب کے چہرے خوشی سے کھلے تھے ہر ایک محبت کا اظہار کر رہا تھا اور پرانی یادوں کو تازہ کر رہا تھا، عصر بعد یہاں کی مسجد میں بیان ہوا، بعد مغرب بنگالیوں کی مسجد میں بیان ہوا، مسلسل بیان سے میرا گلا خراب ہو رہا تھا، رات کو جوشاندہ پی کر سویا تو صبح آرام تھا۔

۲۷ر آج صبح کا ناشتہ میرے شاگرد مولوی غلام محمد اٹالوی کے یہاں تھا، ناشتہ میں بڑا اہتمام کیا تھا، دوپہر کا کھانا بھی انھیں کے یہاں تھا، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا

کہ مولوی زکریانے باٹلی میں تین پروگرام رکھا تھا۔ پانچ بجے علماء کی مجلس تھی۔ بعد عصر بعد مسجد نور الاسلام میں میرا خطاب تھا۔ بعد مغرب مسجد توکلیہ میں تقریر تھی۔ یہ بنگالی حضرات کی مسجد ہے، اور ماشاء اللہ خوب ہے۔ الحمد للہ تینوں پروگرام خوب رہے، اور لوگوں کے تاثرات بہت اچھے، تقریروں کے بعد سوال وجوابات بھی ہوتے رہے جس سے لوگوں کو بہت اطمینان ہوا، غیر مقلدوں نے سلفیت کے نام پر بڑی ادھم مچا رکھی ہے، برطانیہ کے مسلمان بھی ان کے خاص نشانہ پر ہیں، ہمارے علماء کرام کو اس کی طرف توجہ نہیں، اور اس بے توجہی کا بڑا نقصان یہ ہے کہ کم پڑھے اور دین سے ناواقف خصوصاً آزاد فکر اور کالجوں میں زندگی گذارنے والا طبقہ ان سلفیوں کے جال میں پھنس جاتا ہے، اور پھر سلفیت میں جو شتر بے مہاری ہے اس کا وہ پورا فائدہ اٹھاتا ہے، اور اس کا نماز روزہ بس رسم بن کر اور نام کا ہوکر رہ جاتا ہے۔

برطانیہ میں اس کا احساس شدت سے ہوا، کاش ہمارے فضلائے مدارس اس فتنہ کو اچھی طرح محسوس کرلیں۔

آج رات کا کھانا مولوی زکریا ہی کے گھر تھا، کھانے سے فراغت کے بعد میرے بہت سے شاگرد جمع ہوگئے، ایک صاحب مولوی احمد کے نام تھے جو میرے شاگرد تو نہیں ہیں مگر خدمت میں وہ کسی شاگرد سے پیچھے نہیں تھے، اپنی کار میرے لئے وقف کر رکھی تھی ہر جگہ لیجاتے اور لے آتے، ان عزیزوں کے ساتھ رات کا اچھا خاصا وقت گذرا۔ پھر ہم نے آرام کے لئے اپنا بستر سنبھالا۔ (جاری)

رشید الوحیدی
ذاکر نگر - نئی دہلی

دوماہی زمزم غازی پور

ایک زمزم حرم میں دیکھا تھا — دوسرے کا وطن ہے غازی پور
دونوں میں مشترک ہے ایک صفت — یعنی دونوں ہیں جان ودل کا سرور
اس کا ایک گھونٹ اس کی ایک سطر — قلب کو مل رہا ہے نور ہی نور
یہ خزانہ ہے علم و حکمت کا — اور وہ آخرت کا شعلۂ طور
وہ ہے گرہاجرہ کے لال کی دین — یہ ابوبکر کے قلم کا ظہور،
ایک نے کر دیا گناہ سے پاک — دوسرے سے ہوئی جہالت دور
ایک کا ہر صفحہ ہے دانش گاہ — دوسرے سے ملا یقین کا نور
عدم تقلید کا ہے یہ دشمن — اس سے روشن ہے شاہراہ حضور
ہے جو "زمزم" علوم کا مخزن — آب زمزم ہے اک شراب طہور

ہے وحیدی یہ فیض زمزم کا
حق و باطل کا ہوگیا ہے شعور

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا